اے اہلِ حقیقت مجھے آنکھوں پہ بٹھاؤ — طے کرکے چلا آتا ہوں میدانِ وفا میں

المجاہد فی سبیل اللہ

الشہید

مولانا محمد طلحہ رشید

- اخلاص و وفا
- عشق و دیوانگی
- شوق شہادت
- علم و تقویٰ
- عبادت و خدمت

از قلم: اہلِ محبت

ناشر
مکتبہ عرون

کتاب .... المجاھد فی سبیل اللہ الشہید مولانا طلحہ محمد شہید

از قلم .... اھلِ محبت

اشاعت ① ۱۰۰۰۰

اشاعت ② .... صفر ۱۴۴۰ھ

تعداد ۱۰۰۰۰

صفحات ۳۶۰

قیمت .... 200 روپے نٹ

ہماری مطبوعات ملنے کے پتے

مکتبہ حسن اویس آرکیڈ گراؤنڈ فلور دکان نمبر 17 بلمقابل سوبھراج ہسپتال نزد اردو بازار کراچی 0300-2249928

مکتبۃ الایمان دکان نمبر ۱۳۱، ندیم ٹریڈ سینٹر، محلّہ جنگی، عقب قصہ خوانی بازار پشاور 0321-9013592

مکتبہ عثمان، ایس اے-46، بلاک 5 ایڈمنسٹریشن ایمپلائیز سوسائٹی کراچی 021-34311896

مکتبہ ابن مسعودؓ، مدرسہ عبداللہ بن مسعودؓ، چشمہ جات نزد کمپنی باغ کوہاٹ 0321-5782621

مکتبہ عثمان وعلی رضی اللہ عنہما، نزد بندھن شادی ہال، کوثر کالونی بہاولپور 0321-6837145

مکتبہ مقصودؒ، اعظم مارکیٹ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی 0323-5019010

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ 081-2662263

رجسٹرڈ

مکتبہ

ناشر

مکتبہ ابنِ مبارک

اسٹاکسٹ

حق سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور

موبائل: 0321-4066827

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوانحی خاکہ

حضرۃ مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ

نام ...... محمد طلحہ رشید

ولدیت ...... رشید احمد کامران

قوم ...... عباسی

پیدائش ...... 23 ستمبر 1993، بروز جمعۃ المبارک

تعلیمی قابلیت ...... حافظ قرآن، فاضل درسِ نظامی وفاق المدارس العربیہ پاکستان

عسکری قابلیت ...... گھڑ سواری، تیر اندازی، تیراکی اور تمام متداول جہادی تربیتیں بشمول الرّعد، حربُ المدن

بیعت جہاد ...... امیر المجاہدین حضرۃ مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ

بیعت اصلاح ...... امیر المجاہدین حضرۃ مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ

نمایاں صفات دلکش اور پراثر خطابت، قابلِ رشک جذبۂ خدمت اور سخاوت، مثالی ذوقِ جہاد اور شوقِ شہادت، دعاء اور عبادت سے مضبوط رشتہ

محاذ جہاں پر جہاد کیا ...... افغانستان اور کشمیر کے محاذوں پر دادِ شجاعت دی

مدارس **جن میں تعلیم حاصل کی** ...... جامعہ ترتیل القرآن رحیم یار خان، جامعۃ النور کراچی، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعۃ الصابر بہاولپور

اعزازات ...... دوران تعلیم ''بزمِ یوسفی پاکستان'' کے تحت منعقد ہونے والے کئی تقریری مقابلوں میں حصہ لیا اور صرف ایک مقابلے کے سوا تقریباً تمام مقابلوں میں ''اوّل پوزیشن'' حاصل کی، ایک مقابلے میں ''دوم'' آئے۔ اس کے علاوہ جامعہ اور وفاق کے تحت منعقد ہونے والے امتحانات میں ہمیشہ اچھے نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے۔ علاوہ ازیں! دعوتِ جہاد کے باب میں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ لازوال خدمات سرانجام دے گئے جو تادیر یاد رکھی جائیں گی، ان شاء اللہ

تاریخ شہادت ...... 6 نومبر 2017

مقام شہادت ...... گاؤں کنڈی اگلر، علاقہ راجپورہ، ضلع پلوامہ کشمیر

تدفین ......علاقہ گنٹھ مولہ، ضلع بارہ مولہ کشمیر

رحمۃ اللہ علیہ ...... رحمۃ اللہ علیہ ...... رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

از قلم

امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ تعالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اللہ تعالیٰ کا شکر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''...... اللہ تعالیٰ سے معافی...... اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ...... اللہ تعالیٰ سے سوال اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ...... اللہ تعالیٰ کی بے شمار خصوصی رحمتیں...... صَلٰوۃُ اللّٰہِ وَسَلَا مُہٗ...... عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ...... وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ...... اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے...... انبیاء، صدقین، شہداء اور صالحین...... یا اللہ! ہمیں بھی ان کی راہ پر چلا...... بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ...... یا اللہ! طلحہ شہید کے درجات بلند فرما...... فِیْ أَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ...... طلحہ کے بارے میں لکھے ہوئے اس مضمون کو قبول فرما...... آمین...... یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ... یَا رَبَّ الشُّھَدَآءِ وَالْمُجَاھِدِیْنَ۔

o......................o......................o

اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک پیارا سا بھانجا دیا۔ یہ ۱۹۹۳ء کا سال تھا...... ستمبر کا مہینہ اور جمعہ کا مبارک دن...... خاندان میں الحمدللہ ''جہاد'' کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی...... جہادی نسبت سے ہی اس کا نام ''طلحہ'' تجویز ہوا...... روئے زمین...... اور زمانے کے بہترین مجاہدین میں سے ایک...... حضرت سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے مبارک نام پر...... طلحہ ابھی چار ماہ کا تھا کہ میں...... کشمیر میں گرفتار ہو گیا...... نہ اس نے مجھے شعور کی آنکھوں سے دیکھا...... اور نہ میں اسے جی بھر کر دیکھ پایا...... میں واپس آیا تو طلحہ ساتویں سال میں تھا...... قرآن مجید حفظ کر رہا تھا...... مجھے بہت محبت بھری

آنکھوں سے دیکھتا تھا...... اس نے قرآن مجید حفظ کیا...... اور دینی تعلیم کے لیے مدرسہ میں داخل ہو گیا...... ہماری بہت کم ملاقات رہی...... پھر میں کہیں دور چلا گیا...... وہ ملاقات کے لیے مچلتا تھا...... ایک بار وہاں پہنچ گیا تو بس...... ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہتا تھا...... پھر وقتاً فوقتاً مختصر ملاقاتیں ہوتی رہیں...... آخری سالوں میں وہ مجھے خط بھی لکھتا تھا...... ان خطوط سے لگتا تھا کہ...... وہ بیمار ہو چکا ہے...... ''مریض محبت'' بن چکا ہے...... اسے ''عشق'' ہو چکا ہے...... ایسا سچا عشق جو محبوب کے دیدار کے سوا...... اور کسی دواء سے شفاء نہیں پاتا...... وہ باصلاحیت تھا...... سب چاہتے تھے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کام کرے...... مگر اس کا ''عشق'' دیوانگی کی حدود کو چھو رہا تھا...... وہ سب سے محبت کرتا تھا مگر اس نے ''محبوب حقیقی'' بس ایک ہی بنا لیا تھا...... اسی کے عشق میں اس کی آنکھوں سے آنسو ابلتے تھے...... اور وہ بے قرار، بے تاب اور مجبور ہو جاتا تھا...... یہ عشق اس کی رگ رگ میں اتر چکا تھا۔

رگ رگ میں دل ہے، دل میں تڑپ درد عشق کی
محشر بنا ہوا ہوں، تمنائے یار میں

طلحہ شہید کی داستان بہت عجیب ہے۔ آج میں اس داستان کا ایک ورق لکھنے بیٹھا ہوں تو...... حیران ہوں کہ کہاں سے شروع کروں اور کہاں پر ختم کروں...... لوگوں کی زندگی ان کی موت پر ختم ہو جاتی ہے جبکہ عاشق اور دیوانے کی زندگی...... اس کی موت سے شروع ہوتی ہے۔

یہ عشق نہیں آسان اتنا ہی سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے
تھوڑی سی اجازت بھی اے بزم گہ ہستی
آنکلے ہیں دم بھر کو رونا ہے رلانا ہے

تصویر کے دو رخ ہیں جاں اور غم جاناں
اک نقش چھپانا ہے اک نقش دکھانا ہے
اشکوں کے تبسم میں آہوں کے ترنم میں
معصوم محبت کا معصوم فسانہ ہے

''طلحہ'' اس دنیا میں چوبیس سال رہا......اس کے بس میں ہوتا تو وہ چوبیس گھنٹے بھی نہ رہ سکتا......وہ کچھ دیکھ چکا تھا......بس وہی پانا چاہتا تھا۔

از سر بالین مربرخیز اے ناداں طبیب
درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

وہ محبوب کے وصال کے لئے روتا رہا، بلکتا رہا، تڑپتا رہا......اپنا گریباں چاک کرتا رہا......گرم سے گرم، خطرناک سے خطرناک......اور سخت سے سخت میدانوں میں کودتا رہا۔

اپنے قریب پا کے معطر سی آہٹیں
میں بارہا سلگتی ہوا سے لپٹ گیا

بالآخر اس کو......اپنی منزل ایک گل پوش وادی میں نظر آئی......مگر وہ وادی اونچی تھی......دور تھی......اور بظاہر طلحہ کے بس سے باہر تھی......مگر وہ عشق ہی کیا جو ہار مان جائے......وہ دیوانگی ہی کیا جو رکاوٹوں اور فاصلوں کو تسلیم کر لے۔

o......................o......................o

طلحہ شہید کی یہ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے......آپ اسے پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ......طلحہ کون تھا؟......طلحہ کیسا تھا؟......طلحہ کہاں رہا؟......طلحہ کہاں گیا؟...... یہ کتاب طلحہ شہید نے خود نہیں لکھی......مگر میں اسے ''طلحہ کی کتاب'' کہتا ہوں......یہ اس کی زندہ کرامت ہے کہ اس کے اہل محبت نے دل کھول کر......طلحہ کے بارے میں لکھا......طلحہ جو دعوت اُمت کو دینا چاہتا

تھا...... وہ اس کتاب میں بہت پر تاثیر آ گئی ہے...... اس کے پاس لکھنے کی فرصت نہیں تھی...... وہ کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتا تھا کہ جس کو آڑ بنا کر اسے ’’وصال یار‘‘ سے روکا جا سکے...... وہ خود لکھنے بیٹھتا تو کمال کا لکھتا...... ماشاءاللہ ہر فن میں ماہر تھا...... مگر اسے ڈر تھا کہ اسے لکھنے کے کام پر نہ بٹھا دیا جائے...... مگر وہ امت میں جہاد کا درد اور شہادت کا شوق بھی اجاگر کرنا چاہتا تھا...... اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص اور وفادار بندے کی یہ خواہش بھی پوری فرمائی...... اور طلحہ کی یہ کتاب دعوت جہاد اور شوق شہادت کا مرقع بن کر امت کے ہاتھوں میں پہنچ گئی...... طلحہ سچا عاشق اور سچا دیوانہ تھا...... اس کی یہ کتاب بھی اسی پاکیزہ عشق کا مرقع ہے۔

رند وہ ہوں کہ غزل بھی وہی رندانہ ہے
معنیٰ و لفظ نہیں بادۂ پیمانہ ہے
واہ کیا مست غزل تو نے پڑھی آج جگر
ایک اک لفظ چھلکتا ہوا پیمانہ ہے

حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ...... خود کوئی مصنف نہیں تھے...... انہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھی...... اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے عشق کی بازی جیت گئے...... تب اللہ تعالیٰ نے زمانے کے اہل علم، اہل قلم کو...... ان کی دعوت کے لئے مسخر فرما دیا...... اور حضرت سیّد صاحب کی دعوت جہاد اس قدر پھیلی کہ...... کوئی واعظ، کوئی مصنف صدیاں لگا کر بھی...... اس قدر وسیع اور مؤثر دعوت نہیں پہنچا سکتا...... بے شک جان کی قربانی سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں...... ماضی قریب کے ایک مصنف کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ وہ سید صاحب کی جہادی تحریک پر تحقیق کریں...... اور مکمل تفصیل سے اس تحریک کا حال لکھیں...... انہوں نے اپنی زندگی کے سترہ قیمتی سال اس خدمت پر لگا دیئے...... اور حضرت سیّد بادشاہ شہید کی تحریک جہاد پر کئی کتابیں لکھیں۔ دوران تحقیق ایک بار انہیں خواب میں حضرت سیّد صاحب شہید کی زیارت ہوئی...... حضرت سیّد

صاحب نے ان سے فرمایا...... مہر صاحب آپ نے جو لکھنا ہو لکھیں مگر میرے اصل کام یعنی ’’جہاد‘‘ کو خوب اجاگر کریں...... طلحہ شہید کا جینا، مرنا سب جہاد کے لئے تھا...... اس نے دنیا میں کسی سے کچھ نہیں مانگا...... بلکہ اسے اگر کہیں سے کچھ ملنے کی توقع ہوتی تو وہاں سے دور ہو جاتا کہ...... کہیں ’’وصال یار‘‘ میں کوئی رکاوٹ نہ بن جائے...... وہ جہاد پر اپنا سب کچھ لٹاتا رہا...... اور جب چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے...... اس کی مؤثر اور دیوانہ وار دعوت کے پھیلنے کا انتظام فرما دیا...... اس کے اہل تعلق نے...... راتوں کو جاگ کر اس کتاب پر کام کیا...... اور ہر کسی نے اپنا خون جگر نچوڑ کر...... طلحہ کی یہ کتاب تیار کی...... اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یہ کتاب لاکھوں نوجوانوں کو...... حقیقی دین، حقیقی جہاد اور حقیقی عشق کا راستہ دکھائے گی...... ان شاء اللہ

o......................o......................o

حدیثِ مبارک آپ نے سنی ہوگی کہ...... اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّۃُ الْکَافِرِ...... ’’دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت‘‘...... اس حدیث شریف کا اپنے زمانے میں مصداق دیکھنا ہو تو ہم...... طلحہ شہید کی مختصر ایمانی زندگی کو دیکھ سکتے ہیں...... ابھی بولنا سیکھا تھا کہ...... قرآن مجید کی تعلیم اور حفظ میں پابند ہو گیا...... حفظ مکمل ہوا تو دینی تعلیم کی پابندیوں میں جا بیٹھا...... ابھی کچھ علم حاصل کیا تھا کہ...... عشق کا مرض لگا اور خود کو جہاد کی پر مشقت زندگی میں ڈال دیا...... وہ کوئی لفظی یا سرسری مجاہد نہیں تھا...... مکمل محنت سے ہر جہادی عمل سیکھتا تھا...... محاذوں پر پہرے دیتا تھا...... آگے بڑھ کر لڑتا تھا...... مجاہدین کی دن رات خدمت کرتا تھا...... حالانکہ یہ اس کی عمر کا وہ حصہ تھا جب انسان آزادی مانگتا ہے...... طرح طرح کی خواہشات کا اسیر بنتا ہے...... مگر طلحہ دین کا پابند رہا، جہاد کا پابند رہا...... پھر اس نے کشمیر جانے کا عزم کیا تو خود کو ہر مشقت اور تکلیف میں ڈالا...... سردی کے موسم میں ٹھنڈے دریا پار کرنا...... پاؤں اور گھٹنے کی تکلیف کے باوجود گھنٹوں پیدل چلنا اور دوڑنا...... اور دن

رات شہادت کے لئے تڑپنا۔

ہجر جاناں میں غضب شورش مستانہ ہے
روح قالب میں نہیں قید میں دیوانہ ہے

اس دوران وہ مکمل طور پر ''سبیل اللہ'' یعنی اللہ کے راستے کا قیدی بنا رہا...... حرمین شریفین گیا تو...... وہاں بھی بس شہادت ہی مانگتا رہا...... اور ''وصال یار'' کے لئے تڑپتا پھڑکتا رہا۔

رہائی ہو نہیں سکتی کبھی قید تعلق کی
جو اک زنجیر ٹوٹی دوسری زنجیر دیکھیں گے

بے شک ایسے ہی افراد کے لئے...... ''موت'' روزہ افطار کرنے جیسی لذیذ ہوتی ہے...... وہ دنیا میں قیدی اور روزہ دار کی طرح رہتے ہیں...... اور موت سے ان کی یہ قید اور روزہ ختم ہوتا ہے...... ایک کم عمر نوجوان کو...... کامیابی کا یہ راز سمجھ آ گیا...... کاش! ہم سب اسے سمجھ لیں...... اور اپنی زندگی...... بے کار آزادیوں اور خواہشات میں ضائع نہ کریں۔

حالات کے قدموں پہ قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے بھی جو تارا تو زمیں پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا
سمجھو وہاں پھلدار شجر کوئی نہیں ہے
وہ صحن کہ جس میں کوئی پتھر نہیں گرتا
کرنا ہے جو سر معرکہِ زیست تو سُن لے
بے بازوئے حیدر، درِ خیبر نہیں گرتا

O......................O......................O

آپ نے ''فضائل جہاد'' کتاب پڑھی ہے؟...... یہ ایک عربی کتاب ''مشارع الاشواق'' کا ترجمہ ہے...... ''مشارع الاشواق'' ...... (شوق کی راہیں) کتاب کے مصنف خود ایک بڑے عالم اور مجاہد تھے...... اللہ تعالیٰ نے انہیں ''شہادت'' سے نوازہ...... یہ کتاب ''جہاد'' کے فضائل پر...... قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور اسلاف کے قصوں کا مجموعہ ہے...... دین اسلام کی ایک خاصیت یہ ہے کہ...... یہ دین کبھی پرانا نہیں ہوتا...... ہر زمانے میں...... دین اسلام کے ہر حکم پر عمل کرنے والے افراد موجود رہتے ہیں...... اب آپ فضائل جہاد کے ایک ایک باب کو کھولتے جائیں...... اور ہمارے زمانے کے ایک نوجوان مجاہد...... طلحہ شہید کی سوانح دیکھتے جائیں ...... بلا مبالغہ آپ کو حیرت ہوگی کہ...... فضائل جہاد جس طرح کا ''مجاہد'' دکھانا اور بنانا چاہتی ہے...... طلحہ شہید بالکل ویسا مکمل مجاہد تھا...... آپ نیت جہاد سے لیکر شوق شہادت تک...... زخم جہاد سے لیکر اموال جہاد میں امانت تک...... جہاد کی تیاری سے لیکر رباط تک...... تیراندازی سے لیکر گھڑ سواری تک...... خدمت مجاہدین سے لیکر انفاق فی سبیل اللہ تک...... ہر عمل کو طلحہ شہید میں زندہ پائیں گے...... واقعی یہ دین اسلام کی کرامت ہے...... یہ سچے جہاد کی کرامت ہے...... اور یہ طلحہ شہید کی سعادت ہے...... طلحہ بیٹے! بہت مبارک ہو...... آپ نے نوجوانی میں اتنے فضائل جمع کئے...... اتنی کرامات حاصل کیں...... اور میدان وفا کے حقدار شہزادے بن گئے۔

اس کوچے میں ہوں صورت یک نقش وفا میں
دنیا نے مٹایا مجھے لیکن نہ مٹا میں
بن بن کے مٹاؤ نہ مرا نقشۂ ہستی
مٹ مٹ کے بنا ہوں ہمہ تن نقش وفا میں
اے اہل حقیقت مجھے آنکھوں پہ بٹھاؤ
طے کرکے چلا آتا ہوں میدان وفا میں

o..................o..................o

جیلوں میں اکثر قیدی...... رہائی کو ہی اپنی فکر اور اپنی دُھن بنا لیتے ہیں...... پھر ان کی ہر دعاء، ہر عبادت اور ہر کوشش کا مرکزی نکتہ...... رہائی ہوتی ہے...... بعض افراد پر یہ دُھن ایسی سوار ہوتی ہے کہ...... اس کے لئے ناجائز طریقے اختیار کرنے سے بھی باز نہیں آتے...... اسی طرح بعض مریضوں پر...... صحت پانے کی فکر اور دُھن سوار ہو جاتی ہے...... تب ان کی دعاء، ان کی عبادت اور ان کی ہر کوشش...... صحت کی خواہش میں صرف ہوتی ہے...... اور بعض اوقات وہ صحت پانے کے لئے...... حرام راستے بھی اختیار کرنے سے نہیں چوکتے...... اسی طرح وہ افراد جن کو موت یا سزائے موت کا خطرہ ہو...... وہ بھی اکثر اپنی موت کو ٹالنے کے لئے...... ہر کوشش، ہر طریقہ اور ہر حیلہ اختیار کرتے ہیں اور بعض افراد تو...... اپنی روح نکلنے تک...... اپنے قاتلوں کے سامنے روتے، ہاتھ جوڑتے اور زندگی کی بھیک مانگتے مرجاتے ہیں...... حالانکہ یہ سب افراد جانتے ہیں کہ...... یہ دنیا فانی ہے...... اس کی رہائی، اس کی صحت اور اس کی زندگی سب فانی ہیں...... مگر انسان عجیب ہے کہ وہ ان فانی چیزوں کی فکر کو اپنا ''حال'' بنالیتا ہے...... اللہ تعالیٰ ایسے ''حال'' سے ہم سب کی حفاظت فرمائے...... مگر دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے صادق اور وفادار عاشق...... اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اسکے حضور اپنی جان پیش کرنے کی فکر اور دُھن اپنے اوپر سوار کر لیتے ہیں...... ایسے افراد چونکہ اللہ تعالیٰ سے جان کا سودا کرتے ہیں تو ان کے ہر عمل میں...... جان پڑ جاتی ہے...... گویا کہ وہ جان دیکر...... جان پانے کا گُر سیکھ جاتے ہیں...... وہ زندگی دیکر زندگی حاصل کرنے کا راز جان لیتے ہیں...... تب ان کی عبادت بھی جاندار...... ان کی دعاء بھی جاندار...... ان کی نیکیاں بھی جاندار...... ان کی دعائیں بھی جاندار...... اور ان کی موت بھی جاندار زندگی بن جاتی ہے...... طلحہ شہید بھی ان خوش نصیب...... صادق اور وفادار بندوں میں شامل تھے جو اس راز کو پا گئے...... طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کو پیش کرنے کے لئے جو جو محنتیں کیں...... جس طرح فکر کی...... وہ سب حیرت انگیز ہے...... کیا کوئی انسان

مرنے کے لئے بھی ......اتنی محنت، اتنی کوشش اور اتنی فکر کر سکتا ہے؟ ہاں بے شک!......
جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچان جائے...... جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں دیوانہ ہو جائے......اور جسے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہو جائے وہ یہ سب کچھ کرتا ہے...... اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صدق ووفا کا یہ جام...... اپنے فضل سے پلائے۔

O..................O..................O

طلحہ شہید سے میری بہت قریبی رشتہ داری تھی......مگر اس کے باوجود......ہم ایک دوسرے سے دور دور رہے......وہ بھی مسافر تھا اور میں بھی مسافر......کبھی کبھار ملاقات ہوتی مگر بہت مختصر...... چند بار اس نے خواہش ظاہر کی کہ...... مجھے کچھ اسباق پڑھا دیں......حدیث شریف پڑھا دیں......میرا بھی بہت دل چاہا کہ ایسا ہو......مگر نہ ہو سکا......اس نے دوران تعلیم...... اسباق چھوڑ کر راہ جہاد کو اختیار کیا تو ہم سب کی رائے تھی کہ وہ تعلیم مکمل کرے......چھٹیوں میں محاذوں پر جاتا رہے......مگر اس پر حال طاری تھا......وہ چاہتا تھا کہ میں......اس کے اس اقدام کی اسے باقاعدہ اجازت دے دوں......پھر اس نے خط لکھ کر...... بیعت کی خواہش ظاہر کی......ایک ملاقات ہوئی اور ماموں، بھانجا...... پیر مرید بن گئے......مگر ہم دونوں میں محبت اور دوری کا سلسلہ پھر بھی برقرار رہا......

حضرت سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جب مال وغیرہ کے معاملات میں لوگوں پر......اور خود پر بہت سختی فرماتے تو......ایک بڑے صحابی نے ان کی صفائی ان الفاظ میں بیان فرمائی کہ:

''ابوذر کو ایک علم حاصل ہوا ہے اور وہ اس علم کے سامنے مجبور اور بے بس ہو چکے ہیں۔''

یعنی ابوذر پر اپنے علم کا ایسا حال طاری ہو چکا ہے کہ...... یہ اس سے باہر قدم رکھنے کی ہمت ہی نہیں پاتے...... یہ اپنے علم کے ہاتھوں مجبور ہیں......اور اسی پر عمل کرنے کے پابند ہو چکے ہیں۔

طلحہ پر بھی......لقاء اللہ......شوق شہادت اور قربانی کے علم کا ایسا رنگ چڑھا کہ وہ اس علم سے

باہر قدم رکھنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا...... وہ اپنے علم کے سامنے ایسا مجبور اور مغلوب ہو چکا تھا کہ...... جہاد کے کام کی کوئی اور تشکیل بھی اسے گوارہ نہیں تھی...... ایک بار اس کا ایک مفصل خط مجھے ملا...... خط کیا تھا...... لاڈ، ناز، پیار، ادب اور جھگڑے کا ایک مرکب تھا...... وہ خط اس نے پوری رات جاگ کر کشمیر کے محاذ کے قریب کہیں سے لکھا تھا...... میں نے اس خط کو کافی تلاش کیا تاکہ اس کتاب میں شائع کر سکوں...... مگر وہ مجھے نہیں ملا...... ممکن ہے طلحہ کی دعاء کا اثر ہو...... کیونکہ وہ یہ خط لکھنے کے بعد کچھ شرمایا شرمایا سا رہتا تھا...... اس خط میں اس نے اپنے شوق شہادت کو جس طرح بیان کیا...... وہ سب کچھ قابل رشک بھی ہے اور قابل غور بھی...... اس نے لکھا کہ...... آج میں اپنے امیر اور اپنے مرشد کو نہیں بلکہ...... آپ کے بیٹے اور بھانجے کے طور پر یہ خط اپنے پیارے ماموں کو لکھ رہا ہوں...... اور پھر وہ اپنے جذبات میں مغلوب ہوتا چلا گیا...... اس کا پورا زور اس پر تھا کہ میں اسے فدائی کاروائی کی باقاعدہ اجازت دے دوں...... مقصد عرض کرنے کا یہ ہے کہ...... طلحہ شہید نے شہادت پانے کے لئے...... ہر گر، ہر طریقہ...... اور ہر کوشش کو بروئے کار لایا...... مگر میں اپنی جماعتی ذمہ داری اور جماعتی قوانین کے سامنے مجبور تھا...... نہ اسے روک سکتا تھا...... اور نہ طالبعلمی کے دوران اس کو کھلی اجازت دے سکتا تھا...... بس یہی اس کے دل کا ایک کانٹا تھا...... آخری ملاقات میں جب وہ ملنے آیا تو تنہائی تھی...... اس نے بار بار معافی مانگی...... بالآخر میں نے کہا...... طلحہ میں خوش ہوں...... خوشی سے اجازت ہے...... اور میری ناراضی کے بارے میں بالکل بے فکر ہو جاؤ...... بس یہ الفاظ سنتے ہی اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح کھل اٹھا...... یوں لگا کہ دل کا کانٹا نکل گیا ہے...... اور خوشی اس کے انگ انگ میں سرایت کر گئی ہے......

بس یہ آخری ملاقات تھی...... یہ ملاقات مجھے کبھی بھی نہیں بھولے گی...... مگر اس ملاقات کی کچھ کیفیت بیان کرنے کے لئے جگر مرحوم کی ایک نظم کا سہارا لینا پڑے گا۔

مدت میں وہ پھر تازہ ملاقات کا عالم
خاموش اداؤں میں وہ جذبات کا عالم
نغموں میں سمویا ہوا وہ رات کا عالم
وہ عطر میں ڈوبے ہوئے لمحات کا عالم
اللہ رے وہ شدتِ جذبات کا عالم
کچھ کہہ کے وہ بھولی ہوئی ہر بات کا عالم
عارض سے ڈھلکتے ہوئے شبنم کے دو قطرے
آنکھوں سے جھلکتا ہوا برسات کا عالم
وہ نظروں ہی نظروں میں سوالات کی دنیا
وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں جوابات کا عالم
تھک جانے کے انداز میں وہ دعوتِ جراءت
کھو جانے کی صورت میں وہ جذبات کا عالم
وہ عارضِ پرُنور، وہ کیفِ نگہِ شوق!
جیسے کہ دمِ صبح مناجات کا عالم
دو بچھڑے دِلوں کی وہ بہم صُلح و صفائی
پُر کیف وہ تجدیدِ مُلاقات کا عالم
وہ عرش سے تا فرش برستے ہوئے انوار
وہ تہنیتِ ارض و سماوات کا عالم
تا صبح وہ تصدِیقِ محبّت کے نظارے
تا شام وہ فخر و مُباہات کا عالم
وہ عِشق کی بربادیٔ زندہ کا مُرقّع
وہ حُسن کی پائندہ کرامات کا عالم

طلحہ شہید نے ...... عبادت، ریاضت، پاکیزگی ...... دعاء اور آہ و بکا سے اپنی جان کو قیمتی بنایا اور یہ جان ...... اللہ تعالیٰ کو بیچ دی ...... اس کے روشن دل اور بے قرار روح نے اپنی منزل ایک اونچی گل پوش وادی میں دیکھ لی ...... اس نے کشمیر کے لئے ''رخت سفر'' باندھا ...... ہر کسی نے اس کے عزم کی تکمیل کو ...... ناممکن قرار دیا ...... مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے سچے عشق کی لاج رکھی ...... تب پہاڑوں کو بچھا دیا گیا ...... فاصلوں کو سمیٹ دیا گیا ...... اور ہفتوں کی مسافت کو گھنٹوں کے سفر میں تبدیل فرما دیا گیا ......

مَنْ أَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ۔

جو محبوب سے ملنا چاہتے ہیں ...... محبوب بھی ان سے ملنا پسند فرماتا ہے۔

طلحہ کشمیر پہنچ گیا ...... وہ کشمیر فتح نہیں کر سکا ...... مگر جہاد کشمیر کی حقانیت کی دلیل بن گیا ...... اس نے کعبہ سے لپٹ کر شہادت مانگی ...... اس نے روضۂ اطہر پر شہادت کی التجائیں کیں ...... اس نے شہداء احد کے قدموں میں شوق شہادت کے آنسو بہائے ...... اس نے شہداء بدر کے پاس بیٹھ کر ...... اپنا گریباں چاک کر کے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کیا ...... اس نے اپنی ہر نماز، ہر عبادت اور ہر خدمت کے بعد شہادت مانگی ...... اس نے شادی کو ٹھکرایا ...... دنیا کو چھوڑا ...... ماں باپ کی محبت قربان کی ...... ننھے منے بھائیوں کے پیار کو قربان کیا ...... اپنی بہنوں کے آنسو پونچھے ...... اپنی پیاری نانی اماں سے شہادت کی دعائیں کرائیں ...... جب ایسا سچا مجاہد، سچا عاشق کشمیر میں جا کر جان دیتا ہے تو ...... یہ جہاد کشمیر کی حقانیت کی بہت روشن دلیل ہے ...... اس نے کشمیر میں جا کر کوئی بڑا طوفان نہیں اٹھایا ...... مگر اپنی جان دیکر اس نے جہاد کشمیر کا پانسہ ...... مجاہدین کے حق میں پلٹ دیا ...... بے شک شہید کی قربانی ...... ہزاروں حملوں سے زیادہ دشمن کو نقصان پہنچاتی ہے۔

دشمن کے تن پہ گاڑ دیا میں نے اپنا سر
میدان کار زار کا پانسہ پلٹ گیا

طلحہ نے آخری معرکہ...... بہت جانبازی سے لڑا...... دشمنوں کو بھر پور نقصان پہنچایا...... اور آخر میں...... تختِ دہلی پر...... اپنا سر فراز سر گاڑ دیا...... یعنی فتح اور اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا...... طلحہ شہید کی شہادت کے بعد...... کشمیر کی صورتحال میں بہت تبدیلی آئی ہے...... آج وہاں روزانہ کی بنیاد پر نئے مجاہدین میدانِ وفا میں اتر رہے ہیں...... اور تختِ دہلی مجاہدین کی یلغار سے لرز رہا ہے۔

زمانہ دیکھے گا کہ...... طلحہ شہید کا پاکیزہ خون...... اسلام، حریت اور آزادی کے کیسے کیسے رنگ دکھاتا ہے...... میرے پیارے بھانجے...... میرے شیخ اور مرشد میری آنکھوں کی ٹھنڈک...... اے طلحہ!...... منزل مبارک، شہادت مبارک ہو۔

لا الٰہ الا اللّٰہ، لا الٰہ الا اللّٰہ، لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ
وَبَارِکْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

محمد مسعود ازہر

۲۹ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ

بمطابق 10/ اکتوبر 2018ء

لیلۃ الاربعاء

شہید غزوۃ الہند

پروفیسر انور جمیل صاحب

وہ سیماب فطرت، وہ بیدار طلحہؓ
وہ شوق شہادت سے سرشار طلحہؓ
وہ محراب و منبر کی زینت کا باعث
وہ حسنِ خطابت کا شاہکار طلحہؓ
وہ عالم، مجاہد، بہادر بلا کا
وہ تھا دین حق کا وفادار طلحہؓ
وہ بے خوف، دیوانہ، حق کا فدائی
وہ میداں میں جرأت کی للکار طلحہؓ
ہوں کیوں نہ شہادت پر رقصاں براہمن
تھا کفار پہ ننگی تلوار طلحہؓ
معوذؓ، معاذؓ، ابن قاسم کا شیدا
وہ ہر دم محاذوں پہ تیار طلحہؓ
وہ مخلص، وہ جی دار پتلا وفا کا
محبت کا یاروں کا تھا یار طلحہؓ

کہا اس نے جو پورا کر کے دکھایا
وہ ہمت کا بے مثل کردار طلحہؒ
رشید اور ازہر کی آنکھوں کا تارا
وہ جیش محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سالار طلحہؒ
سپوت ایسے کم کم ہی جنتی ہیں مائیں
شجاعت، ذہانت کا معیار طلحہؒ
بہت سی حسین نسبتوں کا امین تھا
کمالات میں در شہوار طلحہؒ
وہ جنت کا باسی، وہ حوروں کا دلہا
وہ زاہد وہ دنیا سے بیزار طلحہؒ
نہ تھا آشنا عیش فانی سے انورؔ
وہ جنت کا ہر دم طلبگار طلحہؒ

میرا لختِ جگر

محترمہ اَماں جی حفظہا اللہ (شہید محترم کی نانی اَماں)

محبت کی عجیب کہانی...... ہر لفظ روشنی، ہر لفظ آنسو...... شہید کی نانی اماں محترمہ کی ایک ایسی تحریر جسے پڑھتے ہی دل کی حالت بدل جاتی ہے۔

چھپ گیا مہتاب میرا وادیٔ کشمیر میں
وہ جگہ مقصود تھی مطلوب تھی تیرے لیے

میرا لختِ جگر میرا مہتاب وادی کشمیر میں جا کر اہل کشمیر کے ساتھ وفا کرتے ہوئے اُسی مٹی میں چھپ گیا۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ اس کی یادوں کو سمیٹوں، بیان کروں، لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کہاں سے شروع کروں۔ طلحہ کی جب پیدائش ہوئی اس کی والدہ درجہ خاصہ کی طالبہ تھی۔ والدہ کی تعلیمی مصروفیات کی بناء پر اس کی پرورش کی ذمہ داری میرے حصہ میں آئی، میں نے اُسے اپنی گود میں پالا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے مجھ سے اور مجھے اس سے انوکھی محبت تھی...... جہاں میرا دل اُسے دیکھنے اور ملنے کو بیتاب رہتا تھا وہاں اس کو بھی سفر سے واپسی پر سب سے پہلے اپنی نانی جان سے ملنا ہوتا تھا۔ آخری بار بھی سب سے آخر میں مجھے آکر ملا اور رخصت ہوا۔ آج ان لمحات کو یاد کرتی ہوں جب میں نے اُسے رخصت کیا، مجھے اس وقت یقین سا ہو گیا تھا کہ اب میں اسے نہیں دیکھ سکوں گی، جیسے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوا دل میں بے اختیار یہ تڑپ ابھری کہ اسے ایک بار پھر دیکھ سکوں۔ اسی خیال میں بیٹھی تھی کہ اچانک وہ سامنے آگیا۔ میں نے اسے دیکھا اور وہ ہاتھ

ہلاتا ہوا، مسکراتا ہوا رخصت ہو گیا۔ اس کی وہی مسکراہٹ ہمیشہ نظروں کے سامنے رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید کرتی ہوں کہ وہ آخرت میں اسی طرح مسکراتا ہوا آئے گا اور سینے سے لگ جائے گا، ان شاء اللہ۔

طلحہ جب میری گود میں تھا یہ وہ دن تھے جب اس کے ماموں اور میرے پیارے بیٹے (امیرِ محترم) کو کشمیر میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ میرے شب و روز تڑپتے ہوئے گزر رہے تھے۔ انڈیا کی جیلوں میں موجود ہر قیدی کے لئے میرا دل تڑپتا تھا۔ جب دردِ دل بڑھ جاتا تو میری زبان پر یہ نظم جاری ہو جاتی تھی جسے طلحہ مزے لے لے کر سنتا تھا۔

اسلام کا ہم سکہ دنیا پہ بٹھا دیں گے
توحید کی دنیا میں اک دھوم مچا دیں گے
اسلام کے شیروں کو مت چھیڑنا تم ورنہ
تکبیر کے نعروں سے دنیا کو ہلا دیں گے

طلحہ کو یہ نظم اتنی پسند تھی کہ وہ اب تک فرمائش کر کے سنا کرتا تھا۔ دن رات مجاہدین کے تذکرے، مجاہدین کی مہمان نوازی، مجاہدین کے لئے دعائیں، بس اسی ماحول میں طلحہ نے پرورش پائی۔ اسی لیے وہ بچپن سے مجاہد تھا، وہ بچپن ہی سے جہاد کا شیدائی اور شہادت کا متوالا تھا۔ جب اس کے ماموں رہا ہوئے وہ چھ سال کا تھا، اُس نے خیبر خیبر یا ہنود، جیشِ محمد سوف یعود کے نعرے سنے، اپنی ننھی کلاشنکوف ہاتھ میں لے کر وہ ہر وقت چشمِ تصور میں کفار کے ساتھ جنگ لڑ رہا ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے بچپن ہی سے گناہوں سے دور رہنے کا شوق اور فکر عطا فرمائی تھی۔ ایک مرتبہ میں اسے اپنے رشتہ دار کے گھر لے کر گئی، وہ گھر میں جیسے ہی داخل ہوا سامنے ٹی وی چل رہا تھا، اُس کی ٹی وی پر نظر پڑی تو آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر رونے لگا، اور روتے روتے بار بار یہی کہہ رہا تھا نانی اماں میں نے نہیں دیکھا، نانی اماں میں نے نہیں دیکھا۔ جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا گیا

اُس کا جذبہ جہاد اور شوقِ شہادت بھی اس کے ساتھ پروان چڑھتا گیا۔ وہ عمرہ پر میرے ساتھ گیا، جب ہم مسجد الحرام میں داخل ہونے لگے تو وہ مجھے یہ کہتا ہوا اندر داخل ہوا کہ جیسے ہی بیت اللہ شریف پر آپ کی اور میری پہلی نظر پڑے گی میں اپنے لیے شہادت مانگوں گا، اور آپ نے بھی میرے لیے شہادت مانگنی ہے۔

اسے اپنی بات منوانا آتی تھی، اس کی دیوانگی کو دیکھ کر میں نے بھی اُس کے لئے شہادت مانگی۔ اُسے شہادت کو پانے کی بہت جلدی تھی وہ صرف شہادت نہیں بلکہ جلد شہادت مانگتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب وہ کشمیر گیا میری زبان پر ہر وقت اُس کے لئے یہی دعا جاری رہتی تھی، ربا! میرے بچے کو کسی مشکل، کسی آزمائش میں نہ ڈالنا۔ وہ تیرا دیوانہ، تیری ملاقات کا طلبگار ہے، اُسے اپنے دامن رحمت میں سمیٹ لینا، اور پھر بہت جلد خبر آ گئی کہ وہ شہید ہو گیا۔ آج جب اُس کی یاد تڑپاتی ہے تو سوچتی ہوں کہ یہ سب تو میں نے خود مانگا۔ وہ اپنی والدہ سے کہا کرتا تھا کہ اگر آپ میرے سامنے دنیا سے چلی گئیں تو برداشت کرلوں گا لیکن میری نانی اماں کو اگر کچھ ہوا تو مجھ سے برداشت نہیں ہوگا۔ اُسے نانی اماں کی جدائی گوارا نہ تھی مگر وہ خود اپنی نانی اماں کو داغِ مفارقت دے گیا۔ مجھے اُس کی شہادت پر فخر اور خوشی ہے۔ اُس کے زخمی چہرے کو تصور میں لاتی ہوں تو اُسے کہتی ہوں کہ کتنے خوش نصیب ہو تم میرے پیارے طلحہ! تمہیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت نصیب ہوگئی۔ تم سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح زخم زخم چہرہ اور جسم لے کر جنت کے مقیم بن گئے۔ تمہیں جو شوق تھا تم نے پالیا میرا رب میرے گھرانے کے ہر بیٹے کو سچا جذبہ عطا فرمائے۔ اللہ رب العالمین سے التجا کرتی ہوں میرے بچوں کی محنتوں اور کاوشوں کو قبول فرمائیں اور جس راہِ جہاد کو اُنہوں نے منتخب کیا ہے انہیں اسی پر ثابت قدمی عطا فرمائیں اور دینِ حق کی آبیاری کے لئے ہم سب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیں۔ (آمین)

میرا دنیا کے ہر کافر کے لئے یہی پیغام ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے
گونجیں گی پہاڑوں میں تکبیر کی آوازیں
یہ مٹتے مٹاتے بھی کافر کو مٹادیں گے

میرا نورِ نظر

محترمہ اُم طلحہ صاحبہ (شہید محترم کی والدہ)

جو نوجوان یا مائیں، بہنیں، بیٹیاں طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے سبق سیکھنا چاہیں، انہیں چاہئے وہ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے خوبصورت پہلوؤں پر غور کریں، اس کا جذبۂ جہاد، اس کا عالم، حافظ ہونا، اس کا یتیموں، مسکینوں سے حسن سلوک، اس کا رشتہ داروں سے خوبصورت برتاؤ، اس کا والدین کا فرمانبردار ہونا، اس کا اللہ تعالیٰ سے محبت کا جذبہ، اس کا اکثر روزے رکھنا، غرض چھوٹی سی عمر میں بڑے بڑے کام کر کے سرخروئی سے جانا، ہم سب کو پیغام دیتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے، جلدی سے توشۂ آخرت تیار کرو۔

الحمدللہ، اس مالک کا احسان ہے جس نے مجھے محمد طلحہ رشید جیسا بیٹا عطاء فرمایا۔ ثم الحمدللہ اسے اپنی راہ میں قبول فرمالیا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ أْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْراً مِنْھَا۔

میرے سامنے سوال نامہ رکھا ہے جس کے جوابات دینے کے لئے بہت دفعہ قلم اٹھایا مگر ہمت نہ پا کر واپس رکھ دیا۔ آج بہت سے پیارے لوگوں کی فرمائش اور اصرار پر قلم تھام لیا۔ رب کائنات سے توفیق کی طلب گار ہوں۔

اضطراب دل کے ہاتھوں ہم ضعیف وناتواں
گرتے پڑتے کوچۂ دلبر میں آپہنچے تو ہیں

تعارف

میں اُمِ طلحہ ہوں دین کی معمولی سی خادمہ۔

خاندانی پسِ منظر

میرے والدِ گرامی حضرت اللہ بخش صابر رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، نہایت ہی باغ و بہار شخصیت، دین وقرآن سے محبت رکھنے والے، نہایت ہی ذاکر، شاکر اور صابر انسان تھے، پوری زندگی درس وتدریس سے منسلک رہے، زندگی کے آخری سانس تک جامعۃ الصابر کے مہتمم رہے، اور اب جامعۃ الصابر کے قرآن ہال سے آتی حفاظ کرام کی تلاوت کی خوبصورت آوازوں کے درمیان اپنی قبر میں سکون سے ابدی نیند سو رہے ہیں۔ میرے دادا جان مرحوم اپنے علاقے کے معلم اور روحانی شخصیت تھے، محترمہ دادی جان صاحبہ کو قرآن اور تلاوت قرآن پاک سے عشق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اس خاندان کے بڑوں اور بچوں کو کثرت سے حفظ قرآن کی توفیق اور شوق بخشا ہے، اللہ کرے کہ یہ سعادت تا قیامت اس خاندان کا مقدر رہے۔ میرے نانا جان محترم محمد حسن چغتائی رحمۃ اللہ علیہ پوری زندگی قادنیت کے فتنے کی روک تھام کے لئے ڈٹ کر کھڑے رہے، وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی رفقاء میں سے تھے، انہوں نے اللہ کے راستے کی مشکلیں کاٹیں، جیلوں میں رہے اور اللہ رب العزت نے انہیں بار بار اپنے گھر کی حاضری بھی نصیب فرمائی۔ محترم نانا جان فرمایا کرتے تھے: میں نے اللہ رب العزت سے بہت دعائیں کی ہیں کہ اس خاندان کا کوئی فرد حج وعمرہ سے محروم نہ رہے۔ الحمدللہ ہم نانا جان

کی اس دعا کی قبولیت کا مشاہدہ رکھتے ہیں۔ میری والدہ محترمہ جو کہ میرے نانا جان کی لاڈلی صاحبزادی ہیں، ان میں محترم نانا جان کی بہت سی صفات جیسے صبر، قناعت، قبولیت دعا اور معاف کرنے کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ میری والدہ مثالی ماں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر و قناعت کے بدلے میں انہیں ایسے بیٹے عطاء فرمائے جنہوں نے باطل کا سر جھکا دیا الحمدللہ۔ میری امی جان وہ خوش قسمت ماں ہیں جن کے سب بیٹے جہاد اور دعوت جہاد سے منسلک ہیں۔ میرے پیارے بھائی امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود از ہر دامت برکاتہم مجدد جہاد ہیں۔ ان کی محنت، شوق اور ولولے کی وجہ سے الحمدللہ ہمارے خاندان کی اکثریت داعیٔ جہاد ہے اور عملی طور پر جہاد میں شامل ہے، اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے، ان کو اور ان کی جماعت کو ترقی نصیب فرمائے، ہمیشہ دشمن کے دل کی جلن رہیں۔ اللہ کے کرم سے ہم لوگ جتنے بھائی ہیں اتنی ہی بہنیں ہیں۔ ہر بھائی کے حصے کی ایک بہن ہے اور مجھے بجا طور پر یہ فخر حاصل ہے کہ میں امیرِ محترم کے حصے کی بہن ہوں، مجھے اس نسبت سے بہت برکات حاصل ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بھی عطاء فرمائی ہے کہ بہن بھائیوں کی اولاد میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے پیارے بیٹے کو چُنا ہے۔

جماعتی ذمہ داریاں اور جہادی خدمات

الحمدللہ جماعت اور جہاد کے لیے جو ہوسکتا ہے وہ کرتی ہوں۔ ابوطلحہ کی جہادی ذمہ داریوں میں ان کی معاونت کر کے جہاد میں اپنا حصہ ڈالتی ہوں۔ گزشتہ نو سال سے باقاعدہ جماعت کی تشکیل میں ہوں۔ پندرہ روزہ روحانی، ایمانی اور جہادی مجلس کے سلسلہ میں۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت تک قائم و دائم رکھے۔ ویسے تو ہمیشہ سے دعوت جہاد اور فنڈ جمع کرنے کا جذبہ اور عملی کوشش رہتی ہے اللہ کرے قبولیت نصیب ہو۔

شہید محترم کی پیدائش

میں جامعہ ہاشمیہ میں زیر تعلیم تھی، درجہ ''عالیہ'' کا سال تھا، محمد طلحہ رشید کی پیدائش ۲۴ ستمبر ۱۹۹۴ء کو کیئر ہسپتال میں ہوئی۔ جمعہ کا مبارک دن تھا میرا خوش قسمت شہزادہ اس دنیا میں آیا اور مجھے ماں کے درجے اور ممتا کے احساس سے روشناس کروایا۔

شہید کا بچپن کیسے اور کہاں گذرا؟

میری پڑھائی کی مصروفیت کی وجہ سے محترمہ امی جان صاحبہ کی بابرکت گود اور جامعہ ہاشمیہ کی درس گاہوں میں شہید کا ابتدائی بچپن گزرا۔ نہایت صابر و شاکر بچہ تھا، نہ کبھی نانی صاحبہ کو ستایا نہ مجھے تنگ کیا۔ اتنی پیاری صفات والا بچہ مجھ ناچیز کی گود میں پلا۔ عموماً یہ بات مشہور ہے کہ ذہین بچے بہت شرارتی ہوتے ہیں، وہ تو انتہائی ذہین تھا مگر شرارت بالکل نہیں کرتا تھا۔ میرے بڑے بھائی محمد طاہر انور بہت فکر کیا کرتے تھے، وہ جب طلحہ کو بردباری سے بیٹھ کر نانی جان کے معمولات میں کسی قسم کا خلل نہ ڈالتے ہوئے دیکھتے تو اکثر امی جان سے پوچھتے کہ کیا وجہ ہے کہ یہ کوئی نقصان اور کوئی شرارت نہیں کرتا؟ ایک مرتبہ محترمہ امی جان صاحبہ کافی ساری چینی اپنے پاس رکھ کر بیٹھی تھیں کہ طلحہ نے ایک مٹھی بھر کر چینی نیچے گرادی۔ اب اگر کوئی اور بچہ ہوتا اس کو ڈانٹ پڑتی مگر بھائی صاحب بے انتہا خوش ہوئے اور ٹافیاں بانٹیں۔ جب میں پہلی مرتبہ اپنے پیارے بیٹے کے ساتھ افغانستان گئی اس وقت اس کی عمر اڑھائی تین سال تھی۔ ابوطلحہ معسکر کے استاد تھے۔ محمد طلحہ کا بچپن کچھ بہاولپور اور کچھ اپنے بابا کے جہادی سفروں میں گزرا۔ کئی مرتبہ افغانستان، مظفر آباد، ہری پور جانا ہوا۔

بچپن کے اہم واقعات

شہید معسکر میں رہ کر چھوٹی سی عمر میں بہت بہادر ہو گئے۔ایک مرتبہ چھوٹی ہمشیرہ کے ساتھ نشریات والے کمرے میں تھے کہ اچانک بیٹری پھٹ گئی، وہاں جو ساتھی موجود تھے سب کے دل دھک سے رہ گئے مگر جب ان دونوں کو اندر سے نکالا تو دونوں بے خوف ہنس رہے تھے، کپڑے مکمل طور پر جل چکے تھے مگر ان دونوں کو خراش تک نہیں آئی تھی۔

اسی طرح دونوں کنکریوں اور پتھروں سے کھیل رہے ہوتے تھے، گولے فائر ہونے کی آوازیں، گولیوں کی آوازیں بہت زیادہ ہوتی تھیں مگر دونوں کبھی نہیں ڈرے۔ساتھی کہتے تھے یہ کیسے بچے ہیں جو ڈرنا تو دور کی بات سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں ہیں۔عام مشاہدہ ہے کہ شادی کے پٹاخوں کی آوازوں پر بچوں کی چیخیں نکل جاتی ہیں، مگر وہ شروع ہی سے بہادر اور بے خوف تھے۔ مجاہد بننے کا شوق، ورزشیں کرنا، اسلحے کی کھول جوڑ سیکھنا، پسٹل گلے میں لٹکانا یہ سب نورانی قاعدہ مکمل کرنے سے پہلے شہید کا معمول تھا۔ابھی گنیں اُٹھا نہیں سکتے تھے مگر کھول جوڑ سیکھ لی تھی۔ دیکھنے والوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ اتنا چھوٹا بچہ اسلحے کے نام اور کھول جوڑ جانتا ہے مگر یہ ایک کھلی حقیقت تھی کہ وہ بچہ بچپن میں وہ کچھ جان اور سیکھ چکا تھا جو اس امت کے نوجوانوں کو بھی نصیب نہیں۔ ۱۹۹۸ میں ہم کابل گئے، راستے میں قندھار بھی تھوڑا قیام کیا۔شہید نماز جمعہ پڑھنے اپنے بابا کے ساتھ گئے اور انہیں امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ہم کابل میں پورا سال رہے، وہاں اپنے بابا سے محاذ پر ساتھ جانے کی ضد کرنا، کبھی ساتھ چلے جانا، ساتھی ٹینکوں پر چڑھا دیتے تو بہت خوش ہونا، اپنے ننھے منھے ہاتھوں سے گولیوں کے خول جمع کرنا، بیلٹ لگا کر ہر وقت ہوشیار اور چوکس رہنا یہ شہید کے کام ہوا کرتے تھے، ہمارا قیام وزیر

اکبرخان میں تھا، ہمارے گھر کے سامنے قبرستان اور بہت بڑا پہاڑ تھا۔ایک مرتبہ پہاڑ کی پچھلی جانب سے بہت خوفناک آوازیں اور دھواں اٹھا، میں پریشان ہوکر سوچنے لگی کہ یہ کیا ہوگا۔شہید کہنے لگے: میں ابھی پتا کر کے آتا ہوں۔ میں خوف زدہ ہوگئی اور کہا: نہ بیٹا ایسا سوچنا بھی مت، مگر وہ تو یہ کہنے کے ساتھ آناًفاناً پہاڑ پر تیزی سے چڑھنے لگے۔ میں نے مدد کے لئے ایک فارسی بان عورت کو بلایا وہ بھاگ کر پیچھے گئی مگر اتنی دیر میں ننھا جاسوس اوپر پہنچ کر سب حال معلوم کر چکا تھا، وہ ہانپتی کانپتی اس کو لے کر خوف سے لرزتی ہوئی آئی کہ اتنے راکٹ فائر ہوئے ہیں کہ پورا گاؤں جل رہا ہے یہ دھواں وہاں سے اُٹھ رہا ہے مگر میرے بچے کے چہرے پر اطمینان تھا۔

انفاق فی سبیل اللہ کا بہت شوق تھا۔ جماعت سے اور امیر جماعت اپنے پیارے ماموں جان سے دیوانگی کی حد تک لگاؤ تھا۔ ماموں جان بھی بہت محبت اور توجہ فرماتے تھے۔ وقت رخصت فرمایا: بیٹا جو دل میں آئے مانگ لو، بہترین اسلحہ عطا فرمایا، میرے بچے کو قیمتی دعائیں زادِراہ کے طور پر دیں۔ ایک مرتبہ میرے گلے سے میرا لاکٹ اُتارا اور پوچھا امی جان آپ مجھے یہ اُدھار دے سکتی ہیں؟ میں نے حیران ہوکر پوچھا: کیا کرنا ہے؟ کہا: فنڈ میں دینا ہے، جب بڑا ہو جاؤں گا تو آپ کو بنوادوں گا۔ اپنے پیارے بیٹے کی فرمائش ٹالنا میرے بس میں نہیں تھا، میں نے کہا بیٹا لے جاؤ۔ اب میں چڑاتی تھی بیٹا جی آپ نے میرا قرض دینا ہے۔ کہتے ہم نے تو کمانا نہیں، آپ معاف کر دیں۔ جہاں جاتے انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے، فنڈ ملنے پر خوشی کا اظہار کرتے، گندم اور فنڈ جمع کرنے کے لئے دور دراز مساجد میں چلے جاتے۔ مجھے کئی دفعہ مخاطب کر کے کہا امی جان! جب میں چلا جاؤں میری طرف سے جماعت کو فنڈ دینا۔ کثرت سے روزے رکھنا۔ ہر سوموار، جمعرات کو اکثر اس کا روزہ ہوتا تھا جب وہ شہید ہوا تو وہ بھی سوموار کا دن تھا شائد اس وقت بھی اس کا روزہ ہوگا، تہجد کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت

طلحہ شہید پختہ منزل والے حافظ قرآن، عالم باعمل، بہترین گھڑسوار، عمدہ تیراک، تیراندازی کے ماہر بے مثل خطیب تھے، عاجزی اور سادگی کمال کی تھی۔

اخلاق وعادات

ان کے اخلاق کی کیا تعریف کروں؟ اپنا اور غیر جو بھی ملا گرویدہ ہو گیا، بڑوں کا ادب چھوٹوں سے پیار، شرمیلی طبیعت، مرکز میں، مدرسے میں کوئی بیمار ہے تو میرا بیٹا بے چین، کوئی ہسپتال میں ہے تو طلحہ ہسپتال میں موجود۔ خدمت کررہا ہے، کھانا بنوا کر لے جارہا ہے، مریضوں کے لئے یخنی، سویاں اور پرہیزی کھانے پکوانا، ہر ایک کی فکر کرنا ان کی عادت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کے جانے کے بعد چھوٹے، بڑے، مردوخواتین، اپنے اور غیر ان کی خوبیوں کو یاد کر کے روتے ہیں۔

ڈرتی ہوں جل نہ جائے کہیں خیمہ فلک
اے آہ سوز ناک نہ ہو تو بلند بس

پڑھائی کا سال تھا، پہلے پورا سال محاذ پر لگا دیا۔ میری خواہش اور ضد پر امتحان دینے کے لئے بدھ والے دن آئے، ہفتے کو پیپر تھا۔ اسی دن ایک طالب علم کا ایکسیڈنٹ ہوا، دونوں بازو ٹوٹ گئے، وہ طلحہ کا کلاس فیلو بھی نہیں تھا مگر وہ اس کی خدمت پر مامور رہے اور ہسپتال کے چکر لگاتے رہے بلکہ وہاں رکے رہے، مگر خدمت کا صلہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ پوری کلاس سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ سخاوت کے سمندر تھے، جو کچھ ہاتھ میں ہوتا خرچ کر ڈالتے، یہی وجہ ہے کہ جب اس حقیر دنیا کو چھوڑا تو سوائے تلواروں کے جو انعامی مقابلوں میں حاصل ہوئیں اور کتابوں

کے کوئی قیمتی چیز نہ تھی، نہ گھڑی، نہ پین، نہ موٹر سائیکل۔ جو جیب خرچ ملتا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر ڈالتے۔ جامعہ کے یتیم بچوں کا خیال کرتے، ان کو اپنے بستر دے دیتے۔ جب میں ان کے لئے کوئی اچھا بستر بناتی تو یہ ضرور کہتی بیٹا! مجھ سے سب کچھ لے کر دے دینا پر یہ نہ دینا، مگر کچھ عرصے بعد کسی ذریعہ سے پتا چلتا کہ اس کا تو بستر نہیں ہے۔ جس پر خرچ کرنا یا خدمت کرنا، بغیر کسی صلہ کے، شاباش کے، واہ واہ کے۔ ان سب چیزوں سے وہ کوسوں دور تھے۔ میرا دل چاہتا تھا میرے بیٹے کے اچھے رومال، چادریں اور کپڑے ہوں مگر بیٹے کا دل چاہتا تھا کہ یہ سب دوسرے پہنیں۔

ایک مرتبہ مجھے بتایا امی جان ملتان میں میری ملاقات ایک انڈیا کے بزرگ سے ہوئی۔ میں خادموں کے ساتھ ان کے کمرے میں داخل ہوکر ان کے پاؤں دبانے لگا۔ انہوں نے مجھ سے میرا نام پوچھا تو میں نے نام بتایا، وہ ہنسنے لگے اور فرمایا: بیٹا! تاریخ میں تین طلحہ گزرے ہیں ان کی سخاوت کی مثال نہیں، آپ کس عادت کے ہو؟ مجھے بزرگوں کی بات سن کر آپ کی بات یاد آئی جو آپ اکثر مجھے کہتی ہیں تو میں ہنسنے لگا ان کو جواب نہیں دیا۔

میں بیٹے کی جیب میں پیسے ڈالتی ماشاء اللہ جوان تھا سو ضرورتیں ہوتی ہونگی مگر جب بٹوا چیک کرتی خالی ہوتا تو میں کہتی: بیٹا! آپ کی جیبوں میں سوراخ تو نہیں ہیں میری اسی بات نے طلحہ کو ہنسا دیا۔

میرے بچے کو عید کی خوشیاں یا رمضان گھر گزارنے کے بجائے محاذ پر گزارنے میں مزا آتا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں اس دنیا میں مسافر تھا۔ میں ماں تھی میرا دل چاہتا تھا عید پر اسے ہر چیز بھیجوں، اچھے کپڑے جوتے، کھانا پینا وغیرہ۔ ایک مرتبہ اتنا سامان جمع ہو گیا جو بیگ میں پورا نہیں آ رہا تھا، ابوطلحہ نے پلاسٹک کے گندم والے بورے میں وہ سب پیک کر دیا۔ اب اگر کوئی اور ہوتا

تو وہ خوشی سے پھولے نہ سماتا مگر وہاں تو زہد تھا۔ میرا بیٹا سامان دیکھ کر رنجیدہ ہوگیا اور مجھے فون کیا کہ امی آپ نے یہ کیا کیا؟ یہاں اور بہت سے ساتھی ہیں جن کے گھر سے کچھ نہیں آتا میں ان کے سامنے شرمندہ ہوگیا ہوں۔ اس کے بعد معمول تھا جب سامان تیار کرتی فون آجاتا کہیں پھر تو آپ نے بورا تیار نہیں کر دیا؟ آخری رمضان المبارک میں میں نے فون کیا، بیٹا! دو سوٹ سلوائے ہیں آپ کے لئے۔ کہنے لگے: کیا ضرورت تھی، یہاں ساتھیوں کے پاس نئے کپڑے نہیں ہیں، آپ نہ بھیجتیں۔ میں نے کہا: آپ پہلے بتادیتے ہم کچھ نہ کچھ کرتے، کیا اب پیسے بھیج دیں؟ مجھ سے جو ہوسکا بھیج دیا وہ بانٹ کر عادت کے مطابق خوش ہوگئے اور وہ میرے سلوائے دونوں سوٹ نہ پہنچ سکے۔ آخری بڑی عید گھر پر کی۔ ہم ہر عید الاضحیٰ پر پیسے بھیجتے، وہ وہاں سے بڑا مینڈھا خرید کر اپنی قربانی کرتے، مگر اس دفعہ ہمارے ساتھ عید کرنی تھی اور انہیں کوئی بکرا پسند نہیں آرہا تھا۔ میں نے بھائی مفتی صاحب کے سامنے تذکرہ کیا، وہ دوسرے دن ساتھ لے گئے اور دونوں ماموں بھانجا بڑا سا بکرا لے آئے۔ نوجوانوں کی موبائل میں جان اٹکی ہوتی ہے مگر پیارے طلحہ نے بڑے بکرے کے شوق میں جو آخری مرتبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنا تھا اپنا موبائل بیچ دیا۔ اور بہت خوشی کے ساتھ قربانی کی۔ نانی اماں صاحبہ اور خالاؤں کو گھر بلایا، دعوت کی۔

ایک مرتبہ ماموں مفتی عبدالرؤف صاحب نے پیسے دیے کہ بیٹا! اچھا موبائل خرید لو۔ انہوں نے جا کر تیر کمان خریدی اور ماموں کو تصویر بھجوادی ماموں یہ دیکھیں میرا موبائل۔ اللہ میرے پیارے بھائی کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ انہوں نے جو توجہ اور محبت میرے شہید بیٹے کو دی میں اس کا بدلہ انہیں نہیں دے سکتی۔ وہ محمد طلحہ سے اتنی محبت کرتے تھے کہ کئی دفعہ مجھ سے اس نے کہا: امی جان! ماموں مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں، میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے کسی اور جہادی کام کی ذمہ

داری دے کر کشمیر جانے سے روک نہ دیں۔ میں کہتی تھی نہیں بیٹا! ماموں نے وعدہ کیا ہے وہ وعدہ ضرور پورا کریں گے۔ ماموں عمار سے دوستانہ تھا خوب لاڈ و پیار ہوتا تھا۔

والدین سے سلوک

میرا بیٹا انتہائی محبت و عاجزی والا، سعادت مند نوجوان تھا اور خدمت گزار اتنا کہ شائد کسی کی بیٹیاں بھی نہ ہوں۔ مگر جذبۂ جہاد گھر نہ رکنے دیتا تھا اس وجہ سے بار بار یہ کہتا: امی ابو! آپ معاف کردیں، میں آپ کی کوئی خدمت نہ کرسکا۔ حالانکہ اپنے ابو کو دبانا، میری خدمت کرنا ان کی عادت تھی۔

رشتہ دار، دوست واحباب سے سلوک

بہنوں کے لاڈ اٹھانا، ان کا خیال کرنا، ان سے ہنسی مذاق کرنا میرے بیٹے کی عادت تھی۔ ۱۷ سال وہ اکلوتے بیٹے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے دو بھائی عطا کئے، بھائیوں پر جان چھڑکتے تھے۔ یہی وجہ ہے چھوٹا بھائی ابھی تین سال کا ہے، مگر پورا دن اپنے بھیا کا تذکرہ کرتا ہے، کبھی انڈیا کو دھمکیاں دیتا ہے، اور کبھی مودی کو، اور محمد سے تو بہت پیار تھا، کہتے تھے محمد تو میری جان ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں بھائیوں کو سچا پکا مجاہد بنائے۔ آمین

رہن سہن

جب داؤد طائی نے وفات پائی تو ابن سماک نے کہا:

”اے لوگو! دنیا والے دل کے غموں، نفس کے حزن وملال اور بدنوں کی تھکاوٹ سے اُکتا گئے، اور حساب کی سختی اس کے علاوہ ہوگی، دنیا کی محبت اپنے اہل کو تھکاتی ہے دنیا وآخرت میں، اور زہد اپنے اہل کو راحت پہنچانے کا سبب بنتا ہے، اور بے شک داؤد طائی اپنے دل کی آنکھوں

سے اپنے سامنے کی اشیاء دیکھ چکے تھے۔ پس ان کے دل کی نظر نے ان کی آنکھوں کی نظروں کو ڈھانپ دیا، گویا انہوں نے اس کو نظر انداز کر دیا جس کو تم دیکھ رہے ہو، اور جس کو وہ اپنی فراست کی نظروں سے دیکھتے تھے وہ تمہاری نظروں سے اوجھل تھا۔ تم اس پر تعجب کرتے ہو وہ تم پر حیرت زدہ تھا، جب تمہیں دیکھا کہ تمہاری عقلیں دنیا کے پیچھے سوچنے میں کھوگئیں ہیں، اور تم دنیا سے محبت کرتے ہوئے دھوکے میں پڑے ہوئے ہو اور اس کی محبت نے تمہارے دلوں کو مردہ کر دیا ہے اور تم اس سے عشق کرتے ہو اور ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتے رہتے ہو تو ان کو تم سے وحشت محسوس ہونے لگی، اس لیے کہ وہ تمہارے مردہ اجسام میں زندہ کی مثال تھا۔"

ہاں! میں بھی وہی کہتی ہوں جو ابن سماک نے کہا کہ وہ ہمارے مردہ اجسام میں زندہ کی مثال تھا وہ دل کی آنکھوں سے وہ دیکھ چکا تھا جس کو دیکھنے سے ہماری آنکھیں قاصر ہیں۔ وہ پورے خاندان کا لاڈلا دوستوں، بزرگوں اور بچوں کا دلعزیز تھا، مگر اس کے باوجود بے سکون تھا، تڑپتا تھا، کوئی شادی، کوئی فنکشن، کوئی عید اس کو خوشی نہ دیتی تھی، اسے راحت ملتی تھی تو صرف محاذوں کے سوکھے ٹکڑے کھا کر۔ سب اس پر تعجب کرتے تھے کہ اس کو گھر میں اتنی عیش ملے اور وہ بھاگے مشکلات کی طرف۔ وہ اپنے عمل سے دکھا گیا کہ وہ سچا تھا۔ وہ جس چیز کا متلاشی تھا وہ شہادت تھی اور وہ شہادت کی طرف خوشی سے دوڑ کر جا رہا تھا، ماں باپ، بہن بھائیوں کی محبت اس کے پاؤں کی زنجیر نہ بن سکی۔ گویا کہ وہ کسی اور چیز کا طلب گار ہی نہ تھا وہی اس کی زندگی تھی، بل احیاء۔

ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے کرتے ہیں مگر ہمارے دعوے کھوکھلے ہیں وہ سچا تھا اپنے دعوے میں کھرا تھا، اس وجہ سے کامیاب ہو گیا۔ افغانستان کے سخت محاذوں پر رہا، محاصروں میں آیا مگر اس کی تمنا غزوۂ ہند میں شرکت کی تھی۔ جس کے گواہ اس کے پیارے ماموں طلحہ السیف ہیں۔ اس کی تمنا اپنے پاک خون سے کشمیر کی سرزمین کو سیراب کرنے کی تھی، رب نے اس پیارے کی سن لی۔

لوگ بارگاہ عالی میں مختلف نذرانے پیش کیا کرتے ہیں، شہید اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے اس نذرانہ کو قبول فرمالیتے ہیں۔ باقی مرنے کو بلآخر سب مریں گے، جیے گا کون۔ کوئی مرنا چاہے اس کو بھی موت آئے گی اور کوئی نہ مرنا چاہے تب بھی اس کو موت آئے گی۔

حصولِ شہادت کا وظیفہ

ایک حدیث شریف میں آتا ہے جو شخص روزانہ ۲۵ بار اس دعا کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کی موت نصیب فرمائیں گے۔ اور شہیدوں کی فہرست میں اس کا نام درج فرمائیں گے خواہ اس کی موت بستر پر ہی کیوں نہ آئے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔ (الاتحاف۔ج۱۰ص۲۲۷)

ترجمہ: یا اللہ! برکت فرما میرے لیے موت میں اور موت کے بعد کی زندگی میں۔

یہ تو کچھ مشکل نہیں بشرطیکہ تمنا کرو، مانگو اگر تمنا ہی نہ ہو تو پھر کیسے ہوگا۔

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ۔

میرے پیارے طلحہ کو شوق تھا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اللہ نے بھی اس سے ملنا پسند فرمایا۔

تعلیم کیوں چھوڑی؟

حفظ کرنے کے بعد میرے بیٹے کا مستقل یہی شوق اور تقاضہ تھا کہ اپنا پورا وقت جہاد کے لئے صرف کروں، اس وجہ سے اس نے درمیان میں پڑھائی چھوڑ دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ذہانت کی دولت سے نوازا تھا، میری تمنا تھی کہ میرا بیٹا عالم بنے۔ پڑھائی چھوڑی تو میں بہت دکھی ہوئی، روئی بھی سہی، فرمانبردار بیٹا تھا پریشان ہوگیا۔ مجھے سمجھاتا کہ امی جان! میں آپ کے کسی کام کا نہیں پڑھا کر کیا کریں گی؟ میں نے کبھی یہاں نہیں رہنا نہ پڑھانا ہے۔ پھر ہم ماں بیٹے نے ایک

معاہدہ کیا اور میرے بچے نے پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ معاہدہ یہ تھا کہ طلحہ کشمیر جانے کے لئے جو موسم مناسب ہوتا ہے اس میں لانچنگ کے لئے تیار رہے گا، اگر لانچ ہو گیا تو ٹھیک، اگر نہ ہو سکا تو پھر پڑھنا ہو گا اور امتحان دینا ہو گا۔ پھر طلحہ کی کوششیں بھی جاری رہیں اور پڑھائی کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ جس سال طلحہ نے عمرہ کیا بہت خوش تھا۔ پہلے پورا وقت محاذ پر رہا اب عمرے پر۔ اس سال پڑھائی کی چھٹی کی تھی مگر میں نے وہیں بتا دیا کہ بیٹا ہم نے داخلہ بھیج دیا ہے آپ نے امتحان دینا ہے۔ سعادت مند نے امتحان دیا اور کامیاب ہو گیا۔ ماشاء اللہ اس کے اساتذہ گواہی دیں گے کہ اتنا کم وقت پڑھائی کو دینے کے باوجود کتابوں کو سمجھ کر پڑھنے والا زبردست شاگرد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے سعادت کی دستار سر پر رکھی عالم بنا دیا پھر شہادت کا تاج پہنا کر اپنے پاس بلا لیا۔ وہ کسی دنیاداری یا نکمے پن کی وجہ سے پڑھائی نہیں چھوڑ رہا تھا بلکہ اس کا ایک بلند مقصد تھا جس کے حصول کے لئے وہ سب کچھ چھوڑنا چاہتا تھا۔

خاندان میں مقام

طلحہ نانی اماں کی آنکھوں کا تارا تھا، اور سب سے بڑھ کر پیارا تھا۔ امی جان ہر چیز اس کے لئے چھپا کر بیٹھی ہوتی تھیں، ماموؤں خالاؤں کا لاڈلا تھا۔ ددھیالی خاندان کا سب سے پہلا بچہ تھا اور سب کو پیارا تھا۔ محترم نانا جان کے ساتھ بچپن کی ادا تھی کہ ان کے پاؤں میں بیٹھا رہتا۔ ان کی وفات کے وقت طلحہ سفر پر تھا، بعد میں کہا کرتا تھا کہ اگر میں موجود ہوتا تو کس طرح برداشت کرتا۔ نانی اماں کے بارے میں کہتا تھا: اللہ تعالیٰ میری نانی امی جان کو میرے سامنے نہ اٹھائے۔ شہادت کے بعد پیارے ماموں مفتی عبدالرؤف صاحب نے دیکھا کہ طلحہ نانا جان کی گود میں سو رہا تھا۔

سبق آموز واقعات

ان کی ساری زندگی سبق آموز تھی، ہر بات وصیت تھی اور ہر کام حصول رضائے الٰہی کے لئے تھا۔ جہاں گئے خادم بن کر رہے، روٹیاں پکانا، سالن پکانا تندور پر روٹیاں لگانا، قرآن پاک کی تلاوت کرتے وقت رونا۔ بہت سوچتی ہوں گھنٹوں بیٹھ کر کہ طلحہ نے کبھی کسی معاملہ میں تنگ کیا؟ ضد کی؟ ماؤں کو جوان بیٹوں سے شکایتیں ہوتی ہیں مگر میرا لاڈلا تو میری ڈھال تھا۔ وہ مجھے پریشان دیکھ کر گھبرا جاتا تھا، میری تکلیف پہ تڑپ اٹھتا تھا۔ چھوٹے بہن بھائیوں کو سنبھالنا، بھاگ بھاگ کر گھر کے کام کرنا حتیٰ کہ مجبوری کی حالت میں روٹی تک پکا دینا۔ میں کہتی تھی آدمی سالن تو بنا لیتے ہیں مگر میرا بیٹا تو گول روٹی اور پراٹھا بھی بنا لیتا ہے۔ اگر کبھی ضد کی تو محاذ پر جانے کی اور فرمائش کی تو مجاہدین کو اور بیماروں کو کھانا کھلانے کی۔ جہاد کی محبت میں پڑھنا نہیں چاہتا تھا مگر والدین کی محبت میں مکمل عالم بنا۔ عالم بننے کی خوشی میں ہم نے بڑی دعوت کا اہتمام کیا، سب دوست، احباب اور پورا خاندان جمع تھا، اتنی بڑی دعوت کسی کے ولیمہ پر نہیں ہوئی، سب نے پوچھا کیا گفٹ دیں؟ کہا: میری امی جان کو گفٹ دیں یہ ان کی تمنا تھی اور یہ جو دستار ہے یہ بھی امی کی ہے۔

شوقِ جہاد

میرے بچے کو بچپن ہی سے مجاہدین سے محبت تھی، ان کے واقعات سننا اور خود مجاہد بننے کی کوشش کرنا اس کا شوق تھا۔ ''مجاہد تم کہاں ہو'' (نامی کتاب) کئی بار سنی۔ ہر بار سن کر آبدیدہ ہو جاتا تھا۔ شہباز جرنیل کئی دفعہ پڑھی، ہر دفعہ رو رو کر آنکھیں سرخ کر لیں۔ غازی بابا سے بہت محبت تھی۔ ایک واقعہ اسے بہت پسند تھا، حضرت بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کا واقعہ، یہ واقعہ اس نے کئی بار سنا۔

حضرت بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ رومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران ان کے لشکر کے پچھلے حصے کو برابر نقصان پہنچتا رہا حضرت بُسر رضی اللہ عنہ ان کے لئے کمین گاہیں بناتے مگر رومی چھپ کر ان پر حملہ کر دیتے۔ حضرت بُسر رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر سو آدمی اپنے ساتھ لئے اور لشکر سے پیچھے ایک پہاڑ کے دامن میں چھپ گئے۔ وہاں انہوں نے ایک جگہ تیس ترکی گھوڑے بندھے ہوئے دیکھے اور ان کے ایک جانب گرجا گھر تھا۔ اس گرجے میں ان گھوڑوں کے سوار تھے اور یہی لوگ اسلامی لشکر پر پیچھے سے حملے کرتے تھے۔ حضرت بُسر رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا قریب ہی باندھا اور خود اکیلے گرجا گھر میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ رومی دروازے کے بند ہونے سے حیران ہوئے اور اپنے نیزوں کی طرف بھاگے مگر نیزے اُٹھانے سے پہلے ہی ان میں سے تین زمین پر تڑپ رہے تھے۔ اور ادھر جب حضرت بُسر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے انہیں نہ پایا تو ان کی تلاش میں نکلے۔ گرجے کے پاس انہوں نے آپ کے گھوڑے کو پہچان لیا اور انہیں گرجے کے اندر سے شور بھی سنائی دیا تو انہوں نے اس میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر دروازہ بند تھا۔ چنانچہ انہوں نے چھت توڑ کر جگہ بنائی اور اندر گھس گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت بُسر رضی اللہ عنہ نے اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی آنتیں سنبھالی ہوئی ہیں اور دائیں ہاتھ سے تلوار لے کر لڑ رہے ہیں۔ جب ان کے ساتھی گرجا پر قابض ہو گئے تو حضرت بُسر رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس لڑائی میں کئی رومی مارے گئے، کئی قید ہوئے۔ ان قیدیوں نے حضرت بُسر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا: یہ بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! کسی ماں نے ان جیسا نہیں جنا ہوگا۔'' ان کے ساتھیوں نے ان کی آنتوں کو ان کے پیٹ میں واپس رکھ دیا اور اپنے عمامے پھاڑ کر ان کی پٹی کی اور انہیں اٹھا کر لے آئے، علاج کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرستی عطاء فرمادی۔

حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ اس امت کے عظیم بہادروں میں سے ایک تھے، ان کے صحابی

ہونے میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔

یہ واقعہ طلحہ شہید سب بہن بھائیوں کو جمع کر کے مجھ سے سنتے۔ پھر ایک ہاتھ میں تلوار اُٹھا کر اور دوسرے سے اپنا پیٹ سنبھالتے ہوئے تلوار چلانے کی کوشش کرتے۔ مجھے اپنے بچے کی بچپن کی یہ ادا کبھی نہیں بھولے گی۔ چہرے پر درد کے آثار لاتے، لیکن زور لگانے کے باوجود بھی ننھے ہاتھوں سے تلوار زیادہ اوپر نہ اٹھتی تھی۔ میں چشم تصور سے اپنے جگر گوشہ کو پلوامہ کے اس گھر میں ہندوؤں کے ساتھ لڑتا دیکھتی ہوں، اللہ تعالیٰ نے اس کے بچپن کے خواب کو تعبیر دی، غزوۂ ہند کا شہید بنادیا۔ میرے شہزادے کا بے داغ چہرہ گولیوں اور بارود سے چھلنی ہے۔ میرے پیارے طلحہ! ننھے ننھے ہاتھوں سے اپنی آنتوں کو سنبھالنے کی ایکٹنگ کر کے مجاہد بننے کی جو کوشش آپ کرتے تھے وہ اللہ کے ہاں قبول ہوگئی۔

ہاں! مگر جب آپ کا چھلنی چہرہ آپ کی ماں اور پیاری نانی اماں دیکھتی ہیں تو ان کا دل پھٹنے لگتا ہے، دل کو قرار نہیں آتا، ظالموں نے چہرے کا یہ حال کیا جسم کا حال کیا ہوگا؟ مگر پھر حضرت اسما بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کی یاد آجاتی ہے جو بڑھاپے کی وجہ سے نابینا ہوگئی تھیں۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ آخری مرتبہ ماں کو ملنے آئے پوچھا: ''بیٹا! یہ جسم پر سخت چیز کیا ہے؟'' کہنے لگے: ''اماں! زرہ پہنی ہے تاکہ شہادت کے بعد دشمن میرے جسم کی بے حرمتی نہ کرسکے۔'' بوڑھی ماں نے جو جملہ کہا، وہ ضرب المثل بن گیا۔ ''بیٹا! جب بکری ذبح ہوجاتی ہے تو اسے نہیں پرواہ کہ اس کے جسم کے کتنے ٹکڑے کئے گئے ہیں۔''

بس یہی چیز تسلی کے لئے کافی ہے۔ پیارے بچے! آپ کو جو زخم لگے، آپ کو کیا پرواہ! آپ تو اللہ کو جا ملے۔ میں نے جب آخری مرتبہ اپنے لخت جگر کو سینے سے لگایا تو یہی کہا: ''اللہ! میرے پاس کچھ نہیں ہے جو میں تیرے راستے میں دوں، میری یہ سب سے قیمتی اور انمول شے ہے، میں اسے آپ کے راستہ میں پیش کرتی ہوں، آپ قبول فرمالیجئے۔''

مجھ سے کہا: ''امی جان! آپ وعدہ کریں روئیں گی نہیں۔'' میں نے رو کر جواب دیا: ''بیٹا! آنسوؤں پر میرا اختیار نہیں، میں دل کی خوشی سے تمہیں بھیج رہی ہوں، اور ہمیشہ اس بات پر خوش رہوں گی، اللہ نے میری قربانی قبول کی۔''

شہادت سے کچھ عرصہ پہلے مجھ سے کہا: ''امی جان! میں نے خواب دیکھا ہے۔ یہ کہہ کر اس کا چہرہ تمتمانے لگا اور آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ میں نے کہا: ''کیا دیکھا؟'' کہا: ''امی جان! میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے پر سوار ہیں، آپ کا چہرہ مبارک میں نے سامنے سے نہیں دیکھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک عکس دیوار پر پڑ رہا تھا، وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، آپ نے میرے ہاتھ میں جھنڈا دیا، یا سورۃ النصر پڑھنے کا کہا۔'' یہ بات میرے ذہن میں متردد ہوگئی ہے۔ بہر حال دونوں باتوں میں میرے بچے کے لئے خوشخبری تھی جو اسے حاصل ہوگئی۔

پیارا طلحہ شہادت کے لئے تڑپتا تھا، اور میں اپنی ممتا کے ہاتھوں مجبور اس کی زندگی کی دعائیں کرتی تھی۔ وہ مجھ سے کہتا: ''امی جان! آپ میرے لئے سب دعائیں کرتی ہیں مگر شہادت کی دعاء نہیں کرتیں۔'' میں کہتی: ''بیٹا! میں اللہ سے دعاء کرتی ہوں، اللہ تم سے بہت کام لے۔'' وہ کہتا: ''امی جان! آپ اس لئے دعاء کرتی ہیں نہ کہ اللہ ہم سے راضی ہوجائے تو پھر بس یہ دعاء کریں، اللہ مجھے شہادت دے دے، شہادت جنت کا مختصر ترین راستہ ہے، میں آپ کی دنیا کے کسی کام کا نہیں ہوں، اللہ نے شہادت دے دی تو ان شاء اللہ آپ کی آخرت کا ذخیرہ بن جاؤں گا۔''

محاذ پر جانے کی اجازت

الحمد للہ ہم نے اپنے بیٹے کو بہت خوشی سے کشمیر جانے کی اجازت دی کیونکہ ہم نے اس کو بچپن ہی میں جہاد کے لئے میں وقف کر دیا تھا۔ کبھی اپنے کسی ذاتی کام یا مقصد کے لئے ہم نے اس کو

نہیں روکا، جتنی بھی مجبوری ہوتی نہیں بلاتے تھے۔ جب مجھ سے آخری وائس میسج کیئے تو کہا: امی! آپ پریشان تو نہیں؟ میں نے کہا: نہیں، بس یہ آنسو تو نادان ہیں نکل آتے ہیں۔ میرے دل کی بات سنو! جب بھی آپ کہیں جاتے تھے، موٹر سائیکل تیز چلاتے تھے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی تھی یا اللہ! یہ آپ کی امانت ہے اس کو آپ کے راستے کے علاوہ کہیں کچھ نہ ہو۔ میں نے جب یہ کہا تو انہوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اور کہا: جب آپ جیسی مائیں زندہ ہیں تو کفر کی خیر نہیں۔ ہمارے گھر کے قریب والی مسجد میں جب بھی جمعہ پڑھاتے اتنا پیارا بیان کرتے کہ سب کو رلا دیتے۔ میرے بڑے بھائی ابراہیم اطہر صاحب وہیں مسجد میں ہوتے ہیں، گھر آتے تو بہت زیادہ پیار کرتے، ماتھا چومتے، انعام میں پیسے دیتے اور ڈھیروں دعائیں دیتے۔ اور فرماتے: مجھ سے سب پوچھتے ہیں کہ اس کے دل میں کیسی تڑپ اور کیسا درد ہے؟ آپ کو مبارک ہو اللہ نے ایسا بیٹا عطا فرمایا۔ بھائی جان سے مسجد کے بوڑھے حضرات کہتے کہ اس بچے نے ہمیں بیدار کیا ہے اور جہاد سمجھایا ہے، جب شہادت کی خبر آئی سب بچے، نوجوان اور بوڑھے ان کی پیاری باتیں یاد کر کے غمزدہ ہو گئے۔

ایک مرتبہ کشمیر کے تذکرہ پر شہید بہت زیادہ جذباتی ہو گئے تو میں نے کہا: بیٹا! جاؤ، کشمیر اگر میری قربانی مانگتا ہے تو میں دینے کو تیار ہوں۔

شہادت پر تاثرات

کبھی بن سنور کے جو آ گئے تو بہار حسن دکھا گئے
میرے دل کو داغ لگا گئے وہ نیا شگوفہ کھلا گئے
کوئی کیوں کسی کا لبھائے دل کوئی کیوں کسی سے لگائے دل
جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

میرے پاس آتے تھے دم بدم وہ جدا نہ ہوتے تھے ایک دم
یہ دکھایا چرخ نے کیا ستم کہ مجھی سے آنکھیں چرا گئے
جوملاتے تھے میرے منہ سے منہ کبھی لب سے لب کبھی دل سے دل
جو غرور تھا وہ انہی پہ تھا وہ سبھی غروروں کو ڈھا گئے

الحمدللہ ثم الحمدللہ میں خوش ہوں، رب العالمین نے میرے بیٹے کوشہادت دے کرامر کر دیا۔ ہم نے اسے اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کیا تھا۔ وہ اللہ کا مال تھا جواس نے لے لیا۔ ہم وقف کر کے یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اب نہیں دیر سے لیں، شکر ہے اس کریم نے قبول فرمالیا۔ مجھ سے عورتیں پوچھتی ہیں، آپ کا بیٹا اتنی دور شہید ہوا، آپ اس کو دیکھ نہ سکیں، آپ کو کفن دفن نصیب نہ ہوا، کاش! اس کا جسد لایا جاتا، آپ لوگ اس کا کفن دفن کرتے، قبر کا نشان ہوتا، آپ کو تسلی ہوتی۔ میں کہتی ہوں: نہیں دل مطمئن ہے، ہمیں اس بات کا کوئی غم نہیں ہے، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا چاہتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے چلایا۔

ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے: ”جو مسلمان اپنے گھر سے جتنا دور جہاں اس کی اجل آتی ہے، دفن ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو اتنا وسیع کر دیتے ہیں۔“ ہم بھلا کیوں چاہیں ہمارے پیارے طلحہ کی قبر وسیع نہ ہو۔ ریا کاری سے کوسوں دور، اخلاص کا پیکر، میرے بیٹے طلحہ! آپ کا دل بھی چاہتا ہوگا اس دنیا میں رہنے کو، اس کی خوشیوں کو حاصل کرنے کو، لیکن تم نے بے رغبتی اختیار کی، گھٹیا چیز کو چھوڑ دیا، تم اپنی تمنا کی تکمیل تک کتنی آسانی سے پہنچ گئے، تم تو اپنی روح کے جلدی جنت میں پہنچ جانے کی وجہ سے دارِ آخرت میں کامیاب نیک بخت ہو گئے، شہرت اور ریا خود تم سے دور ہو گئی، تا کہ آپ عجب میں نہ پڑ جاؤ اور آپ اس کے فتنہ میں نہ پڑو۔ جب آپ شہید ہو گئے تو آپ کے رب نے آپ کی شہادت کے سبب آپ کو مشہور کر دیا، آپ کے عمل کو جزا کی چادر پہنا دی۔ اگر آج آپ اپنے محبت کرنے والوں کی کثرت دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو کہ

آپ کے رب نے آپ کا کتنا اکرام کیا ہے۔

جب میں نے اپنے بچے کو بھیج دیا تو لوگ عجیب وغریب سوال کرتے، کیسے بھیجا؟ کیوں بھیجا؟ کیسے اتنا بڑا دل کیا؟ مگر مجھے کچھ بے چینی نہ ہوتی، میں اطمینان سے جواب دیتی، اگر کسی کا بچہ امریکہ یا برطانیہ جا کر ڈالر اور پونڈ کمانے کی ضد کرتا ہے تو والدین خوشی سے اجازت دے دیتے ہیں، میرے بچے کا شوق اگر غزوۂ ہند میں شرکت کا ہے تو ہم اس کو کیوں روکیں؟

دل تو اس کے جانے کے دن سے بے قرار تھا مگر اس کی شہادت والے دن جو کیفیت ہوئی وہ لفظوں میں بیان نہیں کرسکتی۔ جس دن میرا بیٹا زندگی کی آخری جنگ لڑ رہا تھا اس دن میرے لبوں پر سارا دن یہ دعاء رہی:

''یا اللہ! میرے بیٹے کو اس کی من پسند چیز عطاء فرما، اسے تھکا نا نہ، اسے قید سے بچانا، اسے معذوری سے بچانا۔''

بس! میں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے بیٹے کی محبت میں اُس کی محبوب چیز ''شہادت'' اس کے لئے مانگی، جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطاء کردی۔ میں اللہ کی رضا پر راضی ہوں، اس کی جدائی مجھے رلاتی ہے مگر میرے دل میں کوئی ملال نہیں، کوئی افسوس نہیں، کوئی تمنا نہیں۔ اللہ نے مجھے اس کی پیدائش سے لے کر اس کی شہادت تک اس کی خوشیاں، کامیابیاں، نیکیاں اور بھلائیاں دکھائیں۔

''یا اللہ! میں اس سے راضی ہوں، آپ بھی اس سے راضی ہوجایئے، اسے حوروں کا دولہا بنایئے، اسے جنت الفردوس میں اعلیٰ درجہ عطاء فرمایئے۔''

جو نوجوان یا مائیں، بہنیں، بیٹیاں طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے سبق سیکھنا چاہیں، انہیں چاہیئے وہ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے خوبصورت پہلوؤں پر غور کریں، اس کا جذبۂ جہاد، اس کا عالم، حافظ ہونا، اس کا یتیموں، مسکینوں سے حسن سلوک، اس کا رشتہ داروں سے خوبصورت برتاؤ،

اس کا والدین کا فرمانبردار ہونا، اس کا اللہ تعالیٰ سے محبت کا جذبہ، اس کا اکثر روزے رکھنا، غرض چھوٹی سی عمر میں بڑے بڑے کام کر کے سرخروئی سے جانا، ہم سب کو پیغام دیتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے، جلدی سے توشۂ آخرت تیار کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اور پھر سوائے افسوس کے ہمارے پاس کچھ نہ بچے۔

پیارے طلحہ کی داستان لکھتی رہوں قلم تھک جائے گا مگر میں مکمل نہ کر سکوں گی۔ بس چند باتیں لکھ دیں، اللہ تعالیٰ ان کو نافع بنائے۔ اللہ کرے اُمت کے جوان بیدار ہوں، ماؤں میں جذبہ بڑھے، وہ اپنے دین اور ایمان اور جہاد سے بڑھ کر کسی چیز کو نہ چاہیں۔ اللہ کا دین مال مانگے، مال کی قربانی دیں، اللہ کا دین جان مانگے، جان کی قربانی دیں، اللہ کا دین اولاد مانگے، اولاد کی قربانی دیں۔

۶ نومبر ۲۰۱۷، ۱۷ صفر المظفر کو میرا نورِ نظر، لختِ جگر راہ حق میں سرزمین کشمیر کو اپنے لہو سے سیراب کر گیا، اللہ کرے اس کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں، فرشتوں کے جھرمٹ ہوں، پردیسی بیٹے کو تڑپتی ممتا کا سلام ہو۔

ثم انقضت تلك السنون و أهلها
فكأنها و كأنهم احلام
پھر وہ سال اور ان کے لوگ گزر گئے
گویا کہ وہ دونوں خواب تھے

خوش نصیب طلحہ

مولانا طلحہ السیف صاحب (شہید محترم کے ماموں)

میں نے طلحہ کی والدہ کو خط لکھا تھا اور انہیں آج تک یاد ہے۔ ’’آپ سب لوگ بہت یاد آتے ہیں لیکن جب طلحہ یاد آتا ہے تو رو پڑتا ہوں‘‘ ...... بالکل وہی منظر ہے آج ...... طلحہ یاد آرہا ہے اور میں بالکل اپنے بچپن کے انہی دنوں کی طرح رو رہا ہوں۔

اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ... اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَعْطٰی وَ لَہٗ مَا اَخَذَ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔

ہمارے گھرانے کا سب سے خوبصورت پھول، خاندان میں اپنی جنریشن کے سب سے بہترین عالم، سب سے اچھے خطیب اور سب سے نظریاتی مجاہد ’’طلحہ ابن رشید‘‘ نے اپنی منزلِ مراد پالی۔ پلوامہ میں پانچ گھنٹے جاری رہنے والا معرکہ طلحہ کی زندگی کا سب سے خوبصورت لمحہ بن گیا اور اس لمحے اس کی حد درجہ بے قرار طبیعت کو سکون وچین نصیب ہو گیا۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الشُّھَدَآءِ الْمَقْبُوْلِیْنَ۔ آمین

انڈیا والے کہہ رہے ہیں کہ خاندان چاہے تو ہم طلحہ کا جسد خاکی پاکستان بھجوا دیتے ہیں، لیکن ہم وہ کیوں چاہیں جو ہمارا پیارا طلحہ نہیں چاہتا تھا۔ کشمیر اس کا بچپن سے جنون تھا، اسے اپنی محبوب سرزمین کی مٹی مبارک ہو۔ انڈیا کو کہیں یہ خوف ستا رہا ہے کہ طلحہ کا وہاں وجود نوجوانوں میں جذبہ

حریت و جہاد کا علم نہ بن جائے۔ انڈیا پہلے افضل گورو کو رو رہا ہے۔ اب یہ ایک اور ''قبر'' ان کے لیے مزید مسئلہ نہ بن جائے۔ نہیں، ہرگز نہیں! ہمارا طلحہ وہیں رہے گا اور انڈیا کے ساتھ اس کے بدلے میں جو ہونا ہے وہ بھی ہو کر رہے گا۔ ان شاء اللہ

ماموں، بھانجا

میرا بھانجا طلحہ رشید میری شعوری زندگی کا سب سے پہلا پیار تھا اور پھر آگے عملی زندگی میں میرے اس کے ساتھ جتنے تعلق قائم ہوئے، اتنے خاندان کے کسی اور فرد کے ساتھ نہیں ہوئے، وہ میرا علمی شاگرد بھی تھا، عسکری تربیت بھی دو بار مجھ سے لی، عمرے کا رفیق سفر بھی اور مشکل ترین محاذی سفر کا جانثار ہمراہی بھی، دعوتی اسفار میں بھی مجھے اس کا ساتھ سب سے زیادہ نصیب رہا اور مدرسے میں بھی ایک طویل زمانہ صحبت رہی۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ محبت بھی بہت کی اور لڑائیاں بھی آپس میں ان گنت ہوئیں۔ طبعی اتفاق کے پہلو بھی بے شمار ہیں اور سخت اختلاف کے بھی۔ اس لئے میرے لئے بہت مشکل ہے کہ اپنی یادوں کو ایک مضمون میں سمیٹ سکوں۔ لیکن دل کو تسلی دینے کا اور کوئی طریقہ بھی سمجھ نہیں آ رہا سوائے اس کے کہ اس کی یاد سے دل بہلایا جائے۔

غالباً تعلیمی مسافرت کا تیسرا سال تھا، جب طلحہ دنیا میں آیا۔ چھٹیوں میں گھر آیا تو سارا وقت اسی کھلونے سے کھیلنے میں گزرا۔ چھٹیاں ختم ہوئیں تو کراچی آ کر جس چیز نے سب سے زیادہ ستایا وہ طلحہ کی یاد تھی۔ وہ یاد کیسی ہوتی تھی؟ ساری کیفیات میں بھول بھال گیا تھا لیکن آج یاد آ گیا کہ وہ یاد کیسی ہوتی تھی...... میں نے طلحہ کی والدہ کو خط لکھا تھا اور انہیں آج تک یاد ہے۔

''آپ سب لوگ بہت یاد آتے ہیں لیکن جب طلحہ یاد آتا ہے تو رو پڑتا ہوں''......

بالکل وہی منظر ہے آج...... طلحہ یاد آ رہا ہے اور میں بالکل اپنے بچپن کے انہی دنوں کی

طرح رو رہا ہوں۔

آپ نے یہ تو سنا ہوگا کہ فلاں بھانجے کا نام اس کے ماموں کے نام پر رکھا گیا، لیکن کبھی یہ سنا ہے کہ ماموں کا نام بھانجے کے نام پر رکھا گیا؟......آیئے آپ کو سناتا ہوں۔ طلحہ کی پیدائش کے اگلے سال ہمارے حضرت والا نے عجمی نام بدل کر عربی نام رکھوانے کی مہم چلائی۔ کئی حضرات اساتذہ اور طلبہ کے نام تبدیل ہوئے، بندہ کو بھی فرمایا گیا کہ نام بدلا جائے۔ اسی شام حضرت کے گھر صفائی کے لئے گیا تو انہوں نے پوچھا:

ارے مجاہد! کوئی نام سوچا؟

بس ذہن میں ہر وقت طلحہ، طلحہ گھومتا رہتا تھا وہی زبان پر آ گیا اور ماموں بھانجا ہم نام ہو گئے۔ مگر صرف نام ہی تو ایک ہوئے۔ وہ عرب کہتے ہیں ناں کہ لنگڑا گھوڑا، اسپ تازی کے ہم پلہ کب ہوسکتا ہے؟ سو وہ طلحہ ہمیشہ ہی جیت گیا کیونکہ اصل وہی تھا۔

جہادی اٹھان

طلحہ تین سال کا تھا جب اس نے والدین کے ہمراہ راہِ جہاد کا پہلا سفر کیا۔ معسکر میں ایک کمرہ اور کمبل تان کر باندھا گیا صحن، یہ وہ گھر تھا جس میں یہ چار رُکنی خاندان مقیم ہوا۔ اس کے والد محترم اس معسکر میں خدمات سرانجام دیتے تھے۔

میں بھی ان دِنوں وہیں ہوتا تھا اور ایک کلاس تربیت کے لئے میرے پاس تھی۔ طلحہ صبح صبح وردی پہن کر آ جاتا اور کلاس کے آگے دوڑ لگاتا۔ جب تھک جاتا تو ہم باری باری اسے کندھوں پر اُٹھا کر دوڑا کرتے اور وہ اوپر بیٹھ کر زور زور سے نعرے لگاتا۔ یہ اس کی جہادی اُٹھان تھی جو اس عمر سے شروع ہوئی۔ پھر وہ اپنے والدین کے ساتھ کابل میں بھی رہا اور چھوٹی سی عمر میں فارسی بولنے کی مہارت حاصل کی۔ کابل میں ایک بار اسے قلعہ مراد بیگ کے محاذ پر ساتھ لے گئے۔ ہم

سب مورچے میں بیٹھے تھے، باہر مسلسل گولہ باری ہورہی تھی۔ طلحہ ضد کر رہا تھا کہ اسے گولہ پھٹتے ہوئے دیکھنا ہے۔ وہ بار بار باہر نکل کر نظارہ کرنے کی ضد کر رہا تھا، ہم نے اسے ڈانٹ کر کونے میں بٹھا دیا۔ ادھر سب کسی کام میں مشغول ہوئے اور ادھر وہ بے چین روح مورچے سے باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد چپکے سے اندر آکر بیٹھ گیا۔ وہ گولہ پھٹنے کا قریب سے مشاہدہ کر آیا اور بعد میں کابل پہنچ کر سب کو اس مشاہدے کی خوفناک تفصیل بتا تا رہا۔ گولہ پھٹتا ہے تو مٹی اڑتی ہے اور پتھر سر پر آکر لگتے ہیں۔

کشمیر کا پہلا سفر بھی طلحہ کا میرے ساتھ ہوا۔ ۲۰۰۱ء میں میری تشکیل لانچنگ کے شعبے میں تھی، طلحہ اپنے والد صاحب کے ساتھ مظفر آباد آیا۔ انہیں کچھ دن وہاں رُکنا تھا تو میں اسے اپنے ساتھ نیلم لے گیا۔ واپسی کے سفر میں ہم ایک جگہ نماز کے لئے رُکے۔ سڑک ڈھلوانی تھی۔ ڈرائیور نے بے احتیاطی کی، اور ٹائر کے نیچے پتھر نہ لگائے۔ ہم نماز میں تھے کہ زوردار دھماکے کی آواز آئی۔ باہر آکر دیکھا گاڑی روڈ سے لڑھک کر کھیتوں میں گئی اور وہاں سے پھسل کر دریائے نیلم کی طرف، لیکن خوش قسمتی سے ایک بڑی چٹان سے ٹکرا کر رُک گئی۔ طلحہ اس وقت گاڑی کے پیچھے کھڑا تھا۔ مفتی محمد اصغر خان صاحب زید مجدہ نے مذاق میں کہہ دیا کہ گاڑی کو طلحہ نے دھکا دیا ہے، اس لئے گر گئی ہے، اب اسے سزا ہوگی۔ وہ ہر پانچ منٹ بعد رونی سی صورت لے کر میرے پاس آتا اور کہتا:

''ماموں! اللہ کی قسم میں نے دھکا نہیں دیا۔''

اس کی اس معصومانہ حرکت پر ہم سب ہنس پڑتے لیکن کوئی اسے جواب نہ دیتا اور وہ ہر پانچ دس منٹ بعد آکر اسی طرح روکر اپنی صفائی پیش کرتا۔ اس دن ہم جس بچے کو پریشان کر کے تفریح لے رہے تھے، آج مفتی صاحب اس کے بارے میں کہہ رہے تھے: اگر طلحہ کے گذشتہ دو سال کی جدوجہد میرے سامنے نہ ہوتی تو یہ شعر کبھی بھی عملی شکل میں سمجھ نہ آتا۔

اگر ہمت کرے پھر کیا نہیں انسان کے بس میں
یہ ہے کم ہمتی جو بے بسی معلوم ہوتی ہے

تحصیل علم اور جذبۂ جہاد

طلحہ نے قرآن مجید حفظ کیا، ابتدائی تعلیم حاصل کی، ملاقاتیں ہوتی رہیں لیکن ساتھ رہنے کا زیادہ موقع کئی سال نہ بن سکا۔ پھر یوں ہوا کہ حضرت اباجی قدس سرہ کے انتقال کے بعد میں جامعۃ الصابر آ گیا اور طلحہ سے کل وقتی رفاقت قائم ہوئی۔ وہ نوجوانی کی دہلیز پر تھا۔ اس کا درجہ خامسہ کا سال تھا، وہ کسی اور مدرسے میں پڑھنے کے لئے جا رہا تھا میں نے ضد کر کے اسے جامعہ میں روک لیا۔ اس نے شرط رکھی کہ آپ کو ہر سال ایک سبق مجھے پڑھانا ہوگا ورنہ میں کہیں اور جا کر پڑھوں گا۔ معاہدہ طے ہو گیا لیکن مجھے معلوم تھا کہ یہ آسان کام نہیں۔ طلحہ کے مشکل سوالات سے میرا واسطہ جامعہ آنے سے پہلے سے تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب میرا کتاب سے تعلق بالکل منقطع تھا اور طلحہ کی علمی اُٹھان زوروں پر تھی۔ خیر پہلے سال ہدایہ سے ابتداء ہوئی۔ اگلے سال جلالین شریف۔ اس سال اس پر ایک کیفیت طاری ہو گئی کہ بس پڑھائی چھوڑ کر محاذ پر جانا ہے۔ اس کی یہ حالت نہ تو تعلیم میں رغبت نہ ہونے کی وجہ سے تھی نہ استعداد میں کمزوری کی وجہ سے۔ وہ چونکہ زبردست خطیب تھا اور جہاد پر پُرزور ترغیبی تقریریں کیا کرتا تھا، اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ میں جو کہتا ہوں اگر خود اس پر عمل نہ کروں گا تو گناہ گار ہوں گا۔ بس وہ اس کیفیت سے مغلوب ہو گیا اور چار ماہ کشمکش کی کیفیت میں گذار کر بالآخر فیصلہ کر کے پڑھائی چھوڑ دی۔ کشمکش یہ تھی کہ وہ میری رضامندی سے پڑھائی چھوڑنا چاہتا تھا اور میری ضد تھی کہ درمیان سال ایسا کرنا بالکل نامناسب ہے۔ جب پڑھائی چھوڑنی ہو ابتداء ہی نہ کی جائے۔ وہ مجھے قائل نہ کر سکا اور میں اسے...... بالآخر وہ چلا گیا۔ اس نے اگلے چار ماہ سخت محاذوں پر انتہائی کڑے حالات میں

گذارے۔ واپس آیا تو سالانہ امتحان کا وقت قریب تھا۔ بیس دن باقی تھے۔ وہ مجھے ملتے ہی رو پڑا۔ روتے روتے اپنی کیفیات بیان کیں۔ وہ اپنی ان باتوں میں بالکل سچا تھا اور اسکے اندر لگی ہوئی آگ اس کی باتوں اور آنکھوں میں صاف نظر آ جاتی تھی، اس لئے ناراض رہنے کا امکان ہی نہ تھا۔ اس نے بیس دن امتحان کی تیاری کی۔ وفاق کا امتحان دیا اور اپنی جماعت سے ممتاز رہا۔ جونہی امتحان ختم ہوئے، ہم اکھٹے دورہ تفسیر کے لئے کراچی چلے گئے۔ ایک ہفتہ ساتھ رہ کر وہ پھر محاذ پر چلا گیا۔ رمضان المبارک کے آخری دن تھے وہ گھر واپس آیا۔ میں دعوت مہم کے پروگراموں میں شرکت کے لئے کراچی جا رہا تھا، طلحہ کو ساتھ لے لیا۔ ۲۷ کی شب ایک مسجد میں دیر رات بیان ہوا۔ سحری کے وقت دفتر پہنچے تو طلحہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ آنکھوں میں آنسو تھے اور زندگی میں مجھے پہلی بار عجیب الفاظ میں مخاطب کیا۔ یہ الفاظ اس دن سے پہلے کسی نے کہے، نہ بعد میں......

''سیّدی! ایک بات کہنی ہے۔ والدین سے میں اجازت لے چکا ہوں کہ جہاد کے لئے خود کو عملاً وقف کر دوں۔ اجازت مل گئی لیکن والدہ کی یہ خواہش بھی ہے کہ عالم بھی بن جاؤں۔ آپ ایک معاہدہ کر لیں تو ممنون ہوں گا۔ یہ سال پڑھوں گا نہیں تربیت کروں گا۔ اپنے آپ کو فٹ کروں گا۔ سال کے آخر میں آ کر کچھ پڑھ کر امتحان دے دوں گا اور آئندہ سال دورۂ حدیث مکمل کروں گا، آپ ہاں کر دیں اور بس ہاں ہی کر دیں۔''

میں نے ہاں کر دی۔ طلحہ سے ضد کی جا سکتی تھی، اس کے سچے آنسوؤں سے نہیں۔ وہ اپنے کام پر چلا گیا اور میں نے اس سال اس درجے کا کوئی سبق نہ پڑھایا۔ اس سال کے وسط میں ہمیں ایک اور سفر سعادت میں رفاقت نصیب ہوئی۔ ہم امی جان کی معیت میں عمرہ کرنے گئے۔ پورے ۲۷ دن ہم نے حرمین شریفین میں ساتھ بتائے۔ طلحہ سے تو ہم سب کو محبت تھی لیکن طلحہ کو اگر دنیا میں کسی کے ساتھ حد سے بڑھی ہوئی محبت تھی تو صرف اپنی نانی اماں سے۔ یہ وہ تعلق تھا جو

دیکھا جا سکتا تھا بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔اسی محبت میں وہ ہمیشہ دعاء کیا کرتا تھا کہ اس کی اجل نانی اماں سے پہلے آئے۔ہم مکہ مکرمہ پہنچے۔امی جی پر تھکاوٹ کا شدید اثر تھا اس لئے فوراً عمرہ نہ کر سکے، طے کیا کہ رات کو دیر سے کریں گے۔

شہادت کا دھنی

مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو میں نے طلحہ کو کہا چلو حرم شریف میں پہلی نماز پڑھ لو۔ہم مسجد الحرام کے قریب پہنچے تو طلحہ نے مجھ سے عجیب مطالبہ کر دیا۔

''ماموں ایسی جگہ پر لے جائیں کہ ہم نماز پڑھ لیں لیکن بیت اللہ شریف پر نظر نہ پڑے۔''

مگر وہ کیوں؟......راستہ بھر تو بیت اللہ شریف دیکھنے کے لئے تڑپ رہے تھے اور ایک ایک بات پوچھ رہے تھے......

''اصل میں، میں چاہتا ہوں جب بیت اللہ پر پہلی نظر پڑے تو اماں ساتھ ہوں، ان سے ایک دعا کروانی ہے۔''

ہم نے مغرب اور عشاء کی نمازیں مسجد الحرام میں ادا کیں لیکن وہ اپنے آپ کو روک کر بیٹھا رہا اور دل کی گھٹن کی وجہ سے روتا رہا۔ایک طرف دیدار کی تڑپ تھی اور دوسری طرف اس کی عجیب سی دھن جو اس پر سوار تھی۔اس نے دعا کیا کروانی تھی، یہ ہم سب کو علم تھا۔اسے بس ایک دعا چاہیے ہوتی تھی ہر کسی سے اور وہ بھی واضح الفاظ میں۔نہ کوئی شرط اور نہ کوئی سابقہ، لاحقہ۔بس سیدھے الفاظ میں اسے یہ سننا ہوتا تھا کہ اسے نوجوانی میں شہادت کی دعاء دی گئی ہے اور بس۔ واپسی کے دن اسے کہا کہ کوئی چیز اپنی پسند کی لے لو، میری طرف سے ہدیہ ہوگی۔اس نے کافی پکا کرنے کے بعد یہی مطالبہ رکھ دیا کہ آخری طواف میں بس سیدھے الفاظ میں یہ دعا کر دیں۔ اسے شہادت کی دعاء کے ساتھ یہ سننا بھی اچھا نہیں لگتا تھا کہ بہت کام لینے کی دعا دی جائے یا کسی

بڑے کارنامے کی دعا دی جائے۔بس وہ یہی چاہتا تھا کہ وہ جلد شہادت پالے۔اس کی دنیوی زندگی کا آخری دن بھی اسی امتحان میں گذرا۔اس دن اسے صبح سے قائل کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی کہ وہ اندر کام کی کوئی ذمہ داری سنبھال لے۔اور وہ جواب میں بس یہی کہہ رہا تھا کہ کوئی ذمہ داری نہیں لینی، فیلڈ میں چلنا ہے اور جلد شہید ہونا ہے۔کسے پتا تھا کہ وہ اپنے شوق شہادت کی سچائی کا آخری امتحان دے رہا ہے اور شہادت دبے پاؤں اس مکان کی طرف چلی آرہی ہے جہاں بیٹھ کر وہ اس کے علاوہ ہر چیز سے اِنکار کر رہا ہے۔

بدر......اُحد کا عاشق

عمرے کے اس سفر میں ہم جب مدینہ منورہ گئے تو طلحہ کی اندرونی کیفیت اور جذبہ جہاد و شوقِ شہادت کی آگ مزید کھل کر سامنے آئی......وہ اُحد کے میدان میں روزانہ جانا چاہتا، اکثر ایام میں ہم وہاں حاضر ہوتے رہے، جب کوئی ملنے والا آتا اور اس کے پاس گاڑی ہوتی تو اس سے فوری مطالبہ یہی ہوتا کہ اُحد کی زیارت کرادے۔اور پھر وہ اُحد آکر محویت کے عالم میں دعائیں کرتا رہتا۔ایک دن ہم رات عشاء کے بعد اُحد میں تھے اور میدان سے ہٹ کر ایک پہاڑی پر اکیلے بیٹھے تھے۔میں نے طلحہ کو بتایا کہ میں جب حج پر آیا تھا تو گروپ میں ایک صالح نوجوان طالب علم بھی تھے۔انہیں مجھ سے انس ہو گیا تھا۔ایک دن ہم اسی طرح رات کو یہاں آکر بیٹھے تھے تو ہم نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت سیّدنا سعد بن ابی وقاص اور سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کی اُحد والی سنت ادا کی تھی......ایک دعاء میں نے کی اس پر انہوں نے آمین کہی اور پھر انہوں نے دعاء کی میں نے آمین کہی تھی۔ہم کمزور، خطا کار، ناکارہ سہی لیکن جن کی نقل کی، اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے امید ہے ضرور ہمیں بھی قبولیت سے نوازیں گے، آخر جگہ تو وہی ہے۔ یہ بات سن کر طلحہ کی آنکھوں میں چمک اُتر آئی۔ مجھے کہا: ماموں آپ کی دعا تو ہو چکی اب مجھے بھی

یہ سنت ادا کروادیں۔ میں نے ہنس کر کہا: شرط یہ ہے کہ تمہاری دعاء جہری ہو، تاکہ میں بھی سن لوں۔ ان صحابہ کرام نے بھی ایک دوسرے کو سنا کر دعاء کی تھی۔ طلحہ تھوڑا سا شرمایا اور پھر مسکرا کر کھڑا ہو گیا۔ ہم دونوں محبوبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے محب و محبوب پہاڑ اُحد پر ننگے پاؤں ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہوئے اور طلحہ نے اپنی دعاء کی...... جی ہاں! پھر صرف وہی دعاء...... اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، درود شریف اور......

''یا اللہ! مجھے جوانی میں مقبول شہادت نصیب فرما۔''

طلحہ کو اللہ تعالیٰ نے جوانی بلکہ نوجوانی میں شہادت سے نوازہ...... قبولیت بھی ضرور ملی ہوگی...... ان شاء اللہ......

ایک دھن اور تھی کہ بدر جانا ہے اور وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبور پر حاضری بھی دینی ہے۔ اسے بتایا کہ یہ مشکل ہے۔ مقبرۂ بدر پر پولیس چوکی ہے، وہاں گاڑی ٹھہرا کر بھی زیارت نہیں کرنے دیتے، اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ صرف ایک امکانی صورت یہ ہوتی ہے کہ ظہر کی نماز مسجد العریش میں جماعت سے ادا کی جائے، اگر نماز کے بعد جنازہ ہو اور میت کے ورثاء کو مقبرۂ بدر میں تدفین کرنا ہو، تو ان کے ساتھ مل کر اندر جا سکتے ہیں۔ میں حج کے موقع پر دوبار گیا لیکن دونوں دِنوں جنازہ نہیں تھا۔ طلحہ کچھ مایوس ضرور ہوتا، لیکن اس کی دھن اپنی جگہ رہی۔ ہم مدینہ منورہ سے واپس حرم مکی آ گئے اور بظاہر یہ امکان نہ رہا کہ بدر حاضری ہو سکے۔ ایک دن طائف سے ایک ساتھی آ گئے۔ ان کے پاس اپنی بڑی اور آرام دِہ گاڑی تھی۔ انہوں نے پیشکش کی کہ اگر آج رات مدینہ منورہ چلنا ہو، تو میں لے جاتا ہوں۔ امی جی سے پوچھا تو وہ بھی فوراً راضی ہو گئیں اور ہم مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ بدر کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ وہی راستہ پکڑ لیتے ہیں، زیارت کرتے جائیں گے۔ یوں ہم عشاء کی نماز میں بدر پہنچ گئے۔ نماز مسجد العریش میں ادا کی اور طلحہ کی ضد شروع ہو گئی کہ مقبرہ کے اندر جانا ہے...... مگر کیسے؟

طے پا گیا کہ مولانا عمار صاحب زید مجدہ والدہ صاحبہ کے ساتھ رہیں اور ہم دونوں کہیں سے دیوار پھلانگ کر اندر جاتے ہیں۔ سڑک کی طرف سے ناممکن تھا، عقبی آبادی کی طرف گئے، وہاں سے اِمکان نظر آیا مگر دیوار اونچی تھی، مگر طلحہ کی دھن کے سامنے ہار ماننا پڑی۔ ہم دونوں اندر کود گئے اور رات کے اندھیرے میں کائنات کے سب سے عظیم شہداء کی قبور پر قدموں میں جا کر بیٹھ گئے۔ شاید آدھا پونا گھنٹہ اس سعادت کے مزے لوٹے۔ طلحہ نے دونوں ہاتھ مکمل پھیلا لئے، گریبان چاک کر دیا اور سر سے ٹوپی اتار دی اور والہانہ انداز میں دعاؤں میں مشغول ہو گیا۔ باہر والوں نے فون پر گھنٹی دی کہ نکل آؤ۔ ہم دونوں واپس چل پڑے۔ دیوار کے قریب پہنچے تو طلحہ نے رک کر انتہائی محبت سے میرا ہاتھ پکڑ لیا، نظریں جھکائیں اور گلوگیر آواز میں مجھے کہا:

''ماموں! اس احسان کا بدلہ یہاں دنیا میں نہیں دے سکتا، میری دعائیں قبول ہو گئیں تو آپ کو ایسے خوش کر دوں گا جیسے آج آپ نے مجھے خوش کیا۔''

احسان میرا اس پر نہیں، اس کا مجھ پر تھا۔ اس کی گرمیٔ عشق اور حرارتِ شوق نے مجھے بھی یہاں آنے کا حوصلہ دیا ورنہ میں کم ہمت تو دو بار یہاں آ کر لوٹ گیا تھا۔ بدر والوں کا عاشق زار طلحہ رشید، ابوجہل کی ذریت سے لڑتا ہوا بدر والوں کی شان سے دنیا سے رخصت ہوا۔ اللہ کرے اسے بدر والوں کا اس سے بھی زیادہ قرب نصیب ہوا ہو جتنا وہ اس رات ان کے قریب بیٹھا تھا۔ بدر کی یہ رات وہ مجھ سے رخصت ہونے تک کبھی نہیں بھولا تھا۔ آخری ملاقات میں اس نے اس رات کو یاد کیا، پھر وہ اپنا وعدہ کس طرح بھول سکتا ہے؟

روگی

ہمارا طلحہ ''روگی'' تھا اور روگ بھی جو اسے لاحق تھا جان لیوا تھا۔ وہ حد سے بڑھی ہوئی حساسیت میں مبتلا تھا اور اس کے ہاتھوں شدید مغلوب تھا۔ اس کے لئے جینا دشوار تھا لیکن یہ لفظ

اس کے منہ سے کبھی کسی نے نہ سنا کہ وہ کسی کے طعنوں کی وجہ سے جینا نہیں چاہتا یا کسی کے اکسانے کے سبب۔ وہ بس اپنے ہاتھوں ہی مغلوب تھا۔ وہ کوئی المناک تصویر دیکھ لیتا، کوئی درد بھری خبر سن لیتا، کوئی تحریض آمیز بیان کانوں سے گذر جاتا تو اس کی یہی کیفیت عود کر آتی تھی۔ پھر وہ روتا پیٹتا تنہائی کا شکار ہو جاتا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نکل پڑنے کی ضد پکڑ لیتا۔ اس کے والدین نے اسے بچپن سے ہی جہاد کے لئے وقف کر رکھا تھا اور سب کا اس سے یہ صرف وعدہ ہی نہیں تھا کہ اسے میدانوں کے لئے ہی بھیجا جائے گا بلکہ سب کی خواہش بھی یہی تھی کہ وہ میدان سنبھالے۔ اس کی تربیت بھی اس نہج پر کی گئی تھی لیکن ہم سب یہ چاہتے تھے کہ وہ ایک مکمل عالم بن کر میدان سنبھالے۔ ایک عالم دین اور تحریض کے ماہر خطیب کا جہاد کے عملی میدان میں ہونا کیا اثرات لاتا ہے اس پر تجربات شاہد ہیں۔ ۲۰۱۵ء میں ہماری جماعت میں ایک داخلی فتنہ اٹھا کہ جماعت کے بڑے محاذوں کی طرف نہیں آتے، عجیب بات ہے کہ اس فتنے کے بانی وہ لوگ تھے جو سالہا سال محاذوں کے شعبے کے ذمہ دار رہے مگر خود کبھی اس عرصے میں ان کے قریب تک نہیں پھٹکے تھے اور جب یہ فتنہ پھیلا کر جماعت سے چلے گئے پھر بھی آج تک انہیں اس کی توفیق نہیں ملی۔ بہر حال فتنے کا اثر ہوا اور محاذوں کے شیر اس کے زیر اثر غیبتوں کی لعنت میں مبتلا ہو گئے اور ہر طرف بے اطمینانی کا دور دورہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس سال جماعت کے کئی اہم ذمہ داران اور کئی اہل علم نے محاذوں کا رُخ کیا اور ساتھیوں کے ساتھ کارزار میں وقت گزارا۔ ان کے صرف جانے کا یہ اثر ہوا کہ فتنہ اپنی موت آپ مر گیا اور ہر طرف اطمینان کا ماحول بن گیا۔ ہم سب یہ چاہتے تھے کہ طلحہ اس طبقے کا نمائندہ بن کر میدانوں میں رہے۔ لیکن اس کا حال یہ تھا کہ خارجی حالات کا اثر انداز ہونا تو ایک طرف وہ خود کوئی تحریضی بیان کر لیتا تو اس پر یہ کیفیت طاری ہو جاتی۔ وہ خود کو ملامت کرتا اور اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر پڑھائی چھوڑ کر محاذ کی طرف نکل جاتا۔ بس یہی وہ مرحلہ تھا جہاں اسے اپنے محبت کرنے والوں کی ناراضگی کا

سامنا ہوتا۔ میرا معاملہ اس لئے ذرا بڑھ کر تھا کہ مدرسہ کی ذمہ داری میرے سپرد تھی اور وہ میرا شاگرد اور اس مدرسے کا طالبعلم تھا۔ بس نقطۂ اختلاف یہی ہوتا کہ طلحہ یا تو والدین کی خواہش کے آگے مغلوب ہو کر خود پر غالب آجائے اور یہ دورانیہ گذار لے یا پھر ان پر غالب آکر مستقل اس راستے کو اپنا لے اور اس کا معاملہ اسی غالبیت اور مغلوبیت کے مابین چلتا رہا۔ وہ خود سے مغلوب ہوتا تو چلا جاتا، پھر والدین اور دیگر بڑوں کی خواہش سے مغلوب ہو کر لوٹ آتا اور ایک مرحلہ طے کر لیتا۔ آپ تصور کر سکتے ہیں کہ ایک طالبعلم موقوف علیہ جیسے مشکل سال کی کتب صرف ایک ماہ پڑھ کر وفاقی امتحان میں چار سو سے زائد نمبر لے لے؟ سادسہ کے سال وہ اسی طرح مغلوب ہوا اور چلا گیا۔ شہادت کو خوب ڈھونڈا، نہ ملی تو رجب کے آغاز میں لوٹ آیا، تیاری کی، امتحان دیا، ممتاز درجے میں کامیابی حاصل کی، پھر چلا گیا۔ موقوف علیہ کا سال اسی طرح گذرا لیکن دورۂ حدیث کے سال کے لئے اس نے ہمارا اغلبہ قبول کیا اور پورا سال مکمل اطمینان اور صبر سے تعلیم حاصل کی اور پھر مڑ کر نہیں دیکھا۔ اس کی فراغت پر جب اس کی دستار بندی کی گئی تو اس نے گھر آکر ہنستے ہوئے اپنی دستار اُتار کر اپنی والدہ محترمہ کے سر پر رکھ دی اور کہا یہ آپ کا حق تھا جو ادا ہو گیا۔ طلحہ کی اس کیفیت نے اسے اگرچہ بہت تکلیف دی لیکن وہ اپنی اسی حالت میں سچا تھا اور اس کی سچائی کی گواہی اس کی وہ جدوجہد دیتی تھی جس سے وہ خود کو گذارتا تھا۔ وہ اس لئے نہیں جاتا تھا کہ اسے پڑھائی میں رغبت نہیں تھی یا اس کی استعداد کمزور تھی یا وہ کسی کے طعنوں سے پریشان ہو کر یہ جذباتی فیصلے کرتا تھا، بس یہ اس کے اپنے اندر کے ملامت گر کے ہاتھوں مغلوبیت تھی۔ وہ اپنی جگہ سچا تھا اور ناصحین اپنی جگہ سچے تھے۔ یوں یہ وقت بھی گذر گیا اور پھر اس کے بعد ہم بھی ایک دوسرے سے ناراض نہیں ہوئے۔ جس شخص کے اندر اس قدر حساس دل دھڑکتا ہو وہ کس قدر اذیت اور گھٹن کی زندگی گزارتا ہے یہ کیفیت الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی۔ بس آگے فرق تھوڑا یہی ہوتا ہے کہ کوئی اس گھٹن سے جان چھڑا لیتا ہے کیونکہ اس میں دوسروں پر غالب آنے کا حوصلہ ہوتا

ہے اور کوئی اس گھٹن میں روز مرتا رہتا ہے کیونکہ اپنے اوپر غالب رہتا ہے یا دوسروں کے ہاتھوں مغلوب...... مولانا مقصود شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بعد طلحہ وہ دوسرا کردار تھا جو زندگی بھر اپنے اندر اور اپنے باہر کے ساتھ اسی طرح نبرد آزما رہے کہ ہر کوئی ان کی محبت میں بھی گرفتار رہا اور نصیحت بھی کرتا رہا کہ ان سے محبت کرنا دل کی مجبوری اور انہیں سمجھانا فرائض کا تقاضا تھا۔ یہ راستہ ہر کسی کے چلنے کا نہیں۔ خاص لوگ ہی چل سکتے ہیں اور خاص لوگ ہی اس طرح نباہ سکتے ہیں۔ شاید وہ لوگ ـــــ جنہیں ادراک ہو چکا ہوتا ہے کہ ان کے پاس وقت بہت کم ہے......

خدا رحمت کنداں عاشقانِ پاک طینت را

طلحہ اور کشمیر

کشمیر طلحہ کا بچپن کا عشق تھا لیکن وہ کشمیر گیا کیسے؟ یہ وہ داستان ہے جس نے مفتی محمد اصغر خان جیسے شخص کو وہ بات کہنے پر مجبور کیا جو پہلے گزر چکی ہے۔ مفتی صاحب وہ شخصیت ہیں جنہوں نے ہزاروں مجاہدین کو کشمیر بھیجا ہے۔ کیسی کیسی عظیم مشقتوں اور خونچکاں داستانوں کے وہ تیس سال سے شاہد ہیں۔ آخر طلحہ کی جدوجہد میں پھر ایسی خاص بات کیا تھی؟......عزم وہمت کی یہ عظیم الشان داستان طلحہ شہید کے تذکرے کا لازمی باب ہے۔ آیئے! اس پر مختصراً روشنی ڈالتے ہیں۔

طلحہ کا کشمیر جانا اس کی جسمانی ساخت کے اعتبار سے تقریباً ناممکن تھا۔ اس کی وجہ اس کا بھاری بدن نہیں تھا بلکہ ایک وہ معذوری تھی جو اسے پیدائشی طور پر لاحق تھی اور ایک وہ جو تین سال قبل لاحق ہوئی۔ طلحہ کے پاؤں پیدائشی فلیٹ تھے۔ ایسے پاؤں رکھنے والے شخص کا لمبا چلنا اور خصوصاً پہاڑوں پر چڑھنا مشکل ہوتا ہے، ساتھ ہی اسے پاؤں کی ہڈی بڑھنے کا مرض تھا، یہ انتہائی تکلیف دِہ مرض تھا۔ اس کے علاج کے لئے ڈاکٹروں نے بچپن سے لکڑی کے بند اور فٹنگ بوٹ پہننے کو لازم قرار دیا۔ اس کی پابندی نہ ہو سکی تو انہوں نے کہا کہ اب آپریشن ہوں گے اور ان

کی کامیابی کی بھی کوئی ضمانت نہیں۔اسے جب یہ تکلیف زور پکڑتی تو جس طرح وہ روتا تھا وہ منظر اب بھی آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو دل کانپ اُٹھتا ہے۔آپریشن کا وقت بھی گزر گیا تو لاعلاج قرار دے دیا گیا۔طلحہ نے اس بیماری سے نجات پائی،لیکن علاج سے نہیں بلکہ محاذ پر والہانہ دعاؤں سے۔اسے یقین تھا کہ اب اگر اس کا علاج ممکن ہے تو اسی طریقے سے ہے۔وہ اپنے یقین کا پرزور انداز میں اعلان واظہار بھی کیا کرتا تھا اور ہوا بھی ایسے ہی۔اس کے پاؤں کی ہڈی بڑھنا رُک گئی اور درد بھی بس کبھی کبھار ہی ہوتا۔اسے بھی علم تھا کہ وہ اس تکلیف کے ساتھ کشمیر نہیں جاسکتا،اب جب یہ تکلیف نہ رہی تو اس کے بچپن کے جنون کشمیر نے دل میں انگڑائی لی اور اس نے اپنا رُخ اس محاذ کی طرف پھیر لیا۔ایک طویل محنت سے اپنا وزن کم کیا،پہاڑوں پر چلنے کی مشق کی،اپنے جسم کو سردی اور نمی کی مشقت سے نمٹنے کا عادی بنایا اور جب خود کو مکمل طور پر کشمیر جانے کے لئے فٹ کر لیا تو عشق وجنون کو ایک اور سخت امتحان پیش آ گیا۔ایک حادثے میں اس کے گھٹنے کے اندرونی پٹھے مکمل طور پر ٹوٹ گئے۔میں اور طلحہ اس تکلیف میں ایک دوسرے کے ''فیلو'' تھے۔۲۰۰۱ء میں مجھے یہ تکلیف پیش آئی اور آج تک اس کا اثر باقی ہے۔یہ کتنی شدید اذیت ہے،کس قدر بڑی معذوری،اس کا مجھے عملی طور پر اندازہ ہے۔طلحہ کو جب یہ تکلیف ہوئی تو میں نے اسے مستقبل کے سب مراحل سے آگاہ کیا۔وہ شدید دلبرداشتہ تھا لیکن اس نے اس عذر کے آگے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا۔اس نے اس معذوری کے ساتھ خود کو اسی طرح محنت ومشقت میں رکھا۔انجام کار پورے دو سال یہ کیفیت رہی کہ وہ تین چار ماہ محنت کرتا اور ہر گروپ کے ساتھ کشمیر جانے کی پوری تگ ودو میں لگا رہتا اور پھر گھٹنے کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک دو ماہ علاج میں گذارتا اور اس دوران اپنی محرومی کے احساس سے یوں روتا کہ دوسروں کو بھی رُلا دیتا۔اس کی اس تکلیف میں آخری دن تک کوئی تخفیف نہیں ہوئی۔وہ جب رخصت ہو رہا تھا، آخری تیاریوں کے دوران پسٹل کی فائرنگ کرتے ہوئے اس کا نشانہ درست نہیں لگ رہا تھا،

حالانکہ اس کے پاس بہت اعلیٰ قسم کا پسٹل تھا۔ وہ کچھ شرمندہ سا ہو رہا تھا۔ میں نے اسے نشاندہی کی کہ اس کی پوزیشن میں نقص ہے۔ تھوڑا گھٹنا موڑ لے تو نشانہ لگ جائے گا۔ اس نے کہا کہ ماموں میرا گھٹنا اس قابل نہیں۔ اگر میں نے اسے ذرا سا بھی خم دیا تو میں جانے سے رہ جاؤں گا۔ لیکن وہ اس حال میں بھی سب سے پر جوش اور پر عزم تھا کہ وہ اس بار ضرور کامیاب ہو جائے گا۔ رات ہم کھانے پر بیٹھے تو پھر وہی گھٹنے کا موضوع چھڑ گیا۔ کشمیر میں آرمی پیچھے ہوتی ہے اور آگے مسلسل دوڑنا ہوتا ہے اور ایک دوڑ کے بعد سانس بھی بحال نہیں ہوتا کہ دوسری آ جاتی ہے ایسے حالات میں طلحہ اس معذوری کے ساتھ سروائیو کر پائے گا؟ اس نے بڑی بے نیازی سے سب خدشات ٹھکرا کر کہا: گروپ کے ساتھیوں کی مسلسل ذہن سازی کر رہا ہوں کہ جہاں بھی ایسی صورتحال پیش آ جائے گی، میں کور فائر پر بیٹھ جاؤں گا اور آپ سب کو نکالنے کی ذمہ داری سنبھال لوں گا، اس لئے کوئی میری خاطر نہ رکے بلکہ اپنے نکلنے کی فکر کرے۔ میں لمبا وقت لڑ سکتا ہوں اور پھر شہادت مل جائے بس، اور کیا کرنا ہے۔

اس کا یہی جذبہ، ولولہ اور جوش بالآخر اسے اسی ٹوٹے ہوئے گھٹنے کے ساتھ کشمیر لے گیا اور اس نے شہادت بھی پا لی۔ چند سطور کی یہ تحریر ان کیفیات کا احاطہ نہیں کر سکتی جن سے طلحہ ان معذوریوں کے ساتھ نبرد آزما رہا لیکن ہمت نہیں ہاری۔ ایل او سی کا کوئی ایک سیکٹر ایسا نہیں جس نے طلحہ کے قدم نہیں چومے اور اسے والہانہ انداز میں رکاوٹیں روندتا نہیں دیکھا۔ بالآخر معذوری ہار گئی اور معذور جیت گیا۔ اب آپ کو مفتی اصغر خان صاحب کی بات اچھی طرح سمجھ آ گئی ہوگی کہ طلحہ کی جدوجہد میں آخر خاص بات کیا تھی جس نے انہیں اس اعتراف پر آمادہ کیا۔

اگر ہمت کرے پھر کیا نہیں انسان کے بس میں
یہ ہے کم ہمتی جو بے بسی معلوم ہوتی ہے

عاشقِ جہاد

طلحہ کو جہاد سے سچا عشق تھا، اس لئے اس نے جہاد کے ہر مرحلے کو خوب اچھی طرح طے کیا۔ ہر اچھی تربیت کی، جہاں تک ہو سکا بہترین اور مشکل ترین محاذ پر وقت کاٹا، میدان جنگ اور میدان سے پیچھے جہاد کی ہر فضیلت کو خوب کمانے کی کوشش کی۔ جہاد میں مشکل ترین کام مجاہدین کی خدمت کا ہے۔ طلحہ جہاں بھی رہا اس کا ہر رفیق گواہی دے گا کہ وہ کتنا مخلص، بے لوث اور انتھک خادم تھا۔ اس نے جہاد میں رباط کی فضیلت پڑھی تو اسے پورے ذوق وشوق سے کمایا۔ جہاد میں روزے رکھنے کی فضیلت پڑھی، میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ نفل روزے رکھنے والا مجاہد نہیں دیکھا۔ اسے گھڑسواری سیکھنے اور اس کے فضائل کمانے کا شوق ہوا۔ اس نے اس شان سے قرآنی حکم پورا کیا کہ استاد قسم کے سوار اسے دیکھ کر حیرت کا اظہار کرتے۔ سخت مزاج اور اڑیل گھوڑے کو مکمل سپیڈ میں دوڑا کر وہ دونوں ہاتھ لگام سے ہٹا لیتا، ہولسٹر سے پسٹل نکالتا، اسے لوڈ کرتا اور چلا لیتا۔ پھر اس نے تیراندازی سیکھی اور اس میں مہارت حاصل کی۔ جدید تربیتوں کے ساتھ اس نے ان قدیم جہادی فنون کو اچھی طرح سیکھا۔ اس کی یادگار ایک اعلیٰ قسم کی کمان آج بھی معسکر میں کام آرہی ہے، جو اس نے استعمال کرنے کے بعد دوسرے مجاہدین کی تربیت کے لئے وقف کر دی تھی۔ الغرض اس نے جہاد کو اپنی زندگی کا محور بنایا اور اسی محور کے گرد زندگی بتا دی۔ اس کی زندگی کا واحد شوق جہاد تھا۔ اس نے کبھی اپنے بڑوں سے کوئی مطالبہ کیا تو جہاد سے متعلق ہی کیا۔ کسی سے اچھی گن مانگی، کسی سے گھوڑا لیا، کسی سے مطالبہ کیا کہ تیر کمان لے دے اور اپنا ہر مطالبہ منوایا بھی۔ وہ ضدی تھا۔ مطالبہ کر کے پیچھے پڑ جاتا تھا اور اس کے پورا ہونے میں تاخیر اسے ہرگز گوارا نہ تھی۔ وہ خود بھی جھنجھلا جاتا اور بسا اوقات دوسروں کو بھی اس میں مبتلا کر دیتا۔ ہم سمجھتے تھے کہ وہ صرف یہاں والوں کے لئے ایسا انوکھا لاڈلا ہے لیکن وہ تو ادھر کا اصل لاڈلا نکلا۔ اس نے اپنے اصل جنون یعنی شہادت کی موت،

جلدی اورنوجوانی میں شہادت کی موت، دشمن کا سامنے سے مقابلہ کرتے ہوئے شہادت کی موت کا مطالبہ بھی آناً فاناً ہی منوالیا اور ہنستا مسکراتا چل دیا......

ہم سب نے طلحہ سے پیار کیا۔اس کی ہر خواہش اور ہر خوشی سے پیار کیا۔اس کی خواہش تھی کہ اس بار اسے ہم بہت سے لوگ رخصت کرنے جائیں، کیونکہ اسے شاید اپنی دعاؤں کی قبولیت کا یقین ہو چکا تھا اور وہ پُرعزم تھا کہ اس بار وہ ضرور جانے میں کامیاب ہوجائے گا۔ہم اس کی یہ خواہش بھی پوری کرنے گئے۔وہ جس رات گھر سے روانہ ہوا، اگلی صبح گھر میں ہماری بھتیجی کی شادی تھی۔اس کا جانا لازمی تھا، سو اس کے ساتھ دلہن کے دو چچا، ماموں، بڑا بھائی اور گھر کے دیگر کئی افراد نکل پڑے۔شادی میں شرکت سے بڑھ کر اس کی خواہش اور خوشی کی تکمیل تھی اور الحمد للہ ثم الحمد للہ ہمارے گھروں میں کوئی ان معاملات کو اہمیت بھی نہیں دیتا۔ہم اس کے ساتھ جہاں تک جا سکے، گئے۔وہ اپنے والد محترم کے سینے سے لگ کر رخصت ہوا......ہم سب اسے رخصت کرتے ہوئے جذباتی ہوئے لیکن وہ اپنے اندر کی کیفیات کو دبائے رہا......اور بس ہنستا ہی رہا۔ اسے کسی سے رخصت ہونے کا کوئی غم تھا نہ کوئی جذباتی تعلق......اس کے آڑے آ رہا تھا......اور اندر کشمیر جانے کی خوشی اس قدر سوار تھی کہ وہ اپنی گن بھول کر نکل پڑا جو اسے پیچھے جا کر پہنچائی گئی......ہاں لیلائے شہادت کے سچے عاشقوں کو جب اسکا جلوہ اپنی طرف کھینچتا ہے تو ایسی ہی کیفیات ہوتی ہیں......طلحہ کشمیر چلا گیا......اور پھر وہاں سے آگے نکل گیا......یہی ہمارے طلحہ کی خواہش تھی......اور یہی خوشی......اب جب بھی طلحہ کو یاد کرتے ہیں، غم ہوتا ہے......جب کبھی اس کا ذکر ہوتا ہے، دل درد سے بھر جاتا ہے......

لیکن......طلحہ پتّر تو خوش ہے، تیری خوشی اسی میں ہے تو بس یوں سمجھ لے ہم بھی خوش ہیں، تیری خوشی کے ساتھ خوش ہیں۔

بَلۡ اَحۡیَاءٌ

امیر المجاہدین حضرۃ مولانا محمد مسعود ازہر صاحب

ابھی صرف اکیس دن پہلے ایک مجلس سجی...... اس میں کلمہ طیبہ، نماز اور جہاد کی دعوت کے ساتھ ''شہادت'' بھی بیان ہوئی...... شہید کی زندگی، شہداء کرام کی حیات...... اور قرآن مجید کا اعلان {بَلۡ اَحۡیَاءٌ}...... اس مجلس میں وہ ''دیوانہ'' بھی تھا اور بھی بہت سے ''دیوانے''...... چمکتی، مسکراتی...... نور یقین سے دمکتی...... سچے آنسوؤں سے بھیگتی آنکھیں...... اور انتظار کی گرم گرم آہیں...... پھر ایک رات وہ ملنے آگیا اور سینے سے لپٹ گیا...... میں جا رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ''یقین'' کی دولت عطاء فرمائیں...... اللہ تعالیٰ کی ذات کا یقین...... اللہ تعالیٰ کی باتوں کا یقین...... اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا یقین...... ہاں بے شک! یقین بڑی نعمت ہے...... اور بے یقینی بڑا وبال......

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ اِیۡمَانًا دَائِمًا وَّیَقِیۡنًا صَادِقًا۔

دیوانہ چھا گیا

جمعۃ المبارک کے دن...... جمعہ نماز کی پہلی اذان ہوتے ہی ''خرید و فروخت'' ناجائز ہو جاتی

ہے......صرف خرید وفروخت ہی نہیں بلکہ...... ہر وہ کام جو جمعہ نماز کے لئے جانے میں رکاوٹ بنے......گپ شپ ہو یا کھیل کود......نیند ہو یا مطالعہ......یا کچھ بھی......جمعہ کی اذان کے بعد سب ناجائز......اب ایک ہی کام کرنا ہے......اور وہ ہے جمعہ نماز کے لئے لپکنا......یعنی اہتمام و شوق سے جانا......یہ بڑا اہم مسئلہ ہے......آج اسی پر لکھنے کا ارادہ تھا......کئی فتاویٰ اور حوالے بھی جمع کر رکھے تھے......مگر ایک ''دیوانہ'' دل ودماغ پر چھا گیا......اور اس نے خیالات سے لے کر آنسوؤں تک ہر جگہ اپنی حکومت قائم کرلی......پھر کوئی اور موضوع کس طرح یاد رہتا؟......

سب کچھ لٹا کے راہِ محبت میں اہلِ دل
خوش ہیں کہ جیسے دولت کونین پا گئے
صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

جگر مرحوم نے بالکل درست فرمایا۔

میں ہوں دیوانۂ بے کس کہ جب گلشن میں جا نکلا
تو اک شورِ قیامت ہو گیا برپا عنادل میں

اللہ تعالیٰ ہمیں یقین نصیب فرمائے......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں:

(۱) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی مغفرت کردی جاتی ہے اور جنت میں اس کا مقام اس کو دکھلا دیا جاتا ہے۔

(۲) اسے عذاب قبر سے بچالیا جاتا ہے۔

(۳) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہتا ہے۔

(۴) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں

سے بہتر ہے۔

۵ بہتّر (۷۲) حور عین سے اس کا نکاح کرادیا جاتا ہے۔

۶ اور اس کے اقارب میں سے ستر کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (ترمذی)

سبحان اللہ! کیسے بلند فضائل ہیں...... اور کیسے اونچے مقامات...... جن کو یقین ہے وہ پا لیتے ہیں...... اور اُن کا راستہ ہی اُن کی منزل بن جاتا ہے...... اسی لئے ''دیوانے'' کامیاب رہتے ہیں ۔

یوں تو ہونے کو گلستاں بھی ہے ویرانہ بھی ہے
دیکھنا یہ ہے کہ ہم میں کوئی دیوانہ بھی ہے
حاصلِ ہر جستجو آخر یہی نکلا جگر
عشق خود منزل بھی ہے ، منزل سے بے گانہ بھی ہے

جان بے قرار

ابھی صرف اکیس دن پہلے ایک مجلس سجی...... اس میں کلمہ طیبہ، نماز اور جہاد کی دعوت کے ساتھ ''شہادت'' بھی بیان ہوئی...... شہید کی زندگی، شہداء کرام کی حیات...... اور قرآن مجید کا اعلان {بَلْ اَحْيَاءٌ}...... اس مجلس میں وہ ''دیوانہ'' بھی تھا اور بھی بہت سے ''دیوانے''...... چمکتی، مسکراتی...... نور یقین سے دمکتی...... سچے آنسوؤں سے بھیگتی آنکھیں...... اور انتظار کی گرم گرم آہیں...... پھر ایک رات وہ ملنے آگیا اور سینے سے لپٹ گیا...... میں جا رہا ہوں ۔

پھر دل ہے قصد کوچۂ جاناں کیے ہوئے
رگ رگ میں نیشِ عشق کو پنہاں کیے ہوئے

پھر عزلت خیال سے گھبرا رہا ہے دل
ہر وسعت ِخیال کو زنداں کیے ہوئے
پھر چشم شوخ دیر سے لبریز شکوہ ہے
قطروں کو موج، موج کو طوفاں کیے ہوئے
پھر جان بے قرار ہے آمادۂ فغاں
سو حشر اک سکوت میں پنہاں کیے ہوئے
پھر کیف بے خودی میں بڑھا جا رہا ہوں میں
سب کچھ نثار شوقِ فراواں کیے ہوئے

قیامت کے دن...... اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم میرے ان دوستوں کو لے آؤ جنھوں نے میری رضا کے لئے اپنا خون بہایا تھا، پھر شہداء آئیں گے اور قریب ہو جائیں گے۔

(کتاب الجہاد لا بن مبارک)

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے قریب...... اللہ تعالیٰ کے دوست...... اللہ تعالیٰ کے پیارے...... دیوانوں کو ان کی دیوانگی مبارک ہو۔

واہ رے شوق شہادت! کوئے قاتل کی طرف
گنگناتا ، رقص کرتا، جھومتا جاتا ہوں میں
میری ہستی شوق پیہم، میری فطرت اضطراب
کوئی منزل ہو مگر گذرا چلا جاتا ہوں میں

زندگی کی تلاش

زندگی یعنی ''حیات'' بڑی نعمت ہے...... دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اسی ایک نعمت کے ساتھ

جڑی ہوئی ہے...... اگر زندگی نہ ہوتو...... پھر کچھ بھی نہیں ہوتا...... اللہ تعالیٰ نے ''انسان'' کو زندگی بخشی...... جب انسان نے زندگی دیکھی تو اس کا عاشق ہو گیا...... جان ہے تو جہان ہے......

انسان جانتا ہے کہ...... وہ موت سے نہیں بچ سکتا...... مگر پھر بھی وہ یہی کوشش کرتا رہتا ہے کہ اس کی زندگی قائم رہے...... باقی رہے...... ماضی کے لوگوں نے طرح طرح کی دوائیاں بنائیں...... طرح طرح کے وظیفے کئے...... اور اب سائنسدان اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ...... انسان کس طرح زیادہ سے زیادہ لمبی زندگی پالے...... مگر ابھی تک کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکی...... انسان نے ہر حال میں مرنا ہی ہوتا ہے...... مصر کے فرعونوں نے اپنی لاشیں محفوظ رکھنے کی دوائیاں ایجاد کیں...... اُن کا خیال تھا کہ...... جسم اور روح میں گہرا رشتہ ہے...... دونوں سالہا سال اکٹھے رہے ہیں...... اب ''روح'' اس ''جسم'' سے روٹھ کر چلی گئی ہے...... لیکن اگر جسم سلامت رہا تو کسی دن ''روح'' واپس آجائے گی...... لوگ دنیا میں شادیاں کرتے ہیں...... تاکہ اولاد ہو...... اور اولاد اپنی زندگی کا حصہ ہوتی ہے...... اولاد اور نسل چلتی رہے گی تو گویا کہ انسان کی زندگی چلتی رہے گی...... کئی لوگ یادگار عمارتیں بناتے ہیں کہ...... ان عمارتوں کے ذریعہ ان کا نام زندہ رہے گا...... خلاصہ یہ کہ...... انسان زندگی کے پیچھے دوڑ رہا ہے...... مگر اپنی محدود عقل کی وجہ سے ابھی تک...... موت کو شکست دینے کا راز وہ معلوم نہیں کر سکا...... انسان بے چارہ ہے بھی کتنا سا؟...... پانچ چھ فٹ کا ایک کمزور سا ڈھانچہ...... جبکہ کائنات بہت بڑی ہے...... اتنا بڑا آسمان، اتنی بڑی زمین...... بڑے بڑے سمندر اور پہاڑ...... سورج اور چاند...... انسان ابھی تک اپنی زمین کو پورا نہیں دیکھ سکا...... جبکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں...... زمین سے بڑے بڑے سیارے، ستارے اربوں کھربوں کی تعداد میں موجود ہیں...... سائنسدان ابھی تک ان ستاروں کی گنتی نہیں کر سکے جو نظر آرہے ہیں...... مگر وہ کتنے ہوں گے جو نظر نہیں آرہے؟

اتنی بڑی کائنات...... اتنا وسیع نظام...... نہ انسان اس کے بارے میں سوچ سکتا ہے اور نہ

اندازہ لگا سکتا ہے...... پھر اللہ تعالیٰ جو اس کائنات کا خالق ہے...... وہ کتنا عظیم ہوگا؟...... اللہ اکبر کبیرا...... اسی اللہ تعالیٰ نے موت بھی بنائی اور زندگی بھی...... اور یہ فیصلہ سنا دیا کہ ہر زندہ نے ضرور مرنا ہے...... پھر موت سے کون بچ سکتا ہے؟...... موت کو کون شکست دے سکتا ہے؟...... فرعونوں کی لاشیں دوبارہ زندہ نہ ہو سکیں...... البتہ لوگوں کے ہاتھ کا کھلونا بن گئیں...... فاتحین کی یادگاریں اور عمارتیں...... طوفانوں اور زلزلوں نے گرا دیں...... اب وہی ''رب کائنات'' اپنی سچی کتاب میں...... زندگی کا راز بیان فرماتا ہے کہ...... میرے راستے میں جان دے دو...... اور مجھ سے ''زندگی'' لے لو...... بس موت کو شکست دینے کا یہی ایک طریقہ ہے...... شہادت فی سبیل اللہ...... اسی لئے قرآن مجید میں دو جگہ بڑی تاکید کے ساتھ فرما دیا...... {بَلۡ اَحۡيَآءٌ} کہ شہید زندہ ہے...... یہ کوئی اعزازی اعلان نہیں...... بلکہ انعامی اور حقیقی اعلان ہے...... پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا کہ...... وہ اللہ تعالیٰ کا رزق بھی کھا پی رہے ہیں...... برزخ کی روحانی زندگی کھانے پینے کی محتاج نہیں...... مگر یہ شہید کی الگ اور خاص زندگی ہے جس میں وہ کھاتا پیتا بھی ہے...... شہداء کی غمزدہ ماؤں کو...... کیسی عظیم خوشخبری ہے...... تم یہی چاہتی تھی کہ تمہارا بیٹا اچھا کھائے، اچھا پیئے...... وہ دیکھو {عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ}...... وہ اپنے رب کا رزق کھا پی رہا ہے...... ایسا رزق تم تو انہیں نہیں دے سکتی تھیں...... پھر ساتھ مزید تاکید کے لئے...... یہ بھی فرما دیا کہ وہ بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں...... {بَلۡ اَحۡيَآءٌ}...... {بَلۡ اَحۡيَآءٌ}...... وہ زندہ ہیں...... وہ زندہ ہیں...... معلوم ہوا کہ...... موت اُن پر آئی مگر شکست کھا گئی اور ان کے لئے زندگی بن گئی...... شہید کے مرنے کا انکار نہیں...... وہ ضرور مرا ہے...... مگر اس کے مردہ ہونے کا انکار ہے کہ...... وہ موت آنے کے بعد مردہ نہیں ہوا...... انہیں مردہ کہو گے تو قرآن کے نافرمان...... انہیں مردہ سمجھو گے تو قرآن کے نافرمان...... تو پھر ہم انہیں کیا سمجھیں...... فرمایا: {بَلۡ اَحۡيَآءٌ}...... وہ زندہ ہیں...... انہیں زندہ مانو...... انہیں زندہ سمجھو۔

ہاں! ان کی یہ زندگی...... تمہاری محدود عقل سے سمجھی نہیں جاسکتی...... مگر تم نے نہ عرش دیکھا...... نہ کرسی...... مگر یقین رکھنا ضروری ہے کہ...... عرش بھی ہے اور کرسی بھی...... پس اسی طرح یہ یقین رکھنا لازمی ہے کہ...... شہید زندہ ہے...... دیوانے کو سلام...... دیوانے کو پیار...... اس کے ہم سفر اور ہم منزل کو سلام۔

طلحہ شہید بڑا کام کر گئے

مکتوب خادم

اللہ تعالیٰ ''شہداء'' کی شہادت قبول فرمائے...... انڈیا ایک ''دیوانے'' کی شہادت پر خوشیاں منا رہا ہے...... حالانکہ ''دیوانہ'' کامیاب رہا...... دشمنوں کے لئے اپنے خون کی ''دلدل'' بنا گیا...... ایک نئی یلغار کا افتتاح کر گیا...... ایک نئی قطار کو راستہ دکھا گیا...... اپنوں کے لئے سعادت اور دشمنوں کے لئے ماتم کا سامان کر گیا...... ماشاء اللہ بڑا کام کر گیا...... ہاں! سچ کہتا ہوں بڑا کام کر گیا...... عنقریب دوست اور دشمن سب تسلیم کرینگے کہ واقعی بڑا کام کر گیا...... اللہ تعالیٰ قبول فرمائے...... ہمیں بھی چکھائے...... ہمیں بھی پلائے...... اللہ تعالیٰ کی یہ دنیا رازوں اور پردوں سے بھری پڑی ہے...... اللہ تعالیٰ کسی کسی کو راز سمجھاتے ہیں، کسی کسی کے لئے پردے ہٹاتے ہیں۔

طلحہ روشن ستارہ

مکتوب خادم

اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے...... جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ضائع نہیں فرمائے گا...... پیارے طلحہ کو خواب میں دیکھا دور تک مار کرنے والی ہیوی مشین گن اٹھا رکھی ہے...... تعبیر یہ سمجھ آئی کہ ہمارے طلحہ کا جہاد دور دور تک پھیلے گا...... اور اس کے انتقام کی آگ دور دور تک برسے گی ان شاء اللہ...... طلحہ تو اپنے غریب ماموں کو چھوڑتا ہی نہیں...... کبھی قبرستان جا بٹھاتا ہے تو کبھی سونے نہیں دیتا...... رات کو طلحہ آ جائے اور نیند کو بھگا دے تو میں اسے خیالات میں کہتا ہوں ؎

(قتیل شفائی کی نظم کچھ اضافے کے ساتھ)

ستارو تم تو سو جاؤ پریشاں رات ساری ہے!
سکوتِ مرگ طاری ہے ستارو تم تو سو جاؤ
ہنسو اور ہنستے ہنستے ڈوبتے جاؤ تم خلاؤں میں!
ہمیں پر رات بھاری ہے ستارو تم تو سو جاؤ
ہمیں تو آج کی شب پو پھٹے تک جاگنا ہوگا!
یہی قسمت ہماری ہے ستارو تم تو سو جاؤ
کہے جاتے ہو رو، رو کر ہمارا حال دنیا سے!
یہ کیسی رازداری ہے ستارو تم تو سو جاؤ

ہمیں بھی نیند آجائے گی ہم بھی سو ہی جائیں گے!
ابھی کچھ بے قراری ہے ستارو تم تو سو جاؤ
اگر ماموں کو اپنے پاس ہی تم نے بلانا ہے!
ارے! ہم آ ہی جائیں گے ستارو تم تو سو جاؤ

بی بی! میں تیرے مقدراں توں صدقے

مولانا مفتی عبدالرؤف اصغر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (شہید محترم کے ماموں)

خود قربان ہونے کا شوق اور اللہ کے راستے میں اچھی چیز قربان کرنے کا شوق اسے سب سے ممتاز بنا گیا۔ پیارے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان اور مال دونوں سے اپنے رب کو راضی کیا۔ جو کچھ دنیا میں تھا وہ سب کچھ لے کر میدان جہاد میں اللہ کے ہاں پیش کر دیا۔ اس کی ہر ادا نرالی تھی۔ وہ خود ولی اللہ تھا لیکن ہر وقت عاجزی سے دعاؤں کی درخواست کرتا رہتا۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر کرم اور احسان کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا اور درود وسلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر کہ جن کی بدولت یہ لازوال اور حسین نعمت ہمیں نصیب ہوئی۔

میں نہ تو کوئی مضمون نگار ہوں اور نہ ہی کوئی کالم نگار کہ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ تحریر کر سکوں۔ لیکن حکم ہوا اور حکم بھی وہاں سے ہوا جہاں انکار کرنا ممکن نہیں تو "پیارے طلحہ شہید" کے بارے میں یہ چند بے ترتیب سے جملے حاضر ہیں۔ لکھنا تو نہیں آتا بس بندہ کے پاس "طلحہ شہید" کے کچھ صوتی اور تحریری پیغامات محفوظ ہیں۔ اس مضمون میں انہی پیغامات کا ذکر کروں گا۔

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لفظ میں بیان کرنا ہو تو اس کے لئے حضرت امیر محترم حفظہ اللہ نے بہت خوبصورت لفظ منتخب فرمایا "دیوانہ"...... بلاشبہ وہ دیوانہ تھا۔ وہ عبادت کا دیوانہ، وہ رب کی محبت کا دیوانہ، وہ اسلام کا دیوانہ، وہ ایمان کا دیوانہ، وہ جہاد کا دیوانہ، وہ ذکر اللہ کا دیوانہ، وہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیوانہ، وہ سراپا دیوانگی اور عشق میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ اخلاص اور للہیت میں کھویا ہوا دیوانہ، وہ حرمین کا دیوانہ، وہ جہاد کے میدانوں کا دیوانہ اور شہادت کا سچا دیوانہ تھا اور بالآخر یہ دیوانگی اسے منزل مقصود تک پہنچا کر رہی۔

اس کے چند پیغامات من وعن پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اس کا جذبۂ جہاد کس عروج پر تھا اور میدان جہاد میں نکلنے کی کیسی تڑپ تھی:

''سلام ماموں جان! میں پہلے گروپ میں ہی ہوں نا؟ چاہے وہ اجلاس کے بعد ہو یا پہلے؟ امید ہے کہ پہلے چلا جائے گا۔ میں اسی میں شامل ہوں۔ فائر وغیرہ بھی چل رہے ہیں، بس اسی میں مجھے بھیج دیجئے گا۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔ تکلیف کی معذرت۔ اجلاس کے بعد والی بات نے مجھے پریشان کر دیا تھا۔ یہ نہ ہو کہ اس گروپ میں رہ جاؤں۔ پھر معذرت تنگ کرنے پر۔''

ایک اور پیغام موصول ہوا جس میں طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

''السلام علیکم ماموں جان! الحمد للہ قرآن پاک ختم ہو گیا۔ کل ان شاء اللہ ایک کام کے لئے جانا ہے۔ خصوصی دعاؤں کی درخواست۔ (............) والے سامان کی بہت ضرورت ہے اگر آسانی سے کوئی ترتیب بن سکے تو بہت آسانی ہوگی۔''

ایک صوتی پیغام موصول ہوا جس میں طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''ماموں! بہت عرصہ آپ کے ساتھ گزرا۔ نکما تھا، بہت سی باتیں اور کام غلط ہوئے ہوں گے۔ مجھے معاف کر دیجئے گا۔ کوئی بھی بات دل میں ہو تو مجھے معاف کر دیجئے۔ دعاؤں میں کبھی نہیں بھولئے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزائے خیر عطاء فرمائے۔ بس مجھے بھول مت جانا۔ میں بھی آپ کو کبھی نہیں بھولوں گا۔ ہر وقت اور ہر جگہ آپ کو دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں اور آئندہ بھی رکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اولاد سے خوشیاں عطاء کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نسلوں میں جہاد اور دین کے خادم پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دنیا اور آخرت سنوار دے اور ایسی

سنوارے کہ لوگ آپ رشک کریں اور اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔ میرے لئے بھی بہت دعاؤں کی درخواست۔"

اور صوتی پیغام بھیجا کہ:

"ماموں جان! مجھے (...........) ملے تھے اور کہا کہ مفتی صاحب نے آپ کے بارے میں بہت زیادہ سفارش کی ہے۔ لیکن اگر آپ ایک رات میں (...........) اتنے کلومیٹر طے کر لیتے ہیں اور صبح تھکن کے آثار بھی نہ ہوں تو ابھی جو گروپ جا رہا ہے آپ کو اس میں بھیج دیں گے۔ الحمدللہ میں نے اسی رات (...........) اتنے کلومیٹر کا فاصلہ بائیس کلو وزن اٹھا کر مکمل کیا اور صرف ساڑھے پانچ گھنٹوں میں۔ ابھی تک یہاں ایسا کوئی نہیں کر سکا اور صبح تھکن کے آثار بھی نہ تھے اور باقاعدہ صبح ورزش بھی کی تھی۔"

ایک اور صوتی پیغام موصول ہوا جس میں طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"آپ میرے لئے دعاء فرما دیں کہ اللہ مجھ سے خوب کام لے۔ ان شاء اللہ ایسا کام کریں گے کہ آپ کو خوشی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعے آپ کو اور امت مسلمہ کو خوشیاں دے۔ آمین"

میدانِ جہاد سے ایک صوتی پیغام موصول ہوا:

"یہاں کچھ زیادہ مسئلہ ہو گیا ہے۔ اس علاقے میں مجاہدین کی کافی آمد و رفت کی وجہ سے سیکیورٹی بہت بڑھ گئی ہے۔ حالات ہمارے لئے کافی خراب ہو گئے ہیں۔ گھر والوں کو اطلاع نہ کیجئے گا ورنہ وہ پریشان ہو جائیں گے۔ دعائیں فرما دیں کہ رات کسی طرح نکل جائے تو صبح کسی محفوظ مقام کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

یہ چند پیغامات جو لکھ دیے۔ ایسے بہت سے پیغامات جن سے جذبۂ جہاد کی عجیب سرشاری اور خوشبو ٹپکتی ہے میرے پاس محفوظ ہیں۔ لیکن مضمون کی طوالت کے باعث ان کو ذکر نہیں کر رہا۔

آہ طلحہ شہید! اس کے بارے میں لکھوں بھی تو کیا لکھوں؟ اس کی ساری زندگی میرے سامنے

رہی۔ کیسا اللہ والا تھا۔ کیسی تڑپ تھی اور کیسی سچی طلب تھی۔ دنیا سے بے رغبتی اور جہاد سے کیسا خوب محبت تھی۔ ایک دن میں نے کچھ پیسے دیے اور کہا کوئی اچھا سا موبائل لے لینا۔ کچھ دنوں بعد کوئٹہ گیا تو وہاں سے انہی پیسوں کی ''کمان'' خرید لی اور مجھے تصویر بھیجی اور کہنے لگا:

''ماموں جان! موبائل سے اچھی چیز لے لی ہے۔''

گھڑ سواری اور تیر اکی سے شدید لگاؤ تھا۔ ایسی گھڑ سواری کرتا کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ ایک دن میں ''زین'' لایا جس میں کالے اور سفید رنگ میں جیش کے پرچم کا عکس تھا وہ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بہت پسند آئی۔ کہنے لگا:

''ماموں جان! یہ میری ہوگئی۔''

میں نے کہا: ''ٹھیک یہ تمہاری ہوگئی'' سر پر رکھی اور خوشی سے جھومنے لگا۔ اتنا خوش اسے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

عیدالاضحیٰ پر کچھ عرصہ سے معمول رہا کہ حضرت امیر محترم حفظہ اللہ اونٹ کی قربانی کیا کرتے ہیں تو اونٹ کی خریداری کے لئے پچھلے چند سالوں سے میرے ساتھ ''طلحہ شہید'' ضرور ہوتا تھا۔ گزشتہ عیدالاضحیٰ پر خریداری کے وقت ایک اونٹ پسند آ گیا اس کا سودا بھی تقریباً طے کر لیا تھا کہ اسی اثناء میں طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

''ماموں جان! یہ جانور امیر صاحب کی شان کے لائق نہیں ہے اسے چھوڑ دیں ہم کوئی اور تلاش کر لیتے ہیں۔''

اس دوران آندھی بھی شدید چلنے لگ گئی اور مزید جانور تلاش کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا مگر طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بات دل کو لگی اور اسے چھوڑ کر کوئی اور جانور دیکھنے لگے۔ پھر کچھ دیر بعد ایک اونٹ بہت خوبصورت مل گیا۔ طلحہ شہد رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے پاس بلایا اور کہا کہ یہ اونٹ کیسا لگا تو مسکرا کر کہنے لگا:

''واہ ماموں جان! ہن آئی اے چس''یعنی اب مزا آیا۔

آہ! اس بار بھی قربانی والی عید آئے گی، اونٹ بھی آئے گا ان شاء اللہ، مگر بتانے والا نہیں ہوگا کہ حضرت امیر صاحب کی شان کے لائق یہ جانور ہے یا نہیں۔

قربانی کے معاملے میں کیا عجیب ذوق اور شوق دیکھا۔ سارا سال پیسے جمع کر کے اچھا بکرا خریدتا اور عید پر اسے قربان کرتا۔ گذشتہ برس اونٹ کی خریداری کے بعد اس کا بکرا دیکھنا شروع کیا۔ ایک بکرا پسند آیا مگر اسے زیادہ پسند نہ آیا۔ کہنے لگا کہ نہیں اس سے بڑا لوں گا۔ اب گنجائش بھی اتنی نہ ہوتی تھی اور غیرت بھی اتنی ہوتی تھی کہ کسی اور کے پیسے شامل نہیں کرنے، انہی پیسوں سے کوئی اچھا جانور خرید کر اللہ کی راہ میں قربان کرنا ہے۔ عید تک اسے اپنی پسند کا بکرا نہ مل سکا، سب کے بکرے آ گئے مگر وہ نہ لے سکا۔ پھر عید والے دن تلاش کیا لیکن نہیں ملا۔ بالآخر عید کے دوسرے دن دوپہر کو ایک بڑا اور خوبصورت بکرا پسند آیا۔ وہ خرید کر لایا اور خوشی خوشی اپنے گھر کے صحن میں کھڑے ہو کر خود قربان کیا۔ پھر بار بار فون کر کے بتانے لگا:

''ماموں جان! میرا بکرا آ کر دیکھیں۔ رسی پر لٹکایا تو رسی ٹوٹ رہی ہے، ایسا بڑا بکرا ہے ماشاء اللہ۔''

خود قربان ہونے کا شوق اور اللہ کے راستے میں اچھی چیز قربان کرنے کا شوق اسے سب سے ممتاز بنا گیا۔ پیارے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان اور مال دونوں سے اپنے رب کو راضی کیا۔ جو کچھ دنیا میں تھا وہ سب کچھ لے کر میدان جہاد میں اللہ کے ہاں پیش کر دیا۔

اس کی ہر ادا نرالی تھی۔ وہ خود ولی اللہ تھا لیکن ہر وقت عاجزی سے دعاؤں کی درخواست کرتا رہتا۔ آخری دنوں میں جب وہ جا رہا تھا تو اس کے پیغامات میں بس یہی ایک دعاء ہوتی کہ:

''ماموں میرے لئے دعاء کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل فرما لے۔ اللہ تعالیٰ مجھے وعدہ نبھانے والا بنا دے۔ ایسا شخص نہ

بنائے جو وعدہ وفا نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ اخلاص اور استقامت نصیب فرما دے۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے کام لے لے اور ایسا کام لے جو امت کے لئے خیر و عافیت اور برکتوں کا باعث بنے۔''

بس یہی دعائیں ہر وقت مانگنے کا کہتا رہتا۔ وہ زندگی میں بہت سخی تھا۔ میں اسے دعاؤں کا کہتا تو بڑی سخاوت سے دعائیں دیا کرتا۔ میدان جہاد میں تھا تب ایک دن دعاؤں کا کہا تو کہنے لگا:

''ماموں جان! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ ہر وقت آپ کے لئے دعائیں خود بخود نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ دین کا مقبول کام لیں۔ ہر طرح سے آپ کی حفاظت فرمائیں اور اپنی رضاء، خوشنودی اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائیں۔ آمین''

اس دعا پر اس مضمون کا اختتام کرتا ہوں اور قارئین سے بھی یہی درخواست کرتا ہوں کہ اس دعاء پر آمین کہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس دعاء کو میرے حق میں قبول فرمائے۔ آمین

برحمتك یا ارحم الراحمین

میں طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور اس کی قربانی کو جب دیکھتا ہوں تو اس ماں کی قسمت پر رشک آتا ہے جس نے اتنا پیارا تحفہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا تو دل سے یہ آواز آتی ہے:

بی بی! میں تیرے مقدراں توں صدقے
طلحہ! میں تیرے مقدراں توں صدقے

میرا پیارا بیٹا

جناب رشید احمد کامران (طلحہ شہید کے والد گرامی)

وہ پیارا حافظ قرآن، عالم باعمل، مجاہد، غازی اللہ کے راستے کا مہاجر اور شہید غزوۂ ہند، اللہ کا عاشق ہمارا پیارا بیٹا تھا۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ وہ کسی حادثہ کا شکار نہیں ہوا، ہم شکر ادا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پا کر جنتوں کا مہمان ہوا۔ وہ اپنی پیاری یادیں چھوڑ گیا، اپنی تلواریں چھوڑ گیا، دینی کتابیں چھوڑ گیا، اُمت کے نوجوانوں کے اندر جذبۂ جہاد چھوڑ گیا۔

''تمام تعریفیں اس رب کی جس نے ہمارے دلوں میں ایمان کی شمع روشن فرمائی اور لاکھوں، کروڑوں درود وسلام ہمارے محسن، پیارے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، جنہوں نے ہمیں عزیمت کی مبارک راہوں پر چلایا۔ اللہ پاک کا بے حد وحساب فضل ہوا مجھ ناکارہ پر کہ مجھے جہاد فی سبیل اللہ جیسا عظیم راستہ دکھایا۔''

یہ وہ الفاظ ہیں جو میرے پیارے بیٹے مولانا محمد طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصیت میں تحریر فرمائے ہیں۔ بندہ بھی انہی الفاظ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی شکر گزاری کرتا ہے۔ شہید محترم بڑے اعلیٰ مرتبے والے تھے، بندہ تو ان کے والد ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور بندہ کا تعارف بھی انہی اعلیٰ مرتبت لوگوں کی نسبتوں سے منسلک ہے اور انہی نسبتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے اپنی دنیا وآخرت بہتر بنانے کی اُمید کرتا ہے۔

بندہ نے بہاولپور کے مضافات میں مسافر خانے کے قریب ایک گاؤں سے ۱۹۸۷ء میں ہجرت کر کے اہل خانہ کے ساتھ بہاولپور شہر میں سکونت اختیار کی۔ ارادہ کالج و سکول کی تعلیم حاصل کرنے کا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی کہ اگلے ہی سال اللہ نے جہاد کے راستے میں قبول فرمالیا۔

قصہ کچھ یوں ہے کہ بندہ تبلیغی جماعت کی اڑھائی گھنٹے کی مسجد کی ترتیب میں ''کوثر مسجد'' کوثر کالونی میں اپنے دوستوں کے ساتھ عصر سے عشاء تک بیٹھا کرتا تھا۔ انہی دنوں کچھ دوست جہاد میں وقت لگا کر آئے، ان کی پُراثر دعوت پر میرے سمیت کالونی کے چار نوجوان تیار ہو گئے۔ اس طرح یہ پہلا سفر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جہاد فی سبیل اللہ میں کروایا، اور الحمدللہ آج تک کسی نہ کسی ترتیب میں جوڑ رکھا ہے، اللہ تا حیات جوڑے رکھے، آمین۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے جہاد کے لئے بندہ کو اپنے خاندان میں بارش کا پہلا قطرہ بنایا۔ پھر اللہ کی رحمت کا ایسا نزول ہوا کہ ہم بہن بھائی بہاولپور شہر میں دنیاوی تعلیم کے لئے آئے تھے، اللہ تعالیٰ نے رُخ دین کی طرف موڑ دیا۔ اسی جہاد کی برکت سے میری دو ہمشیرگان اور میرا رشتہ جہادی گھرانوں میں ہو گیا۔ اس طرح ہمارا پورا گھرانہ مجاہدین سے منسلک ہے، **فللہ الحمد**۔

میرا نکاح اُمِ طلحہ (جو حضرت امیر محترم دامت برکاتہم کی ہمشیرہ ہیں) سے ۱۸ دسمبر ۱۹۹۲ء میں ہوا اور اس طرح اس ناچیز بندہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک اچھے، نیک اور اعلیٰ مرتبت جہادی خاندان سے جوڑ دیا۔ اس پر میں اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر گزار ہوں۔ الحمدللہ یہ نکاح چونکہ جہادی نسبت سے ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلا پیارا اور سعادتوں والا بیٹا محمد طلحہ رشید ۲۴ ستمبر بروز جمعۃ المبارک ۱۹۹۳ میں عطا فرمایا۔

ہم نے شروع ہی سے اسے اللہ رب العزت کے راستہ میں وقف کرنے کی نیت کی۔ میری اہلیہ خود جہادی خاندان سے ہیں اور بندہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے جذبۂ جہاد اور محاذ بھی نصیب فرمائے

ہوئے ہیں، اس لیے ہم نے اپنے پیارے محمد طلحہ کو پالا ہی اللہ کے راستے کے لئے تھا۔

الحمدللہ اُمِ طلحہ دینی علوم سے آراستہ ہیں اور اچھے والدین کی تربیت یافتہ ہیں، ان کی آغوش میں بچوں کو اچھی تربیت ملی، بلکہ محمد طلحہ رشید جب اپنی والدہ کے بطن میں تھے تو الحمدللہ قرآن وحدیث کی تعلیم کا ماحول تھا کیونکہ ان دنوں اُمِ طلحہ جامعہ ہاشمیہ بہاولپور میں پڑھتی اور پڑھاتی رہیں۔ محلے کے بچے اور بچیاں، گھر میں بھی پڑھنے کے لئے آتے تھے۔

محمد طلحہ نے جب بولنا، چلنا، اُٹھنا، بیٹھنا سیکھا تو اس کو یہی ماحول میسر تھا۔ ددھیال والے گھروں میں بھی مکمل جہادی ذہن تھا اور پھر ننھیالی خاندان تو سراپا جہاد تھا۔

۱۹۹۶ میں شہید جب تقریباً اڑھائی یا تین سال کے ہوئے تو افغانستان کے علاقہ ''ژاور'' میں فیملی سمیت جانا ہوا، یہ شہید کا پہلا سفر جہاد تھا۔ وہاں معسکر میں بندہ کی تشکیل استاد کے طور پر اسلحہ کوٹ پر ہوئی۔ بندہ نے شہید کے ننھے سے جسم پر پوائنٹ ۲۲ پسٹل باندھ دیا۔ پھر وہ شوق میں اکثر باندھے رہتے تھے۔ بلٹ بھی خود نہیں لگا سکتے تھے، اگر بلٹ لگا دیا جاتا تو گرمجوشی سے فائر خود کرتے تھے۔

وہاں چھوٹے بے ریش لڑکوں کی کلاس علیحدہ ہوتی تھی تو شہید بھی ان کے ساتھ بیٹھ بیٹھ کر اور اسلحہ کوٹ میں رہنے کی وجہ سے تمام اسلحہ کے نام، حصوں کے نام اور کھول جوڑ کا طریقہ سیکھ گئے تھے۔ بلکہ اتنے ذہین تھے کہ بڑے بچوں کو بھی توتلی زبان سے سمجھانے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بڑے طالب علم زڑکائی (ایل، ایم، جی) جوڑ رہے تھے، زڑکائی بڑی گن ہوتی ہے، ان سے سیٹ نہیں ہو رہی تھی۔ شہید جو کہ بہت کمسن تھے، انہوں نے صحیح پرزہ کی طرف اشارہ کیا، جب اُنہوں نے جوڑا تو گن سیٹ ہو گئی، یوں شہید نے سب کو حیران کر دیا۔

ہماری رہائش معسکر کے آخر میں پہاڑوں کے دامن میں تھی، بندہ کمر درد کا مریض تھا۔ ۱۹۹۰ء میں جہادی کام میں کمر پر سخت چوٹ لگ گئی تھی۔ بندہ کسی دن درد کی شدت کی وجہ سے

اسلحہ کوٹ حاضر نہ ہوسکتا تو پیغام لکھ کر شہید کی جیب میں رکھ دیتا اور ٹارچ گلے میں لٹکا دیتا تو ننھا مجاہد اور اس کی چھوٹی ہمشیرہ پہاڑی چڑھائیوں کے باوجود میری رخصت کا پیغام بغیر خوف وخطر پرچی کی شکل میں پہنچا آتے تھے۔

اسی سفر کے دوران ایک دن استاد چاچا واہگہ صاحب زڑکائی (مشین گن) سے فائر کر کے آئے تو شہید نے گرم بیرل کو پکڑ لیا۔ یہ جہاد کے راستے کا پہلا زخم تھا جو بہت کمسنی میں اس سعادت مند کو نصیب ہوا۔

کچھ وقت ساتھ رہنے کے بعد بندہ نے مفتی عبدالرؤف اصغر صاحب دامت برکاتہم کے ہمراہ اُمِ طلحہ اور بچی کو گھر واپس بھیج دیا مگر محمد طلحہ ڈیڑھ ماہ میرے ساتھ اکیلے وہاں رہے۔ اسی دوران استاد ابوطلحہ (شہید بابری مسجد) نے انہیں قرآن پاک پڑھانا شروع کیا۔ بہر حال اس چھوٹی سی عمر میں اللہ تعالیٰ نے بہت پیاری اور عظیم عسکری درسگاہ میں شہید کی تربیت کا آغاز فرمایا۔

پھر ۱۹۹۸ء میں فیملی سمیت اللہ تعالیٰ نے امارتِ اسلامیہ افغانستان کا سفر کرایا، جس میں شہید محترم نے کابل کے اندر ایک مدرسہ میں قرآن پاک پڑھنے کے لئے داخلہ لیا۔ اس وقت ان کی عمر چار، ساڑھے چار سال تھی اور وہ اس عمر میں وہاں کی فارسی زبان اچھے طریقے سے بول اور سمجھ لیتے تھے۔ اسی دوران قلعہ مراد بیگ قرہ باغ چکر لگایا اور وہاں دشمن کی طرف فائر بھی کئے۔ محاذوں پر آنے جانے والے ساتھی ان کو اُٹھاتے، کھلاتے تھے، جن میں درجنوں شہداء کرام شامل ہیں، یوں محمد طلحہ رشید کو اکثر شہداء اور مجاہدین کی تربیت اور صحبت بچپن سے حاصل رہی۔ ان کو امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت بھی اسی سفر کے دوران نصیب ہوئی جو بڑی سعادت کی بات ہے۔ ہمارا یہ سفر حضرت امیر محترم مولانا مسعود ازہر دامت برکاتہم العالیہ کی رہائی سے کچھ دن پہلے ختم ہو گیا تھا۔ جب حضرت شیخ نے جیش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیاد رکھی تو بندہ کی تشکیل پاکستان میں ہوگئی۔

مظفر آباد کی تشکیل میں بھی شہید رحمۃ اللہ علیہ اور میری فیملی میرے ساتھ رہی۔ وہاں بھی مجاہدین اور بعد میں شہید ہونے والے ساتھی ان کو بہت پیار دیتے۔ بھائی بلال آتش شہید رحمۃ اللہ علیہ کو گدگدی ہوتی تھی تو محمد طلحہ شہید اپنی ننھی سی انگلی آگے کر کے ان کو گدگدی کرنے کے لئے ان کے پیچھے بھاگتے اور بھائی آتش آگے آگے بھاگتے تھے۔

ایک مرتبہ اسی کشمکش میں گھٹنا لگنے کی وجہ سے شہید کے دانت بھی ٹوٹ گئے۔ بعد میں یہ ننھا سا بچہ بڑا ہو کر مظفر آباد والے ساتھیوں سے بے انتہا محبت کرتا تھا اور جہاد کشمیر کے ساتھ دیوانگی کی حد تک محبت رکھتا تھا۔ جس کے گواہ مجاہدین کے علاوہ پوری وادیٔ نیلم کے جنگل اور پہاڑ بھی ہیں۔

میری تشکیل اسلام آباد، ہری پور، مظفر آباد وغیرہ میں ہوتی تھی۔ شہید کی پڑھنے کی عمر تھی، اور مجھے یہ فکر لاحق رہتی تھی کہ باپ گھر پر نہ ہو تو بچے ماں کے قابو نہیں آتے۔ شہید محترم کچھ عرصہ بہاولپور کے ایک مقامی مدرسہ میں قرآن کریم حفظ کرتے رہے۔ لیکن بعد میں جماعت کے معاون اور ذمہ دار بزرگ قاری محمد عمر فاروق نور اللہ مرقدہ کے مدرسہ میں داخل کرنے کا فیصلہ کیا اور یہ فیصلہ اس لیے کیا کہ قاری صاحب ہمارے گھرانے یعنی امیر محترم کے گھرانے سے بہت محبت اور شفقت والا معاملہ رکھتے تھے۔ اس لیے قدرے اطمینان کے ساتھ وہاں داخل کرایا۔ الحمدللہ قاری عمر فاروق صاحب اور شہید کے بہت ہی مشفق اور مہربان استاد قاری ظہور احمد صاحب کی توجہ اور پیار کی بدولت شہید نے جامعہ ترتیل القرآن عیدہ گاہ رحیم یار خان میں حفظ مکمل کیا اور گردان بھی وہیں مکمل کی۔ اس کے بعد درس نظامی کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے بہت اچھی راہ نکالی۔ حضرت مفتی منصور احمد صاحب دامت برکاتہم جو شہید کے خالو محترم ہیں اور وہ اس وقت جامعۃ النور کے مہتمم تھے، شہید کو ان کی سرپرستی نصیب ہوئی۔ ابتدائی درجات وہاں پڑھے، اس کے بعد ایک سال جامعہ خیر المدارس میں پڑھا اور پھر شہید کے نانا جی محترم اللہ بخش صابر رحمۃ اللہ علیہ جو جماعت میں محترم اباجی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ ان کی آغوش محبت میں رہ

کر درجہ ثانویہ عامہ تک پڑھے۔ اباجی رحمۃ اللہ علیہ شہید سے بے حد محبت فرماتے تھے، لاڈ کرتے تھے۔ لاڈ میں آ کر محمد طلحہ شہید کلاس چھوڑ کر اباجی کے قدموں میں کرسی اور میز کے درمیان چھپ کر سو جاتے تھے اور یہ قدموں میں چھپنے والی عادت بچپن سے تھی۔ اباجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ طلحہ بیٹا امتحان اچھا ہونا چاہیے، باقی کلاس سے تھوڑی بہت غیر حاضری کی کوئی بات نہیں۔ اباجی میرے تمام بچوں پر شفیق تھے، میرے زیادہ وقت سفر پر رہنے کی وجہ سے خصوصی توجہ اور نگرانی فرماتے تھے۔ باقی بچوں کے ساتھ ساتھ طلحہ کو بھی خرچی کے طور پر پیسے دیتے اور چیز منگوا کر کھلاتے، ہنسی مذاق بھی فرماتے۔

اباجی کے رحلت فرما جانے کے بعد شہید کو مولانا طلحہ السیف دامت برکاتہم جیسے سرپرست کی سرپرستی نصیب ہوئی۔ ان ماموں بھانجے کی حجت اور قرب کے تذکرے بھائی طلحہ صاحب کے مضامین میں موجود ہیں، ان کی سرپرستی میں شہید نے دورۂ حدیث تک تکمیل کی۔

طلحہ شہید حد درجہ ذہین تھے، خود کئی اساتذہ کرام نے ان کی ذہانت کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔ ان کے اساتذہ میں مولانا طلحہ السیف صاحب، مولانا قاری محمد صادق صاحب، مولانا مفتی محفوظ احمد صاحب، مولانا سید عبدالرحمان شاہ صاحب (جہانیاں والے) مولانا مفتی سید عبدالرحمان شاہ صاحب (سرگودھا والے)، مولانا مفتی رفیق احمد صاحب، مولانا رفیق احمد صاحب، مولانا مدثر جمال تونسوی صاحب، مولانا مامون اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حسین احمد مدنی صاحب وغیرہ شامل ہیں۔

شہید محترم عاجزی اور فقیرانہ طبیعت کے مالک تھے۔ دُنیاداری سے کچھ بھی محبت نہیں تھی۔ اللہ گواہ ہے کہ اس اللہ کے بندے نے ہمیں کبھی بھی دُنیا کی چیزوں کی فرمائش نہیں کی تھی اور کسی چیز کے لئے تنگ نہیں کیا تھا۔ فرمائش ہوتی تو والدہ سے کہ امی! فلاں طالب علم غریب ہے، بیمار ہے، اس کے لئے کچھ دے دیں یا پکا دیں۔ اپنی اکثر چیزیں بانٹ دیا کرتے تھے۔ اُمِ طلحہ کہتیں

کہ بیٹا جو ہم لے کر دیتے ہیں خود بھی استعمال کرلیا کریں تا کہ ہمیں خوشی ہو۔ وہ رحم دل اور سخی مزاج اتنے تھے کہ امی جان سے تو معذرت کرلیتے تھے لیکن اپنے دوستوں، ساتھیوں، مجاہدوں اور طالب علموں پر حد درجہ خرچ کرتے تھے۔ ویسے بھی یہ لوگ شہید کو اپنے گھر والوں سے زیادہ عزیز تھے۔ یہی رشتہ دار تھے، راز دار تھے، سب کچھ تھے۔ ان کی وجہ سے رشتہ داروں سے معذرت کرتے تھے کہ وقت ان کے علاوہ بچتا ہی کم تھا۔ کئی دفعہ والدہ سے اور مجھے کہا، آپ مجھے معاف کردیں، میں آپ لوگوں کو وقت بھی نہیں دے پاتا اور خدمت بھی نہیں کر پاتا۔

رہن سہن میں سادگی تھی، دنیا سے اتنی بے رغبتی تھی کہ ہم نے مکان کا اوپر کا پورشن بنوایا تو کہا، اس کو دیکھو کیسا ہے۔ کہنے لگے، میں نے دیکھ کر کیا کرنا ہے۔ خدا جانتا ہے کئی سال اس کے بعد حیات رہے مگر اسے نہیں دیکھا۔ بس ان کا شوق، ان کی دھن، ان کی دیوانگی جہاد اور شہادت تھی۔ جس سے ملنا یہی درخواست کرنی کہ مجھے شہادت کی دُعا دیں۔ جس بڑے سے بڑے مقام پر حاضری دی، شہادت کی دعا مانگی، جہاں قبولیت کا مقام سمجھ آیا، وہاں شہادت کی دُعا کی۔

شہید کے ایک دوست نے بتایا کہ طلحہ شہید کو مرکز میں ان اکثر جگہوں کا پتہ تھا جہاں جہاں جماعت کے شہداء نوافل پڑھ کر شہادت کی دعا کرتے تھے۔ جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت اتنا تھا کہ شہادت پانے کے لئے اپنی طاقت سے زیادہ کوشش کی۔ اس اللہ کے عاشق کے پاؤں پیدائشی طور معذوری کے درجہ میں تھے، ہم نے بہت علاج کروایا لیکن ٹھیک نہ ہوسکے۔ پاؤں کی ہڈی اصل ہیئت پر نہ تھی۔ پاؤں سوج جاتے تھے، درد اتنا بڑھ جاتا تھا کہ چلنا محال ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ موٹر سائیکل سے اور دوسری مرتبہ گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے گھٹنے کا پٹھا ٹوٹا ہوا تھا۔ غرض اس حالت میں پہاڑوں پر چڑھنے کا سوچنا بھی مشکل تھا لیکن انہوں نے اس حالت میں جنگل اور پہاڑ روند ڈالے، اور اپنے ارادے سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ بہت سے ساتھیوں اور بزرگوں نے منع کیا کہ آپ وقت ضائع نہ کریں، آپ کشمیر نہیں جاسکتے اور کچھ

نادانوں نے مذاق بھی اُڑایا کہ چلا جاتا نہیں اور کشمیر کے خواب دیکھ رہا ہے، لیکن اس اللہ کے عاشق، شہادت کے متوالے نے اپنا آپ سچا کر دکھایا۔

مشکلے نیست کہ آسان نہ شود
مرد باید کہ ہراساں نہ شود

بہت سے لوگوں نے مشورہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت باصلاحیت بنایا ہے، آپ بہت اچھے خطیب ہیں، ذی استعداد عالم ہیں، خوب ٹریننگ یافتہ ہیں، اچھے گھڑسوار، تیر انداز اور نشانہ باز ہیں، تحریر و تقریر غرض ہر شعبہ میں اچھا کردار ادا کر سکتے ہیں، مگر انہوں نے محاذ جنگ اور شہادت کے سوا کسی بھی چیز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

مجھے اب اور ہی منزل کی طرف جانا ہے
عدو سے ملت گروی کو پھر چھڑانا ہے
میری قربانیاں ہیں اب دین کی خاطر
مجھے دیر تک اب تجھ کو بھول جانا ہے
میری تشکیل ہے اب دور محاذوں پر
لہو کا آخری قطرہ وہاں بہانا ہے

جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت اتنا موجزن ہو چکا تھا کہ کئی دفعہ تعلیمی سلسلہ ختم کیا اور زبردستی سال کے آخر میں ہماری ضد پر انہوں نے امتحان دیے۔ جب عمرہ کی سعادت حاصل کر کے آئے، ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سعادت بخشی ہے، اب ہماری بات مان لیں اور دورہ تک پڑھ لیں اور عالم بننے کی سعادت حاصل کریں۔ اور پھر ماشاءاللہ اچھے نمبروں کے ساتھ اپنی تکمیل کی۔

شہید پڑھائی سے بھگوڑے نہیں تھے بلکہ ان کے سینے میں اُمت کا اور دین کا درد تھا، جو انہیں محاذوں کی طرف کھینچتا تھا۔ جب بیان کرتے تھے تو خود بھی روتے تھے اور دوسروں کو بھی رولاتے

تھے۔ایک بار ہماری گھر والی مسجد میں جمعہ پڑھایا تو فرمایا: ''اے لوگو! اے نوجوانو! کیا طلحہ کے بہن بھائی نہیں ہیں، کیا طلحہ کو اپنے ماں باپ سے محبت نہیں ہے، کیا ہماری خواہشات نہیں ہیں، کیا ہمیں گھر سے محبت نہیں ملتی کہ ہم دیوانوں کی طرح بے چینی سے پھر رہے ہیں؟ کاش! آپ لوگوں کے اندر امت کا یہ درد پیدا ہو جائے جو درد ہمارے دل میں ہے۔'' ایسے الفاظ کہہ کر لوگوں کو رُلا دیا، لوگ پوچھنے لگے، یہ بچہ کس کا ہے۔ ۷ نومبر کو جب اس کی شہادت کی اطلاع مسجد میں پہنچی تو ہر آنکھ پُرنم تھی اور اس کے کہے ہوئے الفاظ کی صداقت کی گواہ۔

بیان تو بچپن ہی سے پُر اثر اور سنجیدہ کرتے تھے۔ جماعت کے تقریری مقابلوں میں ہمیشہ پوزیشن لیتے تھے لیکن وہ بیان صرف تقریری مقابلہ جیتنے کے لئے نہیں ہوتا تھا بلکہ دردِ دل ہوتا تھا۔ مفتی عبدالمتین دامت برکاتہم صاحب فرما رہے تھے کہ ایسا ہی ایک تقریری مقابلہ تھا۔ میرے ساتھ کچھ مہمان تھے جو جماعت کے بارے میں تحفظات رکھتے تھے۔ انہوں نے طلحہ شہید کا بیان سنا تو اتنے متاثر ہوئے کہ بہاولپور سے کراچی تک سفر میں اس کے بیان کا تذکرہ کرتے رہے اور جماعت سے مطمئن ہو گئے۔

سچی بات یہ ہے کہ اس پیارے بندے کے تذکرے ختم نہیں ہوتے۔ جن کے ساتھ وقت گزارا ایسی یادیں چھوڑیں جنہیں احاطۂ قلم میں لانا مشکل ہے۔ اپنوں، غیروں جس کو بھی ملا اپنے اخلاص اور محبت کے پھول تقسیم کرتا چلا گیا۔

خاندان میں اپنے دادا کی اولاد میں بڑے تھے۔ دادا جان جب پوتے کو پیار کرتے، اچھالتے تو فرماتے: میرا پوتا بہادر ہے، بڑا ہو کر کشمیر فتح کرے گا۔ ابھی چھ ماہ عمر نہیں تھی۔ میں عرض کرتا: ابا جی اس کو بڑا ہونے میں بہت دیر ہے۔ وقت پَر لگا کر اُڑا اور وہ کم سن جوان ہو کر سر بکف کشمیر کی آزادی کے لئے ہنسی خوشی کشمیر پہنچا۔ اور سرزمین کشمیر کو اپنا خون دے کر کشمیر کی فتح دیکھنے کے لئے کشمیر میں ڈیرے ڈال لئے۔ اللہ کرے اس پاکیزہ اور مخلص خون کی برکت سے

کشمیر جلد آزاد ہو، آمین۔

محمد طلحہ شہید کی شہادت کے بعد الحمدللہ تحریک کے اندر گرمی آئی ہے۔ اللہ کرے گا افضل گورو شہید، محمد شہید، مفتی عبدالمتین شہید، طلحہ شہید اور جیش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام شہداء کرام اور دیگر تمام شہداء کرام کی برکت سے تحریک کشمیر جلد اپنی منزل پالے گی، ان شاء اللہ۔

یہی ہیں عشق وجنوں کے پیکر، یہی ہیں صدق ووفا کے پالے
انہی کو زیبا ہر اک ادا ، یہ نبی کے یاروں کا کارواں ہے
وفا کی تاریخ ان شہیدوں کے خون سے مہکی ہوئی ہے انور
یہ باغ جنت سے آنے والی حسیں بہاروں کا کارواں ہے

ننھیال ہو یا ددھیال شہید نے ہر جگہ بہت پیار پایا۔ کس کس کے پیار کا تذکرہ کروں، بہت مشکل ہے۔ مگر مفتی عبدالرؤف صاحب جو کے طلحہ کے ماموں ہیں، اگر ان کی محبت کا تذکرہ نہ کروں تو ناانصافی ہوگی۔ میری موجودگی اور غیر موجودگی میں مفتی صاحب نے جو اہمیت میرے بیٹے کو دی، اسے دیکھ کر بعض دفعہ میری آنکھیں نم ہو جاتی تھیں۔ اللہ سب اہل خاندان اور مفتی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ دونوں خاندانوں کی محبت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ سب کا جہادی ذہن ہے، جہادی ماحول ہے، سب لوگ شہادت کے فضائل سامنے رکھ کر جہاد کو فرض سمجھ کر اپنے بچوں کو شہادت کی دعائیں دے کر تربیت کرتے ہیں اور محاذوں پر بھیجتے ہیں۔ محمد طلحہ رشید کی جدائی کو برداشت کرنا سب کے لئے بہت مُشکل اور کٹھن امتحان ہے۔

میں تیری یاد سے کھیلوں گا اور جیوں گا
میں تیرے پیار کی مئے کا دور پیوں گا
کمال ضبط سے دورِ فراق سہتے ہوئے
دعائیں دوں گا تجھے چاک دل کو سیوں گا

اوربقول شاعر۔

بھیگ جاتی ہیں جدائی میں تو پتھر آنکھیں
جب بچھڑجاتے ہیں ہر روز ملنے والے
دل مضطرب کو انور کبھی آ کے دیں تسلی
کبھی خواب بن کے آئیں، کبھی خیال بن کے آئیں

حضرت امیر محترم دامت برکاتہم العالیہ جو کہ طلحہ کے بڑے ماموں ہیں۔طلحہ کوان سے اوران کوطلحہ سے بہت محبت اورلگاؤ تھا۔طلحہ اپنے ماموں جان سے بیعت تھا،وقت رخصت ماموں نے فرمایا:جومانگو دوں گااوراپنی قیمتی دعاؤں کے ساتھ اپنا پسٹل بھی ہدیہ کیاجو کہ حضرت کے لئے بہت خاص تھا۔ماموں عمار سے دوستی تھی۔شہید کے اپنے بھائی تو چھوٹے تھے،ماموں ہم دم اور راز دار تھے۔محمد طلحہ کے دو چھوٹے چھوٹے بھائی ہیں،ایک سات سال کا،ایک تین سال کا۔ دونوں کواپنے پیارے بھیاسے بہت پیارہے، بھائی بھی بہت محبت کرتے تھے۔دونوں غم و غصے میں انڈیا کودھمکیاں دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرےاورعمروں میں برکت دے،ان کوبڑامجاہد بنائے۔آمین

وہ پیاراحافظ قرآن، عالم باعمل،مجاہد،غازی اللہ کے راستے کامہاجراورشہید غزوۂ ہند،اللہ کا عاشق ہماراپیارابیٹاتھا۔ہم اللہ تعالیٰ کاشکرادا کرتے ہیں کہ وہ کسی حادثہ کاشکارنہیں ہوا،ہم شکرادا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضاپاکرجنتوں کامہمان ہوا۔وہ اپنی پیاری یادیں چھوڑ گیا،اپنی تلواریں چھوڑ گیا،دینی کتابیں چھوڑ گیا،اُمت کےنوجوانوں کےاندرجذبۂ جہادچھوڑ گیا۔

ہماری خاطر کٹا کے آئے ہو تن بدن جو ریزہ ریزہ
تم ہی تو فردوس کے مالک ہو یہ شادمانی تمہارا حق ہے

ہمارے رستے میں تم بھی انور مٹا کے خود کو لٹا کے آنا
یہ حور و غلماں، یہ قصر و ایواں کی راج دہانی تمہارا حق ہے

اللہ تعالیٰ اس کے سچے جذبے اور پیارے خون کو قبول فرما کر اُمت کے نوجوانوں میں جذبۂ جہاد، ایمانی عزیمت، امت کا غم جو آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے کر گئے، وہ نصیب فرمائے۔ اجتماعی فکر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو جہاد پر ایسا کھڑا فرمائے کہ اسلام اور مسلمانوں کو کھوئی ہوئی عظمت اور شوکت دوبارہ نصیب ہو جائے۔

رنج کتنا بھی کریں ان کا زمانے والے
جانے والے تو نہیں لوٹ کر آنے والے
کیسی بے فیض سی رہ جاتی ہے دل کی بستی
کیسے چپ چاپ چلے جاتے ہیں جانے والے
ایک پل چھین کے انسانوں کو لے جاتا ہے
پیچھے رہ جاتے ہیں ساتھ نبھانے والے

اَلعالم، اَلعابد، اَلمجاہد

مولانا محمد عبید الرحمٰن (دارالبیان)

مولانا اکثر ایک عجیب دعا مانگا کرتے تھے...... جسے سن کر ان کا مقام عبدیت خوب واضح ہو جاتا ہے اور انسان کو بلا اختیار رونا آجاتا ہے...... فرماتے تھے:

''یا اللہ! ہم کباڑ مال ہیں، آپ محض اپنے فضل سے ہمیں قبول فرمالیں۔''

اللہ...... اللہ...... اللہ

اللہ تبارک وتعالیٰ آسان فرمائیں...... اللہ تعالیٰ کے ایک وفادار، مخلِص اور مخلَص بندے حضرت مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ معروضات پیش کرنی ہیں...... نہ جانے کیوں میری آنکھیں نم ہیں...... اور دل آبدیدہ...... حالانکہ مولانا محترم کے ساتھ نہ کوئی نسبی رشتہ ہے...... نہ کوئی زیادہ گہرا دوستانہ...... لیکن پھر بھی جب بھی...... مولانا کا تذکرہ آتا ہے تو دل کی کیفیات بدل جاتی ہیں...... اور خیالات میں تلاطم سا آجاتا ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو؟ ...... مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک باکردار عالمِ دین اور شعوری مجاہد تھے...... انہوں نے جیسے جہاد کو سمجھا ویسے بہت ہی کم لوگوں کو سمجھ آتا ہے...... انہوں نے شوقِ شہادت کی جو تصویر کشی کی وہ بہت کم لوگ کر سکتے ہیں...... لیلائے شہادت کی تڑپ اور جستجو میں انہوں نے جو دشوار گھاٹیاں سر کیں وہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہیں...... شہادت تو بہت سے لوگوں کو مل جاتی ہے...... شہید تو بہت سے مجاہدین ہو جاتے ہیں...... لیکن دیوانہ وار شہادت کے پیچھے دوڑنا

اور لپکنا یہ سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قلم تھاما ہے...... وہی دستگیری فرمائیں گے...... مولانا کے بارے میں لکھنا میرا فرض بھی ہے اور امانت بھی...... کیونکہ میں نے مولانا کی شخصیت اور کردار کو سمجھنے کے لئے طویل سفر کیے...... مولانا کے دوستوں، رشتہ داروں اور ساتھیوں سے ملاقاتیں کیں...... ان سے احوال معلوم کئے...... اور اس لیے بھی کہ مولانا سے کچھ تعلق ہمارا بھی رہا...... ان کی بہت سی باتوں اور یادوں کے عینی شاہد اور گواہ ہم بھی ہیں۔

o..................o..................o

آپ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا نام تو سنا ہوگا...... آپ عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کی خاطر بے مثال قربانیاں، جان نثاری اور بے دریغ مال خرچ کرنا آپ رضی اللہ عنہ کا خصوصی وصف ہے...... غزوۂ احد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرف سے دشمنوں کے گھیرے میں آ گئے...... اس وقت جو چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد پروانوں کی طرح جمع تھے اور آپ کی حفاظت اور دفاع فرما رہے تھے ان میں ایک...... حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے...... اس دن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بطور ڈھال استعمال فرمایا...... اپنے ہاتھوں پر تیر روکتے رہے...... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی حالت میں چٹان پر چڑھنے لگے تو آپ رضی اللہ عنہ جھک کر بیٹھ گئے...... اور اپنی کمر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سیڑھی بنا لیا...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی کمر پر پاؤں رکھ کر اوپر چڑھے اور فرمایا:

اَوْجَبَ طَلْحَۃ...

''طلحہ نے جنت واجب کر لی۔'' (اسد الغابہ)

یہ دیکھیں! یہ ایک اور طلحہ ہیں...... حضرت طلحہ بن البراء رضی اللہ عنہ...... عین نوجوانی میں اسلام قبول

کیا..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کو بوسہ دیا اورعرض کیا: ''یارسول اللہ! مجھے جو چاہیں حکم فرمائیں، میں کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا......'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اعلان وفاداری سے خوش ہوئے اور بطور امتحان فرمایا:

''جاؤاوراپنے باپ کوقتل کرآؤ۔''

فوراً اُٹھے اور قتل کرنے چل دیے...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپس بلایا اور فرمایا:

اَقْبِلْ، فَاِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ بِقَطِیْعَۃِ رَحِمٍ۔

''لوٹ آؤ، کیونکہ میں قطع رحمی کے لئے نہیں بھیجا گیا۔'' (ابوداؤد/ بحوالہ الاصابہ)

یہی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ بعد بیمار ہوجاتے ہیں...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لاتے ہیں اور واپس جاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''مجھے لگتا ہے طلحہ کا آخری وقت آپہنچا ہے...... اگر ان کا انتقال ہوجائے تو مجھے اطلاع کرنا اور تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا۔''

رات کے وقت ان کا انتقال ہوجاتا ہے، دم واپسیں وصیت فرماتے ہیں:

اِدْفِنُوْنِیْ وَاَلْحِقُوْنِیْ بِرَبِّیْ، وَلَا تَدْعُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْہِ الْیَھُوْدَ، وَاَنْ یُّصَابَ فِیْ سَبَبِیْ۔

''مجھے دفن کردینا اور مجھے میرے رب کے پاس پہنچادینا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ بلانا۔ کیونکہ (رات کا وقت ہے اور) مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچادیں، اور میری وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔'' (ابن اثیر/ بحوالہ الاصابہ)

اور طبرانی کی راویت میں یہ الفاظ آتے ہیں:

لَا تُرْسِلُوْا اِلَیْہِ فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ فَتَلْسَعَہٗ دَابَّۃٌ اَوْیُصِیْبَہٗ شَیْئٌ، وَلٰکِنْ اِذَا

اَصْبَحْتُمْ فَاقْرَؤُوهُ مِنِّي السَّلَامَ وَقُولُوا لَهُ: فَلْيَسْتَغْفِرْلِي۔

''تم (رات کے) اس پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مت بلا بھیجنا، کہیں کوئی جانور وغیرہ ان کو نہ ڈس لے یا کوئی اور تکلیف نہ پہنچ جائے...... ہاں! جب صبح ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ میرے لئے استغفار فرما دیں۔''

صبح ہوتی ہے...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی جاتی ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر مبارک پر تشریف لاتے ہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ساتھ ہیں...... ہاتھ اٹھاتے ہیں...... اور ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ الْقَ طَلْحَةَ وَأَنْتَ تَضْحَكُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ إِلَيْكَ۔

''اے اللہ! طلحہ سے اس حال میں ملاقات کیجئے کہ آپ اس کو دیکھ کر مسکرا رہے ہوں اور وہ آپ کو دیکھ کر مسکرا رہا ہو۔'' (معجم الطبرانی الکبیر ۴/ ۳۴۷،۸/ ۳۴۷/ ۳/ بحوالہ ''الاصابہ'')

اُمید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں ان قدسی ہستیوں کا تذکرہ کیوں چھیڑ بیٹھا ہوں...... کوئی ہرگز یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے طلحہ کو ان ہستیوں سے ملانا چاہتا ہوں...... نہیں، ہرگز نہیں...... حاشا وکلا...... ایسا ہرگز نہیں...... اور نہ ہی ایسا ممکن ہے، کیونکہ کسی صحابی کے مقام تو دور اس کی گرد کو پانا بھی کسی غیر صحابی کے لئے ممکن نہیں...... لیکن یہ بات بھی تو ماننے کی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تا قیامت مثال، نمونہ اور آئیڈیل ہیں...... جب وہ نمونہ اور آئیڈیل ہیں تو ان کی صفات وحالات تا قیامت زندہ رہیں گی اور ان کو اپنانے والے بھی آتے رہیں گے...... بس یہی میں بتانا چاہ رہا ہوں کہ ہمارے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ میں اِن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانثاری اور وفاداری کی جھلک ملتی تھی...... حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی خاطر ''مشرکین مکہ'' کے سامنے ڈھال بن گئے اور اپنا پورا جسم زخمی کرا لیا...... ہمارے طلحہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین اور اُمت کی خاطر ''مشرکینِ ہند'' سے ٹکرا گئے اور اپنا جسم لہولہان کرا کر

وفاداری وجانثاری کی تاریخ دہرا گئے...... حضرت طلحہ بن البراء رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ عالی کو پہنچنے والی ممکنہ تکلیف کو بھی گوارہ نہ کیا اور اپنی ہر خواہش اور تمنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر گئے...... کچھ اسی طرح کا منظر ہمارے طلحہ شہید نے پیش کیا...... مجاہدین کی قیادت اور ان کے اہل خانہ کی طرف اٹھنے والی ناپاک انگلیاں انہیں کب گوارہ ہوسکتی تھیں...... چنانچہ انہوں نے قربانی دے کر ناپاک زبانوں کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا...... رحمه الله رحمةً واسعةً

O.....................O.....................O

دین کے اکثر احکامات اور شعبوں کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے...... جو شخص جس شعبے سے منسلک ہوتا ہے اس پر اس کا رنگ چڑھ جاتا ہے...... آپ نے دیکھا ہوگا کہ...... حضرات علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ایک الگ رنگ اور مزاج ہوتا ہے...... صوفیا کا الگ...... مبلغین کا الگ...... واعظین کا الگ...... مناظرین کا الگ...... اسی طرح جہاد کا بھی ایک خاص رنگ ہے...... جو شخص جہاد کو اچھی طرح سمجھ لے...... شعوری طور پر سمجھ لے...... وقتی حوادث سے نہیں...... قرآن وسنت کی روشنی سے...... اس پر جہاد کا ایک خاص رنگ چڑھ جاتا ہے...... پھر اس کا اوڑھنا بچھونا...... اس کا کردار و گفتار...... اس کی نشست و برخاست سب کچھ جہاد کا آئینہ دار ہوتا ہے...... کچھ یہی حال مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تھا...... جہاد ان کے دل و دماغ اور رگ وریشہ میں ایسا رچ بس چکا تھا کہ ان کی ہر آرزو...... ان کی ہر تمنا اور ان کی ہر گفتگو کی تان جہاد و شہادت پر آکر ٹوٹتی تھی...... وہ سچے تھے...... وہ مخلص تھے...... وہ وفادار تھے...... چنانچہ انہیں ان کی وفا کا صلہ بھی خوب ملا...... اور وہ {فَمِنۡهُم مَّن قَضَىٰ نَحۡبَهُۥ} کے مصداق بن کر خلد بریں کے مکین ٹھہرے، ان شاء اللہ۔

O.....................O.....................O

قرآن کریم کی سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ نے کامل مجاہد کی پچیس صفات بیان فرمائی ہیں...... جب بھی وہ صفات سامنے آتی ہیں...... اور ان کا تذکرہ ہوتا ہے تو دل مچلتا ہے کہ ان صفات کے

حامل مجاہدین کتنے خوش نصیب ہیں؟...... الحمدللہ ایسے مجاہد بہت ہیں......ان کی کمی نہیں......لیکن ان میں طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک امتیازی شان سے مسکراتے نظر آتے ہیں......وہ ایک عالم باعمل تھے، اس لیے ان کی شان ہی کچھ نرالی تھی......انہوں نے محنت کرکے خود کو ان صفات کا خوگر بنایا تھا......وہ صفات کون کون سی ہیں...... چلیے! پہلے ان کا تذکرہ کر لیتے ہیں......

١ تقویٰ......

٢ اصلاح ذات البین......

٣ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت......

٤ اللہ تعالیٰ کا خوف......

٥ قرآن مجید سے تعلق......

٦ توکل علی اللہ......

٧ اقامۃ الصلوٰۃ......

٨ انفاق فی سبیل اللہ......

٩ استغاثہ من اللہ......

١٠ ثابت قدمی......

١١ دعوتِ جہاد پر فوراً لبیک......

١٢ اطاعتِ امیر......

١٣ شکرگزاری......

١٤ نہی عن المنکر......

١٥ مال واولاد کی قربانی......

١٦ کافروں کی طاقت کو توڑنے کا جنون......

١٧ اجتماعی اموال کی شرعی تقسیم......

١٨ نزاع سے احتراز......

١٩ صبر......

٢٠ تکبر اور ریاء سے اجتناب......

٢١ مسلسل جہادی قوت اور عسکری تربیت کو بڑھاتے رہنا......

٢٢ حالات پر کڑی نظر رکھنا......

٢٣ دعوتِ جہاد......

٢٤ حُبِ دنیا سے دوری......

٢٥ قومیت، وطنیت، لسانیت سے کامل اجتناب......

جن لوگوں نے مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے......اور ان کے ساتھ وقت گزارا ہے...... وہ اس بات سے ضرور اتفاق کریں گے کہ یہ صفات شہید موصوف میں موجود تھیں...... یوں وہ ایک ''کامل مجاہد'' کی عملی تصویر بن کر پچھلوں کو سبق دے گئے۔ **رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً**

o......................o......................o

شہید محترم کے دوست واحباب نے ان کے جو حالات وصفات بیان کیے وہ بہت زیادہ ہیں......اور حیران کن ہیں......ان تمام صفات وحالات کا ایک مختصر سا نقشہ، اور خلاصہ پیش خدمت ہے......آپ اسی سے ان کی ذات کو اچھی طرح پہچان سکتے ہیں۔

خدمت

شہید محترم کا یہ ایک امتیازی وصف تھا کہ وہ ''خانوادۂ امیر'' ہونے کے باوجود ''مخدومیت'' سے بہت دور تھے اور انہیں نشے کی حد تک خدمت کا جذبہ تھا...... جماعت کے

بزرگوں اور مجاہدینِ اسلام کی خدمت گویا ان کی سرشت میں داخل تھی......ساتھیوں کے لئے کھانا پکانا، روٹی لگانا، ان کے لئے افطاری تیار کرنا اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا وغیرہ...... تمام امور وہ بلا جھجک بجالاتے تھے۔

بلند ہمتی

یہ شہید محترم کا ایک ایسا وصف ہے جو زبان زدِ عام ہے......کیا چھوٹے اور کیا بڑے؟ سب اس بات کے قائل ہیں کہ مولانا صحیح معنیٰ میں اس شعر کے مصداق بن کر ابھرے ۔

اگر ہمت کرے پھر کیا نہیں انسان کے بس میں
یہ ہے کم ہمتی جو بے بسی معلوم ہوتی ہے

میدانِ عمل کے بڑے بڑے شہسوار آج اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ موصوف ہمت کے پہاڑ تھے۔ حضرت اقدس مفتی اصغر خان کشمیری حفظہ اللہ فرما رہے تھے، شہید محترم کی جسمانی فٹنس کی وجہ سے کوئی بھی یہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھا کہ وہ کشمیر پہنچ پائیں گے......جب وہ کشمیر روانہ ہو رہے تھے تو میں نے ازراہِ مزاح ان سے کہا: ''پوری جماعت میں ایک آپ کے سوا کوئی بھی مطمئن نہیں کہ آپ کشمیر پہنچ پائیں گے۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا: ''مجھے بھی معلوم ہے کہ کوئی مطمئن نہیں۔''

لیکن پھر انہوں نے سب کے اندازے غلط ثابت کئے اور کشمیر پہنچ کر دکھایا۔ ان کے ایک استاد بتا رہے تھے کہ جب مولانا کا کشمیر جانے کے لئے اصرار بڑھ گیا تو ہم نے شرط لگادی کہ آپ بھاری وزن اٹھا کر (......) کلومیٹر پیدل چل کر دکھائیں پھر آپ کو بھیج دیں گے......ہم نے یہ سمجھا کہ اس بھاری شرط کے سامنے مولانا ہتھیار ڈال دیں گے......لیکن اس کوہِ ہمت نے اس چیلنج کو نہ صرف قبول کیا بلکہ پورا بھی کر دکھایا۔ تب سب کو ان کے سامنے ہار ماننا پڑی۔ حالانکہ ان

کا جسم بھاری تھا، پاؤں فلیٹ تھے اور گھٹنوں کے پٹھے خراب تھے......ایسے شخص کے لئے تو تھوڑا سا فاصلہ طے کرنا بھی دوبھر ہوتا ہے......لیکن انہوں نے ۲۰ کلو کے لگ بھگ وزن اٹھا کر (......) کلومیٹر پیدل چل کر دکھایا......اور پھر جب وہ کشمیر روانہ ہونے لگے تو ان کے ساتھیوں سے کہا گیا کہ راستے میں ان کا تعاون کریں گے اور ان سے ان کا کچھ سامان بھی لے لیں گے تا کہ چلنے میں آسانی رہے......لیکن انہوں نے پورے سفر میں اپنا سامان کسی کو نہ دیا......اپنا مکمل سامان اٹھا کر اپنے پاؤں چل کر کشمیر پہنچے اور پھر خوشی سے بتاتے تھے کہ میں اپنا سامان خود اُٹھا کر اور خود چل کر بالآخر کشمیر پہنچ گیا ہوں۔

تلاوتِ کلامِ پاک

انہیں قرآن کریم کی تلاوت کا بہت ذوق تھا۔ اکثر قرآن کریم لے کر دریا یا ندی کے کنارے جا بیٹھتے......تنہائی میں چلے جاتے اور مزے لے لے کر تلاوت کرتے...... یہ ان کے تعلق مع القرآن کا کھلا ثبوت ہے...... چلتے پھرتے بھی تلاوت کرتے رہتے۔

اقامۃ الصلوٰۃ

شہید محترم کو نماز کا بہت زیادہ اہتمام رہتا تھا......اکثر وقت سے پہلے نماز کے لئے آجاتے......ایک مقام پر انہیں جماعت کی طرف سے ذمہ دار بنایا گیا......انہوں نے اپنے ماتحت سب ساتھیوں کو پابند کیے رکھا کہ سب ساتھی جماعت سے کم از کم دس منٹ قبل ضرور صفوں میں آجائیں اور آہ وزاری اور دعاء میں مصروف رہیں۔

O.....................O.....................O

تہجد گزاری

آخر شب تنہائیوں میں تہجد پڑھنا اور پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا، گڑگڑانا شہید کا محبوب مشغلہ تھا۔

تواضع وانکساری

یہ وصف تو ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا......ان کے پاس فخر اور بڑائی کا ہر قسمی سامان موجود تھا...... وہ باصلاحیت تھے، باکردار تھے، اونچے گھرانے کے فرد تھے...... ہر دلعزیز اور محبوب تھے...... مال کی فراوانی بھی تھی لیکن انہوں نے خود کو مٹایا اور اتنا مٹایا کہ کوئی ناواقف آدمی سمجھ ہی نہیں پاتا تھا کہ یہ شخص کوئی عام مجاہد ہے یا خوانوادۂ امیر کا چشم و چراغ ہے......رمضان المبارک میں ساتھی جہاد فنڈ کے لئے مساجد کے باہر جھولی پھیلاتے تو وہ بھی بلا جھجک عام ساتھیوں کی طرح جھولی فنڈ کرتے۔

تقویٰ اور خوفِ خدا

تقویٰ اور خوفِ خدا کا یہ عالم تھا...... کہ کمال کے خطیب ہونے کے باوجود بیان کرنے سے پہلے استخارہ کرتے......اور پھر بیان سے فارغ ہو کر استغفار کرتے اور یہ کہہ کر رو دیتے...... کہیں کل قیامت کے دن میں {لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ} کے جرم میں گرفتار نہ ہو جاؤں...... جو لوگ ان کے شب و روز کو جانتے ہیں وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تقویٰ اور خوفِ خدا کے کس مقام پر فائز تھے۔

انفاق فی سبیل اللہ

اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا اور ساتھیوں پر مال لٹانا ان کا محبوب وصف تھا......
کتنے ہی ساتھیوں نے بتایا کہ وہ اپنے جیب خرچ سے ساتھیوں کی خدمت کرتے، ان کی ضروریات پوری کرتے......ان کی راحت اور خوشی کا سامان مہیا کرتے......ان کے ساتھی خاص طور پر آزاد کشمیر کے کوئی ساتھی اجلاس یا اجتماع وغیرہ کے لئے بہاولپور مرکز تشریف لاتے تو ان کی پرتکلف دعوت کرتے......اور پورے اہتمام واصرار سے کرتے اور دنیا جہان کی نعمتیں ان کے لئے جمع کرلاتے......ان کا ہاتھ بہت کھلا تھا......وہ سخی تھے......فیاض تھے......جی ہاں! وہ حضرت طلحۃ الفیاض رضی اللہ عنہ کا عکس اور پرتو تھے۔

سیکھنے کے دھنی

ایک مجاہدِ کامل کے لئے ضروری ہے کہ وہ جہادی تربیت بڑھانے کا شوقین ہو...... ہر نئی سے نئی چیز اور نیا سے نیا حربہ سیکھنا اور آزمانا اس کا شوق ہو......طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ میں یہ صفت بھی بدرجۂ کمال موجود تھی......وہ ہر وقت سیکھنے اور تربیت و مشق میں مصروف رہتے تھے......فارغ اور بے کار بیٹھنا ان کی فطرت میں ہی نہیں تھا......استاد المجاہدین جناب استاد غوری صاحب حفظہ اللہ بتا رہے تھے کہ......معسکر میں جب شہید محترم کو فارغ اوقات میسر آتے تو وہ کچھ ساتھیوں کو ساتھ لے کر دور نکل جاتے اور تیر اندازی کی مشق کرتے......انہوں نے بڑی چاہت سے تیر کمان کا ایک سیٹ خریدا تھا جس سے وہ مشق کیا کرتے تھے اور جاتے ہوئے وہ سیٹ معسکر کے لئے وقف کر گئے تھے۔

گھڑسواری

مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک ماہر گھڑسوار تھے......ان کی ماہرانہ اور بے خوف گھڑسواری دیکھ کر بڑے بڑے شاہسوار انگشت بدنداں رہ جاتے تھے......دونوں ہاتھ چھوڑ کر تیز گھوڑا دوڑانا اور پھر دوڑتے گھوڑے سے فائرنگ کرنا ان کے لئے معمولی بات تھی۔

تیراکی

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک مشاق تیراک تھے......انہیں تیراکی پر کتنا عبور تھا؟......اس کا اندازہ صرف اس ایک واقعے سے لگایا جاسکتا ہے جو ایک ذمہ دار ساتھی نے بتایا، فرمایا:

''ایک بار اگست کا مہینہ تھا......دریائے نیلم کا جوش وخروش عروج پر تھا......دریا کے پار دوسری طرف موجود جنگل سے ساتھیوں کے لئے لکڑیاں کاٹ کر لانی تھیں......مشکل یہ تھی کہ دریا کیسے عبور کیا جائے کیونکہ اُس پار جانے کے لئے کوئی پل موجود نہیں تھا......فیصلہ ہوا کہ کشتی کے ذریعے عبور کیا جائے......لیکن دریا کے بیچ میں جا کر کشتی بھی جواب دے گئی اور اس نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا......اب ایک ہی صورت باقی تھی کہ کوئی ساتھی تیر کر دریا کا باقی حصہ کراس کرے اور کنارے پر جا کر رسی کے ذریعے کشتی کو آگے بڑھنے کا سہارا دے......ایک پرانے اور تجربہ کار ساتھی نے اس کام کے لئے خود کو پیش کیا اور دریا میں چھلانگ لگادی لیکن ہر ممکن کوشش کے باوجود وہ دریا کا باقی حصہ عبور نہ کر سکے......کیونکہ دریا کا بہاؤ بہت تیز تھا......تب مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دریا میں کود گئے اور دریائے نیلم کی بے رحم موجوں سے لڑتے ہوئے بالآخر دریا عبور کر لیا اور رسی کے ذریعے کشتی کو بھی پار لگوا دیا۔''

دعوتِ جہاد

میدانِ عمل کے مردِ مجاہد کے لئے داعئ جہاد ہونا بھی ضروری ہے......تاکہ وہ اپنے عمل اور اپنی دعوت کے ذریعے دوسرے مسلمانوں کو بھی جہاد کی طرف لا سکے......ایک عملی مجاہد کی دعوت میں جو اثر اور تاثیر ہوتی ہے......وہ گفتار کے غازیوں کو کہاں میسر آسکتی ہے......مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ تو اس میدان کے شہزادے تھے......ملک کے طول وعرض میں ان کی بے باک اور پر سوز دعوتِ جہاد کی صدائیں اب بھی گونجتی سنائی دیتی ہیں۔

وہ چونکہ باعمل عالم اور مجاہد تھے اور دردِ دل کی نعمت سے بہرہ ور تھے......اخلاص کے تو ویسے ہی پتلے تھے......اس لیے جہاں بھی گئے چھا گئے...... جہاں بھی گرجے......دلوں کے تار ہلائے......اور غفلتوں کی چادر چاک کی......لوگ آج تک انہیں یاد کرتے ہیں......ملک بھر کے کتنے ہی منبر ومحراب آج بھی ان کی راہ تکتے ہیں......اور کتنے ہی ہاتھ آج تک جب بھی اٹھتے ہیں تو مولانا کے لئے دعاء کیے بغیر نیچے نہیں آتے......ایک ذمہ دار ساتھی نے بتایا کہ ایک بار ایک مسجد میں مولانا نے جمعۃ المبارک کا بیان کیا......اس مسجد میں ایک سائنس ٹیچر نماز پڑھنے آتے تھے جو جہاد ومجاہدین کی مخالفت کے جرم میں مبتلا تھے، لیکن اس دن مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان سن کر ان کا دل ایسا صاف ہوا کہ وہ مجاہدین کے ''مُحِب'' بن گئے......اور اس روز بھی متانت اور اصرار سے مولانا اور ساتھیوں کو اپنے گھر لے گئے، ان کو کھانا کھلایا اور پھر اعزاز واکرام کے ساتھ رخصت کیا۔

ذوقِ دعاء

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے دعاء کا بہت ذوق عطا فرمایا تھا......وہ بہت لمبی لمبی اور ڈوبی ہوئی دعائیں مانگا کرتے تھے......آہ وزاری اور تضرع سے مانگا کرتے تھے......یقیناً یہ

ذوق اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت ہے......اور جسے یہ نعمت میسر آجائے...... وہ دنیا سے بے پرواہ اور مستغنی ہوجاتا ہے......مولانا کا دعا سے کیسا لگاؤ تھا؟ صرف ایک واقعے سے اندازہ لگالیں......

’’آزاد کشمیر کی ایک عظیم الشان جامع مسجد میں ماہِ رمضان میں ختم قرآن کریم کی مجلس تھی...... علاقے کے جید علماء موجود تھے......مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجلس میں مدعو تھے......مجلس کی اختتامی دعاء مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئی......مولانا نے بیس منٹ سے آدھا گھنٹہ ایسی پر سوز دعاء کرائی کہ نمازی اور خود مولانا سب زاروقطار رو رہے تھے......مسجد آہوں اور سسکیوں سے گونج رہی تھی......دعاء کے بعد مسجد کے امام وخطیب جو ایک نامور اور جید عالم دین ہیں......کو مبارک بادی کے طور پر کسی نے مالا پہنایا تو انہوں نے اپنے گلے سے نکال کر شہید محترم کے گلے میں ڈال دیا......اور کہا کہ اس کے مستحق یہ ہیں۔‘‘

شہید محترم کے مقامی دوستوں نے آج تک وہ مالا سنبھال کر رکھا ہوا ہے...... بلکہ ایک بڑی عمر کے ساتھی فرمارہے تھے کہ میں نے یہ مالا اپنے بیٹے کی شادی کے لئے رکھا ہے......میں بطور تبرک شادی پر اپنے بیٹے کو پہناؤں گا۔

مولانا اکثر ایک عجیب دعا مانگا کرتے تھے...... جسے سن کر ان کا مقام عبدیت خوب واضح ہوجاتا ہے اور انسان کو بلا اختیار رونا آجاتا ہے......فرماتے تھے:

’’یا اللہ! ہم کباڑ مال ہیں، آپ محض اپنے فضل سے ہمیں قبول فرمالیں۔‘‘

اللہ......اللہ......اللہ

علم دوستی

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ درمیان میں تعلیم چھوڑ دی تھی اور پھر وقفے کے بعد دوبارہ تعلیم کی

تکمیل کی تھی......لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مولانا کو نعوذ باللہ تعلیم یا علم سے کوئی نفرت تھی یا وہ علم میں کمزور تھے......نہیں، ہرگز نہیں......دراصل وہ علم پر عمل کو ترجیح دینے کے قائل تھے...... وہ آخرت کی پکڑ سے ڈرتے تھے...... اس لیے ان کا موقف تھا کہ جو پڑھ لیا پہلے اس پر عمل کیا جائے اور پھر ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں حساس اور گداز دل عطاء فرمایا تھا......جس کی وجہ سے وہ اسلام اور مسلمانوں کی مغلوبیت برداشت نہیں کر سکتے تھے اور کچھ کر گزرنے کے جنون میں وہ تعلیم چھوڑ دیتے تھے......اس کی کئی مثالیں ہماری تاریخ اور اکابر میں مل سکتی ہیں۔

اس سب کچھ کے باوجود مولانا علم دوست انسان تھے اور علم میں کافی رسوخ اور مضبوطی رکھتے تھے...... جہاں تک علم دوستی کا تعلق ہے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ ہمیشہ علمائے کرام کا بہت زیادہ احترام اور ادب کرتے تھے......اور علمائے کرام کا ادب واحترام وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں علم کی قدر ہو......اس کے علاوہ ایسے بھی واقعات ہیں کہ انہوں نے خود طلباء کرام کو اپنے طرزِ عمل پر چلنے سے روکا اور انہیں تعلیم مکمل کرنے کی ترغیب دی...... مدرسہ تعلیم القرآن جابہ، مانسہرہ کے ایک طالب علم جو مولانا کے قریبی دوست رہے......انہوں نے بتایا کہ ایک بار میں نے بھی تعلیم چھوڑنے اور محاذوں کا رخ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا...... جب مولانا کو پتہ چلا تو انہوں نے مجھے سختی سے منع کیا اور فرمایا: ”شہادت اپنے وقت پر ملے گی، موت اپنے وقت پر آئے گی، تم اپنی تعلیم مکمل کرو۔“

رہا رسوخ فی العلم تو اس کے سب سے بڑے گواہ خود ان کے اساتذہ، ہم کلاس اور وہ لوگ ہیں جنہیں ان سے علمی میدان میں کبھی واسطہ پڑا۔

اتباع شریعت

حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ اتباعِ شریعت کے بہت پابند تھے......شریعت کی مخالفت

انہیں ہرگز برداشت نہ ہوتی تھی......انہیں جو کام خلافِ شریعت نظر آتا وہ اس کے سامنے {لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ} کا مصداق بن کر ڈٹ جاتے......ایسے کافی واقعات ہیں...... سردست صرف ایک واقعہ......

کچھ عرصہ قبل جماعت میں......ساتھیوں کی شہادت پر حد سے بڑھی ہوئی مبارکبادی، دعوت اور اظہارِ خوشی کا رواج چل نکلا تھا......ظاہر بات ہے یہ چیز شریعت کے مزاج کے خلاف ہے...... شہید کی سعادت اپنی جگہ مسلم......مگر پچھلوں کے لئے تو شہید کا چلا جانا ایک خلا ہے، نقصان ہے اور دھچکا ہے......اس لئے اس مقام میں خوشی اور غم، مبارک اور تعزیت دونوں پہلو موجود ہوتے ہیں......اور ان دونوں پہلوؤں کی رعایت رکھنا ضروری ہوتا ہے...... یہ اور بات ہے کہ کہیں خوشی کا پہلو غالب آجاتا ہے اور کہیں غم کا......مزاج مزاج کا فرق ہوتا ہے......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں سے بھی دونوں طرح کے طرزِ عمل سامنے آتے ہیں......بہر حال! اس بارے میں غلو تو کسی بھی صورت روا نہیں......شہید محترم کے جذبۂ اتباعِ شریعت اور رسوخ فی العلم کا اندازہ کیجئے کہ......آج سے کئی سال قبل جب یہ کام پورے عروج پر تھا......اور مولانا زیرِ تعلیم تھے......اس وقت ایک ساتھی کی شہادت پر ان کے کلاس والے احباب نے خوشی کے طور پر دعوت کا اہتمام کیا......مولانا ان سے لڑ پڑے......اور کہا کہ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں ہے......لہٰذا یہ عمل غلط ہے......اور میں کسی غلط اور خلافِ شریعت عمل میں شریک نہیں ہوسکتا...... اور پھر وہ اس میں شریک ہوئے بھی نہیں۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں بہت ہیں...... یادیں بے شمار ہیں......اور خوبیاں ان گنت ہیں...... چند ایک مختصراً عرض کر دیں......ان کے دوستوں اور ساتھیوں نے ان کے جو حالات اور واقعات بتائے وہ حیران کن بھی ہیں......اور سبق آموز بھی...... چند ایک کا تذکرہ قدرے تفصیل سے آگیا...... مضمون طویل ہوتا جا رہا ہے......اس لیے اب چند دلچسپ باتیں انتہائی اختصار کے

ساتھ نقل کرتے ہیں۔

۱ مولانا کو کشمیر اور کشمیریوں کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی۔

۲ مولانا کو جماعت سے بہت محبت تھی۔اکثر ساتھیوں کو تاکید فرماتے کہ کچھ بھی ہو جائے جماعت کو نہیں چھوڑنا...... جماعت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے......اور کسی کو شرعی جماعت کامل جانا یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے......لیکن اس نعمت کی قدر بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے...... ہاں! یقیناً انہی کو نصیب ہوتی ہے......جن کی دل کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں......اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جماعت کی قدر نصیب فرمائیں۔

۳ مولانا شہید کو ''گمنام مجاہد'' بہت پسند تھے۔

۴ ذمہ داری اور عہدے کا شوق بالکل نہیں تھا...... بلکہ ذمہ داری اور عہدے سے دور بھاگتے تھے......ایک بار ایک مقام پر انہیں کچھ ساتھیوں کا ذمہ دار بنایا گیا......لیکن وہ ساتھیوں کے ساتھ پہلے کی طرح گھل مل کر رہتے رہے اور کسی کو اندازہ ہی نہیں ہونے دیا کہ وہ ذمہ دار ہیں...... بلکہ اس دوران ''سیّد القوم فی السفر خادمھم'' کی عملی تصویر بنے رہے۔

۵ مذکورہ بالا ذمہ داری کے دوران ''محاسبے'' میں اگر کسی کی سرزنش کر دیتے تو بعد میں پریشان رہتے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے راستے کے ایک مجاہد کو سرزنش کی...... حالانکہ ان کی سرزنش برحق ہوتی اور ان کی ذمہ داری کا حصہ ہوتی تھی۔

۶ حضرت امیر محترم حفظہ اللہ کے حالات اور تذکرے بہت دلچسپی اور اہتمام سے ساتھیوں کو سناتے اور انہیں اطاعت امیر پر ابھارتے رہتے۔

۷ اگر کوئی ساتھی کسی دینی جماعت یا دیگر جہادی تنظیموں کی مخالفت کرتا تو اسے سختی سے روکتے۔

⑧ دوپہر کا قیلولہ ضرور کرتے تھے۔

⑨ غرباء پر خود بھی مال خرچ کرتے اور دوسروں کو بھی خرچ کرنے کی ترغیب دیتے۔

⑩ علمائے کرام کا بہت اکرام کرتے...... کسی بھی عالم دین کو دیکھتے تو سواری روک کر اور نیچے اتر کر ان سے ملتے اور دعائیں لیتے۔

⑪ سادگی، معصومیت اور طبعی مزاح کا یہ عالم تھا کہ چاول پکاتے تو کچن میں موجود ہر ڈبی سے اس میں کچھ نہ کچھ لازماً ڈالتے...... یہاں تک کہ چینی اور پتی بھی ڈال دیتے...... پھر فرماتے کہ چاول بہت مزیدار بنے ہیں۔

⑫ ایک بار ساتھیوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ گاڑی الٹ گئی...... لیکن سب ساتھی سلامت رہے کسی کو خراش تک نہ آئی...... صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ساتھیوں نے نیچے اتر کر گاڑی خود سیدھی کی اور مدد کو آنے والے لوگوں کے پہنچنے سے قبل مقام حادثہ سے روانہ ہو گئے...... اس واقعے کے بعد مولانا فرمایا کرتے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں کافروں کو مارنے کے لئے پیدا فرمایا ہے...... اس لیے ہمیں ان حادثات میں کچھ نہیں ہوگا۔''

اُمید ہے کہ ان مختصر حالات واقعات سے مولانا محترم کی شخصیت سمجھنے کی راہیں کھلی ہوں گی...... اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شہید محترم جیسا جذبہ اور عمل نصیب فرمائے، آمین۔'' رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

o..................o..................o

کوئی کہے کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کشمیر میں زیادہ کام کرنے کا وقت ملا اور نہ موقع...... وہ کشمیر پہنچے اور چند ہی دنوں میں شہید ہو گئے...... تو اتنی تگ ودو...... اور اتنی محنت کا ثمرہ اور نتیجہ کیا نکلا؟

تو سنیے! اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''شکور'' ہے...... شکور یعنی قدردان...... اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی محنت کو رائیگاں نہیں جانے دیتے...... ان شاء اللہ ہمارے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قربانی اور محنت بھی

رائیگاں نہیں جائے گی...... ہمیں نظر آئے یا نہ آئے......تحریک سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا بظاہر انجام اور اختتام کیا ہوا تھا؟......لیکن پھر بعد میں اس کے نتائج اور ثمرات کیسے اور کہاں کہاں ظاہر ہوئے......ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ...... طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ، ان کے رفقاء اور دیگر شہدائے کشمیر کا خون ہر گز رائیگاں نہیں جائے گا......باقی یہ نصیب کی باتیں ہیں......کوئی جلد لیلائے شہادت کو پالیتا ہے......کوئی سالوں اس کی طلب اور تڑپ میں سرگرداں رہتا ہے......اور اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے کبھی ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ شہادت کے بعض طلبگار شہادت کے پیچھے دوڑتے دوڑتے تھک جاتے ہیں، مایوس ہوجاتے ہیں اور پھر واپس دنیا داری کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔ ہمارے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو شہادت کی سچی طلب تھی......انہوں نے شہادت پانے کے لئے کون سی قربانی نہیں دی......ان کی زندگی اور جدو جہد کا ہدف ہی شہادت تھی......سو وہ اسے پانے میں کامیاب ہو گئے......وہ اپنے معذور جسم کے ساتھ عہد وفا نبھاتے ہوئے کشمیر پہنچے......تب رحمتِ کبریاء کو جوش آیا اور اس نے اپنے بے تاب و بے چین بندے کو جلد اپنے پاس بلا کر قرار دے دیا۔

یہاں ایک بات اور بھی یاد رہے کہ...... ’’شہادت‘‘ ایک بہت اونچا ’’مقام‘‘ ہے...... جیسے ’’نبوت‘‘ ایک مقام ہے...... ’’صدیقیت‘‘ ایک مقام ہے......اسی طرح شہادت بھی ایک مقام ہے......اور اس مقام تک ہر انسان نہیں پہنچ سکتا......بس وہی پہنچتا ہے...... جسے اللہ تعالیٰ چن لیں......پسند فرمالیں...... یہ حقیقت خود قرآن کریم بتاتا ہے:

{وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَآءَ} (ال عمران، آیت ۱۴۰)

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

’’بعض اوقات شکست دینا اور بعض آدمیوں کو شہید کرانا اللہ تعالیٰ کا مقصود ہوتا ہے تا کہ مسلمانوں کے خون میں جوش پیدا ہو جائے اور خوابیدہ قوم زخم خوردہ ہو کر بیدار ہو جائے۔‘‘ (حاشیہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ)

تفسیرِ فرقان میں ہے:

''تم میں سے بعض کو وہ (اللہ تعالیٰ) شہادت کے درجہ پر فائز کرنا چاہتا تھا۔ کھیتی کے لئے آفتاب کی روشنی اور پانی ضروری چیزیں ہیں، ورنہ وہ خراب ہوجائے گی۔ ایسے ہی قوموں کی حیاتِ ملی شہیدوں پر موقوف ہے، قومی کھیتوں کو بہترین دل ودماغ کے خون ہی سیراب کرسکتے ہیں، آزادی اور حریت کی راہ کا فرش صرف انسانی جسموں ہی سے تیار ہوتا ہے، جب تک قربانیاں کثرت سے نہ ہوں گی قوم کبھی زندگی حاصل نہ کرسکے گی، جب اعلیٰ ترین افرادِ ملت ذبح ہوں گے تو قوم میں زندگی کے آثار نمودار ہوں گے، اس کے جذبات بھڑک اٹھیں گے...... اور جب تک انتقام نہ لے لے گی اسے چین نہ آئے گا۔'' (تفسیر الفرقان)

حضرات مفسرین کرام نے وضاحت سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض جہاد قائم ہی اس لئے فرماتے ہیں تاکہ اپنے کچھ بندوں کو خلعتِ شہادت سے نوازیں...... سو مقامِ شہادت تک پہنچ جانا یہ بذات خود ''ایک نتیجہ'' ہے...... خواہ دنیا میں کوئی اور ظاہری نتیجہ سامنے آئے یا نہ آئے۔

اور پھر ہمارے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے ظاہری نتائج تو اتنے کھل کر سامنے آئے ہیں اور آرہے ہیں کہ بلا اختیار زبان ''سبحان اللہ'' پکارنے لگتی ہے...... کیا صرف یہی ایک نتیجہ کچھ کم ہے کہ مولانا کی قربانی اور شہادت نے کمزوروں کو حوصلہ دیا...... ہمت و بہادری کا سبق سکھایا...... اور دنیا کے مشکل ترین محاذ کا ایسا راستہ کھولا کہ آج جہادِ کشمیر کی طرف لپکنے والوں کی لائنیں لگی ہیں...... نوجوان جہادِ کشمیر کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں...... اور محاذِ کشمیر جو غزوۂ ہند کا حصہ ہے...... آج ایک بار پھر گرج رہا ہے، برس رہا ہے...... اور ناپاک مشرکین کے قدم اکھیڑ رہا ہے...... مولانا کا طرزِ عمل اور قربانی سیّدنا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی اس قربانی اور عمل کا پرتو ہے جو انہوں نے میدان اُحد میں پیش کی تھی......

مولانا! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی شایان شان اجر سے نوازیں...... آپ اہل دنیا پر خوب واضح کر گئے کہ۔

نہیں ہیں بڑھ کر یقیں سے کوئی طاقت
یہ ہو تو کوئی بھی مشکل نہیں ہے
اگر ہو آشنا عشق جنوں سے
تو کچھ بھی راہ میں حائل نہیں ہے

o..................o..................o

شہادت کے بعد بہت سے احباب نے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اچھے اچھے خواب دیکھے...... اور خود مولانا سے خوابوں میں ملاقاتیں کیں...... وہ خواب بہت ایمان افروز ہیں...... یہاں چند ایک نقل کر دیتے ہیں۔

(۱) شہید محترم کے ایک گہرے دوست جو مدرسہ تعلیم القرآن جابہ کے طالب علم ہیں...... وہ بتا رہے تھے کہ اس سال جب مدرسہ کا سالانہ پروگرام قریب آیا تو پروگرام سے چند دن قبل...... انہوں نے خواب میں دیکھا کہ مولانا مدرسہ میں آئے ہوئے ہیں...... پوچھنے پر بتایا کہ میں پروگرام میں شرکت کے لئے آیا ہوا ہوں۔

(۲) ایک اور ساتھی بتا رہے تھے کہ انہوں نے پروگرام کے بعد...... ایک روز خواب میں شہید محترم سے معسکر کے گیٹ کے پاس ملاقات کی...... مولانا موٹر سائیکل پر سوار تھے...... اور واپس جا رہے تھے...... دورانِ گفتگو عرض کیا کہ آپ تو شہید ہو گئے تھے، یہاں کیسے؟...... فرمانے لگے: ”مدرسہ کے سالانہ پروگرام میں شرکت کے لئے آیا تھا، اب واپس کشمیر جا رہا ہوں۔“

(۳) ایک ساتھی نے اپنا خواب سنایا کہ:

’’میں جامع مسجد عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے صحن میں بیٹھا تھا کہ اچانک مولانا تشریف لے آئے...... اور پرتپاک انداز میں مجھ سے ملے...... مجھے ان کا شہید ہونا خواب میں اچھی طرح یاد تھا...... چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ مولانا آپ تو شہید ہو گئے تھے، یہاں کیسے؟ فرمانے لگے: شہید زندہ ہوتا ہے...... میری شہادت کے بعد گھر والے کچھ پریشان اور غمگین ہیں...... میں ان کا دل لبھانے کے لئے آج کل گھر آیا ہوا ہوں...... پھر اس کے بعد شہید محترم نے پوری تفصیل سے میرے سامنے شہادت سے پہلے والی اور شہادت کے بعد والی زندگی کا موازنہ فرمایا...... اور ایک ایک چیز کے بارے میں بتایا کہ پچھلی زندگی میں مجھے فلاں فلاں تکلیفیں اور پریشانیاں تھیں اور اب نئی زندگی میں فلاں فلاں راحتیں اور سہولتیں ہیں۔‘‘ واللہ اعلم

o......................o......................o

آخر میں شہید محترم کے ایک فدائی ساتھی کی کچھ باتیں نقل کر کے بات ختم کرتے ہیں...... وہ فرماتے ہیں:

۱. مولانا مجھے فرمایا کرتے تھے: ’’بزرگوں کی خدمت زیادہ کیا کرو اس کی وجہ سے جلدی قبولیت مل جائے گی اور آپ جلد قبول ہو جائیں گے۔‘‘ ان کی یہ بات بالکل سچ نکلی اور میں خدمت کے صلے میں آج اس مقام پر پہنچ گیا ہوں (کہ میری تشکیل قریب ہے)۔

۲. مولانا خفیہ طور پر ساتھیوں کا بہت تعاون کرتے تھے، خدمت کے عمل کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ ساتھیوں کو روانہ کرنے کے لئے ان کے ساتھ جاتے اور ان پر خفیہ طور پر خوب مال خرچ کرتے تھے۔

۳. مولانا ہمت و استقامت کا پہاڑ تھے۔ ہمیشہ ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے رہتے تھے اور خود بھی بڑی سے بڑی مشکل میں ہمت نہیں ہارتے تھے۔ ایسا وقت بھی آتا کہ اساتذہ کرام اور بڑے حضرات ان کو روک دیتے لیکن وہ مسلسل مصروف عمل رہتے۔

④ مولانا کی ہمت اور قربانی ہمارے لیے ایک مثال اور نمونہ بن گئی ہے...... جب بھی کوئی حوصلہ شکن موڑ آتا ہے...... ان کی قربانی اور ہمت ہمارے قدم ڈگمگانے نہیں دیتی...... بلکہ اب تو بزرگ بھی ان کی باتوں کا حوالہ دے کر دوسرے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔

⑤ حقیقت یہ ہے کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں جینا اور مرنا سکھایا ہے...... اور زندگی کے بہت سے سربستہ رازوں سے پردہ ہٹایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی قبول فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ آمین

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً...... رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً...... رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہید

کے قلم سے

میری سب سے قیمتی متاع

حضرت مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا طلحہ شہید کے اپنے قلم سے ایک نادر تحریر.........................
شہادت کا دیوانہ شہداء کی یاد میں......

میری سب سے قیمتی متاع وہ لمحے ہیں جو ایسے ساتھیوں کے ساتھ بیتے جو ان شاء اللہ عند اللہ شہیدوں کے مراتب پر فائز ہو گئے ہیں۔

جی ہاں! مجھے میرے بچپنے کی دھندلی تصویر میں چند دھندلے نقش نظر آتے ہیں جو اگرچہ نظروں میں تو دھندلا گئے مگر دل میں واضح وعیاں ہیں۔

استاد ابو طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے کندھے پر سواری کرنا، ان کا انتہائی محبت سے میری آنکھوں میں سرمہ ڈالنا اور آخری ملاقات میں مجھ سے ''سورۃ المزمل'' کا آخری رکوع سننا۔ بھائی شاکر رحمۃ اللہ علیہ سے وقت روانگی میرا ضد کرنا اور ان کا مجھ سے وعدہ کرنا کہ میں آپ کو واپسی پر ٹینک میں بٹھا کر گھماؤں گا مگر ان کا واپس نہ آنا۔ بھائی پا ملا شہید رحمۃ اللہ علیہ کا پیار اور وہ میٹھے پان جو مجھے اور سب بچوں کو کھلایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک لمبے سفر سے واپس آنے کے بعد ہمارا ضد کرنا کہ ہمیں پان والی دکان پر لے چلیں اور ان کا انکار کرنا۔ ہمارے اصرار پر غصے میں خراب پان اٹھا کے ہمیں دینا اور ہمارا ان پانوں کو کھا لینا اور پھر الٹیاں کرنا۔ ہاں! مدرسے جاتے ہوئے ضد کرنا کہ ہم نہیں جاتے اور پھر ان کے کرارے کرارے تھپڑ کھانا اور نہ جانے کیا کچھ۔

بھائی عمار باہوشہید رحمۃ اللہ علیہ کا نورانی چہرہ اوراطاعتِ امیر کامثالی کرداراورساتھیوں کوخوش رکھنے کاعجیب ظریفانہ انداز،ان کاامیرمحترم کے ساتھ حادثے میں زخمی ہونااورمیراآخری ملاقات میں اس حال میں کہ ان کی پسلیوں پر پلاسٹر چڑھاہواتھا،گھرکے باہرکچی دیوارسے انہیں ایک بڑاساڈھیلہ توڑکردیناتاکہ وہ اس پرتیمم فرماسکیں۔بھائی حذیفہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کارعب اوران کادھم دھم کرتے ہوئے انکل غوری کے گھرکی سیڑھی پرچڑھنا۔اورنہ جانے کتنے حارسین جوامیر محترم کے ساتھ تھے۔

ہاں!پیارے سے خان بابایادآگئے۔واللہ!آج تک جوبھی میں نےٹوٹی پھوٹی نمازیں ادا کیں اورزندگی کی آخری سانسوں تک جوان شاءاللہ،اللہ پاک کی توفیق سےاداکروں گاان سب کااجرخان باباتک پہنچےگا،اس لیےکہ مجھےنمازانہوں نےپڑھناسکھائی تھی،ان کےتوکہنے ہی کیا۔اورپتہ نہیں کتنےساتھی اورپیارےہمیں چھوڑکران شاءاللہ رب کی جنتوں کی طرف چلے گئے۔قلم میں اتنی سکت نہیں کہ ان کےبارےمیں کچھ لکھےبلکہ دل کوبھی یارانہیں۔وہ توایسےہیں کہ ان کاذکرآتےہی آنکھیں چھم چھم برسنےلگتی ہیں اورمیں کہیں اورپہنچ جاتاہوں۔جہاں وقاص،کامران،کاشف،توفیق،رضوان چھوٹا،ریاض بہادر،عرفان اللہ،عبدالستار،رضوان ببلو، عبدالمعید،استادحذیفہ،فاروق جان،یاسین،کس کواتنایاراہےکہ ان پیاروں کےساتھ رہاہواور پھران کےتذکرےپروہ قلم کوسنبھال پائےاورکچھ لکھ سکے،شایدکوئی رکھتاہواتناحوصلہ پرمجھ میں نہیں۔رحمۃ اللہ علیہم رحمۃ واسعۃ

ربا!ان کی قربانیاں قبول فرما،انہیں جنت الفردوس کااعلیٰ مقام عطافرما۔ہمیں بھی اپنے راستے کی مقبول شہادت نصیب فرما۔یااللہ!ہمارےاعمال کی وجہ سےہمیں مردودمت فرمائیےگا۔آمین

میں نے تعلیم کیوں ترک کی؟

حضرت مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا طلحہ رشید کی ایک یادگار تحریر..
راز سے پردہ پھر بھی نہ اُٹھایا بس صرف اشارہ کر گئے......

جب سے میں مرکز شریف سے مدرسہ بالاکوٹ میں تربیت کی غرض سے آیا ہوں اس وقت سے میرے ہر جاننے والے اور عزیز کو یہ گلہ ہے کہ میں نے تعلیم کیوں ترک کی......؟

شاید کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں پڑھ نہیں سکتا تھا اور پڑھائی ایک مشکل کام ہے جو میرے بس سے باہر ہے اس لیے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ مگر ایسا ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت کا فضل واحسان ہے کہ پڑھنا، سبق سمجھنا یا سمجھانا میرے لیے بالکل مشکل نہیں تھا۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں یہ محض اللہ کا احسان ہے کہ پڑھائی کے دوران پورے مدرسے میں کوئی طالب علم میری نظر میں ایسا نہیں تھا کہ میں اس سے پڑھائی میں مقابلہ کروں اور وہ مجھ سے آگے نکل سکے۔ اس لیے میں نے کند ذہنی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ میں ساتھیوں سے پیچھے رہ جاتا ہوں پڑھائی نہیں چھوڑی۔

بعض لوگوں کا خیال ہوگا کہ طالب علمی کی زندگی گویا ایک قید کی زندگی ہے، کھانا پینا، سونا جاگنا کچھ بھی بندہ اپنی مرضی سے نہیں کرسکتا ہے، بلکہ ہر کام اساتذہ کی نگرانی میں اور ان کی اجازت سے کرنا ہوتا ہے تو شاید اپنی آزاد طبیعت کی وجہ سے میں اس چیز سے تنگ آگیا اور میں نے

پڑھائی چھوڑ دی۔لیکن میری پڑھائی چھوڑنے کی یہ وجہ بھی نہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ایک طالبعلم کی زندگی انتہائی مشقت اور پابندی والی زندگی ہے تو اس میں کوئی شک نہیں۔مگر میرے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہیں تھا۔الحمدللہ پڑھائی میں اچھا تھا اس وجہ سے انتظامی اور اجتماعی معاملات میں اکثر اساتذہ نرمی اور شفقت والا معاملہ فرماتے تھے، خصوصاً ناظمِ تعلیمات حضرت مفتی عبدالرحمن شاہ صاحب حفظہ اللہ ورعاہ۔اس لیے ان معاملات کی مجھے کوئی فکر نہیں تھی اور نہ ہی میرے تعلیم چھوڑنے کی وجہ یہ معاملات ہیں۔

بعض احباب یہ سمجھتے ہوں گے کہ شاید مدرسے یا گھر میں عزت نہیں ملتی اس لیے مرنے کا پروگرام ہے حتیٰ کہ بعض حضرات کے ساتھ جب اس معاملے میں گفتگو ہوئی تو انہوں نے دل چیرنے والے بات کردی کہ آپ کا تو خودکشی کا ارادہ ہے۔میرا سوال ہے کہ میں خودکشی کیوں کروں گا کیا میں اچھا پہن نہیں سکتا؟......الحمدللہ جیسے اور جس طرح کے پہناوے کی خواہش ہوئی اللہ رب العزت نے دیا۔کیا مجھے اچھا کھانا نہیں ملتا؟ الحمدللہ جس طرح کے اچھے سے اچھے کھانے کی خواہش کی اللہ نے کھلایا۔کیا مجھے عزت اور پیار نہیں ملے؟ نہیں، اگر میں قسم بھی کھاؤں تو حانث نہیں ہوں گا الحمدللہ خاندان میں، مرکز میں بلکہ جماعت میں جس طرح کی عزت اور پیار اللہ کے فضل سے مجھے ملا میرے ہم عمروں میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

تو آخر میں نے پڑھائی کیوں چھوڑی؟

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

جب تلیں گے عمل سب کے میزان پر
تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے

ان شاءاللہ......

شہید محترم کا خط ❶

دوست (محمد ریاض، صوابی) کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میرے پیارے بھائی! اللہ پاک آپ کو ایمان کی سلامتی، اخلاص، استقامت نصیب فرمائیں۔ اور اپنے دین کا مقبول کام لیں اور اپنے راستے کی مقبول ترین شہادت نصیب فرمائیں۔

میرے پیارے بھائی!

آپ کے ساتھ بہت اچھا اور محبت بھرا وقت گزرا۔ مگر پھر بھی مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہو اور یقیناً ہوئی بھی ہے اس پر میں دل سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے اللہ کی رضاء کے لئے معاف فرمادیں۔ مجھ سے غیبت ہوگئی ہو یا میں نے آپ کے بارے میں کچھ غلط سوچا ہو خدا کے لئے مجھے معاف فرمادیں۔

کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا لکھوں؟ بس صرف اتنی عرض ہے کہ اپنے گناہ گار، خطا کار بھائی کو اپنی دعاؤں میں نہ بھلانا۔ اور بھائی جس راہ میں آپ نے قدم رکھا ہے اس میں بہت آزمائشیں آتی ہیں۔ اللہ پاک آپ کو استقامت نصیب فرمائیں۔

میرے پیارے بھائی!

آپ کے لئے میرے دل میں کتنی جگہ ہے آپ کا اندازہ شاید مشکل ہے۔ بس بس

بس...... بھولنا نہیں اس لمحے کو جس لمحے آپ اللہ پاک کا دیدار کر رہے ہوں۔ اللہ آپ کو اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائے۔ اور اس راستے کو کبھی نہیں چھوڑنا۔ وقاص، خان بابا، رضوان کے راستہ کے راہی تمہیں سلام۔ میرے والدین کے لئے خصوصی دعاء کرنا۔ اللہ تمہیں رشک ملائک بنائے۔

(آپ کا بھائی)

شہید محترم کا خط ۲

دوست (محمد ریاض، صوابی) کے نام

میرے پیارے بھائی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گے، الحمدللہ میں بالکل خیریت سے ہوں۔

مظفر آباد سے جب بھی کوئی ساتھی آتا ہے تو اس سے میں آپ کا حال ضرور پوچھتا ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ مظفر آباد دفتر میں بہت تنگ ہیں اور اس کی وجہ سے آپ کا اخلاق بھی ساتھیوں کے ساتھ اچھا نہیں ہے۔ اور جب میں نے یہ سنا کہ آپ نے ساتھیوں سے یہ کہا کہ میں گھر جاتا ہوں تو مجھے یہ سن کر بہت افسوس اور بہت زیادہ دکھ ہوا۔ میں نے مفتی صاحب کو بھی کہا ہے اور محمد بھائی کو بھی ان شاء اللہ جلد آپ کی تشکیل ہو جائے گی۔

دیکھو بھیا!

جہاد اسلام کی چوٹی ہے۔ اللہ پاک جہاد کے راستے پر اُسے لگاتے ہیں جسے پسند کرتے ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل فرمایا کہ آپ کو جہاد کے لئے چنا اور پھر غزوۃ الہند میں شرکت کا موقع دیا۔ اب اگر یہاں سے آپ نے گھر جانے کا سوچا تو پھر آپ سوچ لیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی ناشکری ہوگی اور اپنے شہید ساتھیوں، رضوان ببلو اور عبدالمعید شہید رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ کتنی بے وفائی ہوگی۔ اس لئے بھائی ڈٹے رہو۔ ان شاء

اللہ جلد تشکیل ہو جائے گی۔

زیادہ گپ شپ سے بچیں، معمولات پورے کیا کریں۔

محبتوں میں ہر ایک لمحہ وصال ہوگا یہ طے ہوا تھا
بچھڑ کے بھی ایک دوسرے کا خیال ہوگا یہ طے ہوا تھا
وہی ہوا نا بدلتے موسم میں تم نے مجھ کو بھلا دیا ہے
کوئی بھی رت ہو نہ چاہتوں کو زوال ہوگا یہ طے ہوا تھا

یہ پانچ سو آپ کی امانت رہ گئی تھی وہ بھیج رہا ہوں۔

شہید محترم کی ڈائری سے

نورانی افکار

شہید محترم کی ڈائری سے......اُن کے خیالات وافکار......عبارتیں واشعار......
اور بہت سی پیاری باتیں......

اہل وفا

مانا کہ وفا جرم ہے اس دورِ ہوس میں
ہم اہلِ وفا جرم یہ کرتے ہی رہیں گے
گزرنا ہوگا تم کو کوچۂ اصنام سے پہلے
سمجھ کر، سوچ کر، راہِ وفا میں پاؤں رکھا ہے
یہ مت سمجھو کہ ہم واقف نہ تھے انجام سے پہلے
ستارے ڈوبنا، شبنم کا رونا، شمع کا بجھنا
بہت سے مرحلے ہیں صبح کے ہنگام سے پہلے
ابھی روشن نہ کر ساقی چراغ بزم میخانہ
غروبِ مہر ہونے دے طلوعِ جام سے پہلے
نہ فکر جیب وداماں تھی نہ رسوائی کا غم کوئی

بڑی راحت میں گزری ہوش کے الزام سے پہلے
چلے ہو تم حرم کی سمت، لیکن سوچ تو کیفی
گزرنا ہوگا تم کو کوچۂ اصنام سے پہلے

(زکی کیفی رحمۃ اللہ علیہ)

۲ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ ہفتہ

۞...۞...۞

دردِ محبت

عزیزو! جستجو بے فائدہ اب چارہ گر کی ہے
یہ ہے دردِ محبت چوٹ یہ قلب و جگر کی ہے
نہیں آسان ہر خواہش غمِ جاناں پے تج دینا
مگر میرے دلِ پُرغم نے یہ منزل بھی سر کی ہے

(کیفی رحمۃ اللہ علیہ)

۞...۞...۞

زیادہ گپ شپ نہ ہو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بھیا......!

میں جارہا ہوں۔آپ جب ڈیٹ پر آئیں تو PCO سے جا کر مجھ سے ضرور رابطہ کریں۔

اللہ پاک آپ کا حامی وناصر ہو۔

ساتھیوں کے ساتھ بہت اخلاق اور خیال سے رہنا، مذاق سے بہت پرہیز کرنا۔ زیادہ گپ شپ بھی نہ ہو دعاؤں میں خصوصی یاد رکھنا۔ اللہ حافظ

قتّال

۲۰۱۳۔۱۰۔۲۵ بروز ہفتہ

۞...۞...۞

خوشی کے موقع پر

آج ۲ فروری بروز جمعرات ۲۰۱۲ مرکز میں تقریری مقابلہ بعنوان ''تصوف اور جہاد'' منعقد ہوا جس میں بندہ نے اللہ کے فضل اور بزرگوں کی دعاؤں سے اول انعام حاصل کیا۔

یا اللہ! میری تمام صلاحیتیں اپنے راستہ میں قبول فرمالیجئے اور مجھے خالص مومن بنادیجئے۔ آمین

۞...۞...۞

اپنے ماموں امیرِ محترم سے ملاقات کا لمحہ

میری زندگی کا خوش قسمت دن......

ابو نے مجھے شام کو فون کیا کہ مجھے ملو۔ میں فوراً پہنچا۔ مجھے مفتی صاحب کا پیغام سنایا کہ طلحہ کو رات سب سے پہلے ٹائم پر......روانہ کردیں۔ میری دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں، نجانے کیوں......!

کیونکہ ''محبوب'' سے ملاقات کا سفر شروع ہونے والا تھا۔ اللہ نے ''محبوب'' سے ملاقات کروادی ان کے ہاتھوں سے روٹی کھائی، ڈھیروں دعائیں اس گناہ گار کو نصیب ہوئیں۔ الحمدللہ

۞...۞...۞

شیروں کے ہدیے

۱۸رجب ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۰ جون ۲۰۱۱ بروز سوموار......آج ہمارے الحمدللہ چھ فدائی دشمن پر قہر خداوندی بن کر برس پڑے۔ تقریباً چھ گھنٹے مسلسل بھاری اسلحے کے ساتھ دشمن سے نبرد آزمارہے اور بالآخر دشمن کو انتہائی زیادہ جانی اور مالی نقصان دے کر اس دارِفانی سے رب کی جنتوں کی طرف پرواز کر گئے۔

بھائی آفاق، بھائی ساجد، بھائی عامر، بھائی حنظلہ، بھائی شفیع، بھائی اکبر رحمۃ اللہ علیہم

بندہ کے لئے بھائی آفاق نے ایک تسبیح اور خوشبو بھیجی تھی جبکہ بھائی ساجد نے بھی ایک عدد کاؤنٹر تسبیح ہدیہ کی۔ اللہ پاک ان شیروں کے نذرانے قبول فرمائیں۔

۞...۞...۞

پرنم آنکھیں، خوش دل

آج ۲۹ رجب ۱۴۳۲ھ بمطابق ۱ جولائی ۲۰۱۱ بروز جمعہ معسکر سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ میں عجیب سماں ہے۔ تقریباً ہر آنکھ نم نظر آرہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آج اس معسکر میں تقریباً ایک سال تربیت پانے والے شہباز دشمنوں پر جھپٹنے کے لئے جیش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے مراکز جہاں سے فدائی دستوں کی تشکیل ہوتی ہے وہاں تشریف لے جارہے ہیں۔

عجیب ایمانی محبت کے مناظر نظر آرہے ہیں۔ ایک طرف ایک دوسرے سے بچھڑنے کے غم سے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں تو دوسری طرف دل اس خوشی سے جھومے جارہا ہے کہ اللہ رب العزت نے چند ماہ ان پیارے لوگوں کے ساتھ رہنے اور پھر اپنے ہاتھوں سے ان شہزادوں کو رخصت کرنے کی توفیق نصیب فرمائی ہے۔

ہاں! میں کبھی نہیں بھول پاؤں گا ان پیاروں کی رفاقت کو۔ میں کیسے بھلا دوں لمبے تڑنگے عبدالرحمن کی سادگی کو اور میں کیسے نہ یاد رکھوں اس پیارے سے عبدالعزیز کو۔ اور میرا دل کیسے بھلا سکتا ہے، اپنے سب سے پیارے ساتھی ریاض کو؟ بس کیا لکھوں ہر ایک خدا کی قسم ان میں ہیرا تھا۔

میرے ساتھیو! اللہ پاک آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آپ کو قدم قدم خوشیاں اور فتوحات نصیب ہوں۔

...

خان بابا شہید

آج ۱۸ رمضان ۱۴۳۲ھ بمطابق ۱۸ اگست ۲۰۱۱ جمعرات کے دن اس فانی دنیا سے حضرت خان بابا دار البقاء کی طرف سر پر شہادت کا تاج سجائے تشریف لے گئے۔ اللہ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائیں۔ آمین

......

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وصیت نامہ

شہید محترم کا خودنوشت وصیت نامہ

نام: محمد طلحہ رشید............ والد کا نام: رشید احمد کامران

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تمام تعریفیں اس رب کی جس نے ہمارے دلوں میں ایمان کی شمع کو روشن فرمایا اور لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہمارے محسن پیارے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے ہمیں عزیمت کی مبارک راہوں پر چلایا۔

اللہ پاک کا بے حد و بے حساب فضل ہوا مجھ ناکارہ پر کہ مجھے جہاد فی سبیل اللہ جیسا عظیم راستہ دکھایا۔ کوئی وصیت نہیں۔ بس اتنی عرض ہے کہ میرے لیے دعا کی جائے کہ اللہ پاک حقیقی جہاد اور مقبول شہادت نصیب فرمادیں۔

ہم سب پر یہ بات واضح ہے کہ اللہ پاک نے تمام تر عزت اور عظمت ہمیں دین اور جہاد کی برکت اور جماعت کے سائے میں نصیب فرمائی ہے۔ اس لیے ہم پر سانس لینے سے زیادہ ان چیزوں پر ثابت قدم رہنے کی ضرورت ہے، اللہ پاک نصیب فرمادیں۔

آخر میں تمام اعزاء اور متعلقین اور اہل حقوق سے تمام تر حق تلفیوں سے معذرت۔ خصوصاً امی، ابو، بہن بھائیوں اور امیر محترم سے معذرت کی درخواست اور استغفار کی درخواست۔

والسلام

محمد طلحہ رشید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خراج تحسین

تاثرات واقعات



سچے وارث

مولانا مفتی محمد منصور احمد صاحب

ہاں! یہ سچ ہے کہ ہمارا عزیز طلحہ چلا گیا، لیکن وہ تو کب سے جانے کے لیے بے تاب بیٹھا تھا۔ وہ جب بھی بولتا تھا تو اس کی تان شہادت پر ہی ٹوٹتی تھی۔ اور وہ فرمائش کرتا تھا تو اسی کے لیے، وہ اپنی چاہت کا اظہار کرتا تو اسی کے لیے۔ برسوں سے وہ بیتاب تھا، مضطرب تھا، بے قرار تھا، اس کا حال ایسا تھا کہ گویا کسی کی تلاش میں ہے۔

قافلۂ شہداء کتنا عظیم ہے، یہ برادری کتنی مبارک ہے اور یہ قبیلہ کتنی بلند نسبت رکھتا ہے۔ ہر آئے دن اس کی آبادی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے اور سلام ہے ان ماں باپ پر، ان نوجوانوں پر اور ان جاں نثاروں پر جنہوں نے ان راہوں کو ویران نہیں ہونے دیا، جنہوں نے مکاری، عیاری اور عیاشی کے سارے حیلے بہانوں کو نظر انداز کر کے ثابت کر دیا کہ آج اکیسویں صدی میں بھی الحمدللہ تعالیٰ اسلام کی شان پر، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر اور اہل ایمان کے تحفظ کے لیے جان دینے والے زندہ ہیں۔

وہ کڑیل خوبصورت نوجوان، شوق شہادت میں مست، ذہانت ایسی کہ لوگ عش عش کر اٹھیں، خطابت ایسی کہ ہر سمت سے صدائے آفریں بلند ہو، صحت ایسی کہ ہر کوئی رشک کرے، دنیا اپنی تمام تر رعنائیوں اور خوبصورت اداؤں کے ساتھ اس کے سامنے تھی اور آج کے نوجوان کو اپیل

کرنے والی ہر چیز اس کی دسترس میں تھی لیکن وہ نہ جانے کس مٹی کا بنا ہوا تھا اور اس پر رب کا کیسا خاص فضل اور کرم تھا کہ اس پر ایک ہی دھن سوار تھی، ایک ہی نشہ اس کے دل اور دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ وہ لیلائے شہادت کے فراق میں مچلتا رہا، تڑپتا رہا، روتا رہا اور راستے ڈھونڈتا رہا۔ اسے جب بھی دیکھا تو یہی لگن، یہی جذبہ، یہی دھن اور ان ہی خیالوں میں مست و مگن۔

ہاں! یہ سچ ہے کہ ہمارا عزیز طلحہ چلا گیا، لیکن وہ تو کب سے جانے کے لیے بے تاب بیٹھا تھا۔ وہ جب بھی بولتا تھا تو اس کی تان شہادت پر ہی ٹوٹتی تھی۔ اور وہ فرمائش کرتا تھا تو اسی کے لیے، وہ اپنی چاہت کا اظہار کرتا تو اسی کے لیے۔ برسوں سے وہ بیتاب تھا، مضطرب تھا، بے قرار تھا، اس کا حال ایسا تھا کہ گویا کسی کی تلاش میں ہے اور آج جب اس کو سکون آ گیا وہ اپنی چاہت کو پا گیا اور اس نے قافلۂ شہداء میں اپنا نام لکھوالیا تو ہم سب کے لیے اپنی یادیں چھوڑ گیا، اپنی وفاؤں کے نقوش انمٹ کر گیا اور ہمیں زندگی کا اصل مطلب سمجھا گیا۔

اقبال مرحوم نے کہا تھا: ؎

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

بے شک یہ عزیز طلحہ جیسے ستارے ہی ہوتے ہیں جو ڈوبتے ہیں تو افق پر پیغام سحر چھوڑ جاتے ہیں اور انہی کی قربانیوں کی بدولت قومیں آزادی کی نعمت سے سرفراز ہوتی ہیں۔ یہ ستارے اسی لیے جنم لیتے ہیں، اپنی خوبصورت اداؤں سے سب کے دلوں کو کھینچتے ہیں اور پھر صبح نو کی اُمید دلاتے ہوئے غروب ہو جاتے ہیں۔

رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات نے جہاں مسلمانوں کیلئے زندگی کو قیمتی بنایا اور اس کو گزارنے کیلئے وہ طور طریقے سکھائے جن کی بدولت انسانی حیات کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوا تو وہیں ایک مسلمان کی موت کو بھی بہت اعلیٰ اور ارفع بنا دیا۔ اگر ایک مسلمان دین کی خاطر اپنی

گردن کٹواتا ہے اور اپنے لہو کا نذرانہ راہِ الٰہی میں پیش کرتا ہے تو وہ ایسا انمول اور بے بہا ہو جاتا ہے کہ لاکھوں زندگیاں بھی اُس کی ظاہری موت پر قربان کی جاسکتی ہیں۔ سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت دونوں ہی اسلام کا نصب العین اور طرّہ امتیاز ہیں۔

قرآن وسنت نے شہادت کے جو فضائل بتائے اور اس پر جو انعاماتِ الٰہی گنوائے، اُن پر یقین رکھنے والے حضرات کی ایسی بے مثال جماعت تیار ہوئی جن کیلئے شہادت سے بڑھ کر اور کوئی انعام نہیں تھا۔ اُن کے سپہ سالار برسرِ میدان دشمنوں کو کہتے تھے:

''اللہ کی قسم! میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جو موت سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسے تم لوگ شراب کو محبوب رکھتے ہو۔''

ہمارے یہ شہزادے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شوقِ شہادت کے سچے وارث ہیں، ان کے حالات کی صرف ایک جھلک ملاحظہ کر لیتے ہیں:

بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار میں سے بارہ نقیب منتخب فرمائے۔ ان میں سے نو کا تعلق خزرج سے تھا اور تین کا قبیلہ اوس سے۔ اوس کے سرداروں میں سے ایک سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سعد خود بھی صحابہ میں سے تھے اور یہی شرف ان کے والد حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل تھا۔ غزوۂ بدر کیلئے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ سے نکل رہے تھے تو ان کے والد نے کہا:

''بیٹا! عورتوں اور بچوں کی حفاظت کیلئے ہم میں سے ایک کا گھر پر ٹھہرنا ضروری ہے تم یہ قربانی دو اور مجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جانے دو۔''

اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم کو جو جواب دیا وہ ان کے ایمان اور اللہ تعالیٰ سے گہرے تعلق کی روشن دلیل ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے بالکل انکار کر دیا اور کہنے لگے:

''ابو جنت کے علاوہ اگر کوئی اور معاملہ ہوتا، تو میں یہ قربانی دیتا، لیکن مجھے اللہ تعالیٰ سے پوری

اُمید ہے کہ وہ اس سفر میں مجھے شہادت نصیب فرمائے گا۔‘‘

باپ نے بیٹے کی یہ بات سننے سے انکار کر دیا اور بحث شروع ہوگئی۔ دونوں موت کی آغوش میں جانے کیلئے بے قرار ہیں اور پھر ہر ایک کی تمنا یہ ہے کہ کسی بھی طور وہ حق بندگی ادا کرے، قضیہ پھیلتا چلا گیا اور آخر کار باپ اور بیٹے نے قرعہ اندازی کا فیصلہ کرلیا کہ جس کا بھی نام نکلے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر قبول کرلیا جائے۔ قرعہ اندازی ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نام نکل آیا۔ شاداں و فرحاں بدر کی طرف روانہ ہوئے۔

اس پہلی رزم حق و باطل میں جن حضرات کو شہادت کی عظمت سے سرفراز فرمایا گیا ان میں سے ایک یہ بھی تھے۔ بدر میں پہنچے تو طعیمہ بن عدی سے مقابلہ ہوا۔ جس چیز پر قرعہ اندازی کی وہ مل گئی اور جس جنت کو وہ دیکھ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں پہنچا دیا۔

کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کیلئے اس قدر آسانی سے نہ صرف یہ کہ جان دے دے بلکہ اس مقصد کیلئے باپ بیٹے میں قرعہ اندازی ہونے لگے۔ اس دور میں یہ معاملہ سمجھنا اور سمجھانا بہت مشکل ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم نے زندگی کو موت پر ترجیح دے رکھی ہے، جبکہ انہوں نے موت کو زندگی پر ترجیح دی تھی۔ ہمیں تو زندگی گزارنے کا ڈھنگ نہیں آتا، انہیں جینے اور مرنے کے اصول وقواعد، اسباب وعلل اور تمام حقیقتیں معلوم تھیں۔ جن عظیم مقاصد کی تکمیل وہ کرنا چاہتے تھے، ان کا یقین اس راہ کی دشواریاں آسان کر دیتا تھا۔ ہم اس یقین کا ذکر تو کیا کریں ان مقاصد ہی کی خبر نہیں جن کیلئے وہ اپنی جان پر کھیل گئے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی حضرات کے بارے میں کہا تھا ؎

اس کی اُمیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب اس کی نگہ دل نواز
نرم دم گفتگو گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بدر میں شہید ہوئے۔اس کے ایک سال بعد احد کا کارزار گرم ہوا، باپ حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ نے جو قرعہ اندازی میں رہ گئے تھے، اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''اللہ کے رسول! میں نے کل رات اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا، نہایت حسین وجمیل شکل میں ہے، جنت کے باغات اور نہروں میں سیر وتفریح کر رہا اور کہتا ہے ابو! آپ بھی یہیں آجائیں۔دونوں جنت میں اکٹھے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔''

اپنی بات مکمل کی اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! مجھے بدر میں شرکت کی تمنا تھی، اس سعادت کو حاصل کرنے کیلئے مجھ میں اور میرے بیٹے میں قرعہ اندازی ہوئی، وہ جیت گیا، اس کے نام قرعہ نکلا اور وہ شہید ہو گیا، میں رہ گیا، اس کا بہت افسوس ہے۔''

پھر اپنی عمر کا حال بیان کیا اور تمنا کی وہی عرض کی کہ اللہ کے رسول! اب بیٹے سے ملنا چاہتا ہوں۔بوڑھا ہو گیا ہوں، ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور اب تمنا یہ ہے کہ کسی طرح اپنے پروردگار سے جاملوں۔یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ شہادت نصیب فرمائے اور میں اپنے بیٹے سعد سے جنت میں جا کر مل لوں۔

اس سچی طلب، جہاد کی تڑپ اور شہادت کی تمنا کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعا کرنے میں کیا چیز مانع ہو سکتی تھی۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمادی اور وہ اُحد میں شہید ہوئے۔

باپ جو بوڑھا ہو چکا تھا، جس کی ہمت جواب دے رہی تھی اپنے بیٹے سعد کے پاس جنت میں پہنچ گیا۔وہ خود بوڑھا تھا مگر شوق شہادت جوان تھا۔جسم کمزور تھا مگر عزائم مضبوط تھے۔جان

سے باپ بیٹا دونوں گزر گئے مگر آن قائم رکھی۔ اپنے بعد میں آنے والوں کو یہ نصیحت سکھانے کیلئے کہ ؎

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا
وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے
اس جان کی تو کوئی بات نہیں

انہی اہل عزیمت کے سچے وارث آج بھی کشمیر کے کوہساروں میں، افغانستان کے برف پوش پہاڑوں میں، فلسطین کے گلی کوچوں میں اور عراق وشام کے شہروں دیہاتوں میں جسموں پر اسلحہ سجائے اور دلوں میں آرزوئے شہادت لئے وقت کے ستم پیشہ کفار سے برسرِ پیکار ہیں۔ آفرین ہے ان جوانوں پر جن کی جوانیاں قبلہ اوّل کی حفاظت کیلئے، حرمین شریفین کے تحفظ کیلئے، بلادِ اسلامیہ کی آزادی کیلئے اور سب سے بڑھ کر فریضہ جہاد کی بقاء اور آبیاری کیلئے کام آرہی ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں فاروقی اور حسینی کہلانا سجتا ہے اور تاریخ میں عظمت وعزت کے تاج انہی پیشانیوں کا حسین جھومر بنیں گے۔

شہادتوں کا موسم پورے جوبن پر ہے، آزمائش کے طوفان پوری شدت سے رواں دواں ہیں، کفر کی آندھیاں مخلص ومنافق اور کھرے وکھوٹے میں خطِ امتیاز کھینچ رہی ہیں۔ ایسے میں تاریخِ اسلام کے لاکھوں شہداء کا خون مسلمانوں کو اُن کی عزت اور آزادی کی راہ دکھارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام شہدا کی شہادتوں کو اعلیٰ درجے میں قبول فرمائے، پیچھے رہ جانے والوں کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور امت مسلمہ کو ظالموں سے نجات بخشے۔ (آمین ثم آمین)

اگر ہمت کرے انسان

مفتی محمد اصغر خان کشمیری صاحب

جبکہ اِدھر کشمیر میں کام تو چلو مشکل ہے مگر اس کام میں دل اور دماغ میرے ہمراہ ہیں......اور یہاں اگر کوئی بڑی سے بڑی مشکل آئی تو وہ یہی ہوگی نا کہ جان چلی جائے گی؟ یہی تو میرا مقصد اور منتہائے نظر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جان چلی جائے، تو یہاں مشکلات کا جو اختتام ہے وہی میرا مقصد، میری تمنا اور میری آرزو ہے......لہٰذا آپ مجھے اس کام سے نہ روکیں۔

اگر ہمت کرے پھر کیا نہیں انسان کے بس میں
یہ ہے کم ہمتی جو بے بسی معلوم ہوتی ہے

یہ شعر میں نے بارہا حضرت امیر محترم سے بیانات میں سنا ہے اور دیگر کئی بزرگوں سے بھی کئی بار سنا ہے، مگر اس کی حقیقی، عملی تصویر اور تفسیر اس وقت دیکھی جب ہمارے پیارے دوست مولانا طلحہ رشید صاحب نہ صرف میرے بلکہ تمام دوستوں، عزیزوں الغرض پوری جماعت کے اندازوں کے برعکس بارڈر کی ہر قسم کی مشکلات کو پاؤں تلے روندتے ہوئے وادیٔ کشمیر میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور پہنچ کر قدم بھی جما لئے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھائی طلحہ کی جسمانی ساخت کسی لحاظ سے بھی کشمیر جانے کیلئے مناسب نہ تھی، جسم بھاری تھا اور پہاڑوں پر چلنے میں دشواری تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے پہلی بار ہماری ایک مجلس میں اس بات کا اظہار کیا کہ میں کشمیر جانا

چاہتا ہوں تو ہم بے تکلفی سے ہنس پڑے۔ انہوں نے کہا: ہنسنے کی بات نہیں میں جا کر دکھاؤں گا، بس آپ یہ بتادیں کہ اس کیلئے کن کن امتحانات سے گزرنا ہے، کن کن پہاڑوں کو سر کرنا ہے، اور کتنے وقت میں کتنی مسافت طے کر کے دکھانی ہے جس کے بعد میں کشمیر جانے کیلئے فٹ قرار پاؤں گا۔ میں وہ سب کچھ کر کے دکھاؤں گا، ان شاء اللہ......

پھر اس کے بعد وادیٔ نیلم کے پہاڑ اور جنگلات عرصہ دراز تک بھائی طلحہ کو اپنے دامن اور چوٹیوں پر ہانپے کانپتے اور دوڑتے بھاگتے دیکھتے رہے۔ اور انہوں نے کئی بار دریائے نیلم کو پار کر کے بھی دکھایا۔ بھائی طلحہ نے اپنا وزن بھی کم کرنا شروع کر دیا اور وہ اپنے چلنے کا دورانیہ بھی روز بروز بڑھانے لگے جس سے ان کا حوصلہ مزید بڑھتا گیا۔ مگر ان کے ساتھ ایک مسئلہ تھا کہ ورزش کے درمیان اگر کسی عذر یا خرابیٔ موسم کے باعث وہ چند دن بھی ناغہ کرتے تو یک دم ان کا وزن پرانی پوزیشن پر آجاتا، جس سے وہ سخت پریشان ہوتے اور اسکا اظہار بھی کرتے۔ ہم سمجھتے کہ شاید اب یہ مایوس ہو کر بیٹھ جائیں گے مگر ان کا جذبہ سچا تھا وہ ان کو نہ بیٹھنے دیتا اور وہ پھر سے الف، ب، ت، ث سے شروع کر لیتے۔ ان کو ہر بات سمجھائی جاسکتی تھی مگر یہ نہیں سمجھایا جاسکتا تھا کہ ''کشمیر جانا مشکل ہے، آپ وہاں نہیں جاسکتے۔''

میں نے ایک سے زائد بار ان سے طویل نشست کی اور ان کو تفصیل سے سمجھایا کہ جہاد کے مختلف شعبے اور میدان ہیں۔ جن میں سے بہت سے شعبوں اور میدانوں کے آپ شہسوار ہیں جبکہ بعض شعبوں اور میدانوں میں آپ کو معذور قرار دیا جاسکتا ہے تو آپ جن میدانوں کے شہسوار ہیں ان کو چھوڑ کر ان میدانوں کا رُخ کرنے پر کیوں مصر ہیں جہاں پر اللہ تعالیٰ نے آپ کا عذر بھی قبول کر رکھا ہے۔ ظاہر ہے میری مراد ان کو اس امر کی طرف راغب کرنے کی تھی کہ آپ خطابت تدریس اور دعوت جہاد کے میدانوں میں اپنے جوہر دکھائیں، اور جوانوں کو کشمیر کیلئے تیار کریں اور یقیناً آپ اس میں بہت بڑے کارنامے سرانجام دے سکتے ہیں۔ مگر ہر بار انہوں نے میری

بات کو پوری توجہ اور انہماک سے سنا اور پھر پوری عاجزی سے گویا ہوئے کہ آپ جن میدانوں کا مجھے شہسوار سمجھتے ہیں یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں وہاں بھی معذور ہی ہوں، اب وہاں دوہری آزمائش ہوگی کہ کام بھی مشکل اور دل ودماغ کا بھی ساتھ میسر نہیں ہوگا۔ پھر راستہ اتنا لمبا، اتنا خاردار کہ سوچنے سے ہی کپکپی طاری ہوجاتی ہے، اور انجام بسا اوقات راہِ جہاد سے پھسلنے اور کنارہ کش ہونے کی صورت میں بھی نکل آتا ہے، جبکہ اِدھر کشمیر میں کام تو چلو مشکل ہے مگر اس کام میں دل اور دماغ میرے ہمراہ ہیں...... اور یہاں اگر کوئی بڑی سے بڑی مشکل آئی تو وہ یہی ہوگی ناکہ جان چلی جائے گی؟ یہی تو میرا مقصد اور منتہائے نظر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جان چلی جائے، تو یہاں مشکلات کا جو اختتام ہے وہی میرا مقصد، میری تمنا اور میری آرزو ہے...... لہٰذا آپ مجھے اس کام سے نہ روکیں۔

انہوں نے کئی بار انتہائی لجاجت سے مجھے یہ بھی کہا آپ میرے ماموؤں کے سامنے ایسی باتیں نہ کرنا، وہ آپ کی باتوں کو اہمیت دیتے ہیں، وہ آپ کی باتوں کو دلیل بنا کر میری تشکیل روک دیں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے انہیں کہہ دیں کہ طلحہ فٹ ہے، میں ان شاء اللہ آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔

اس دوران خدا جانے طلحہ کے ذہن میں کیا بات آئی کہ انہوں نے مجھے کہا: میں نے علیحدگی میں آپ سے ایک بات کرنی ہے، میں نے کہا ضرور کریں۔ تو وہ مجھے سائیڈ پر لیجا کر کہنے لگے:

''آپ کشمیر کے ذمہ دار ہیں، اور ہر ذمہ دار کو اپنا شعبہ عزیز ہوتا ہے، اس لئے وہ اپنے شعبے کو نقصان دہ عناصر اور اشخاص سے دور رکھتا ہے۔ اب انہی نقصان دہ عناصر میں سے ایک یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی ایسا شخص شعبے میں آجائے جو بھاری بھرکم ہو، اور شعبے کے ذمہ دار کی اطاعت کو اپنی توہین سمجھتا ہو، اس لئے ہر معاملے میں خودسری اور من مرضی کرتا ہو، یقیناً ایسا شخص شعبے کیلئے نقصان دہ اور شعبے کے ذمہ دار کیلئے ناقابل برداشت ہوتا ہے، لیکن میرے بارے ایسا سوچنا

تو درکنار اس کا وسوسہ بھی ذہن میں نہ لانا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں ایسا بھاری بھر کم ہوں ہی نہیں جو اطاعت کو اپنی توہین سمجھتا ہو، میں تو اپنا اعزاز سمجھ کر اطاعت کروں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں صرف کشمیر پہنچ کر ایک اچھی اور بھرپور کاروائی کر کے شہید ہونا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ نہ کوئی سوچ ہے اور نہ کوئی ارادہ......''

میں نے طلحہ بھائی کی بات کو غور سے سنا اور پھر پیار سے ان کو بتایا کہ الحمدللہ ایسا کوئی وسوسہ یا وہم بھی میرے دل یا دماغ سے نہیں گزرا۔ میں نے دو سال تک آپ کو قریب سے دیکھا ہے کہ آپ کتنی خوشی سے ہر چھوٹے بڑے کام میں شریک ہوتے ہیں۔ اور کتنی خوشی سے اطاعت کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ بھی ایسا کوئی وسوسہ ذہن میں نہ رکھنا اور ہماری دعاؤں، پیار اور محبت کو ساتھ لیکر خوشی سے سفر پر روانہ ہوں...... بھائی طلحہ نے خوشی سے چمکتی آنکھیں بھر کر میری طرف دیکھا اور کہا کہ:

''میرے ذہن میں ایسا کوئی وسوسہ نہیں آیا، بس ویسے سوچا کہ خود ہی آپ کے سامنے ایک خدشہ رکھ کر اسکی صفائی دیتا ہوں۔'' بہرحال یہ پیار محبت کی باتیں تھیں جن سے ان کی شخصیت اور نکھر کر سامنے آئی۔

پھر مرکز سبحان اللہ میں تربیتی اجتماع کے دوران ایک اور دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ میں عصر کے بعد مسجد سبحان اللہ کے صحن میں استاد ابوبکر کو لیکر بیٹھا ہوا تھا اور کسی معاملے پر مشورہ کر رہا تھا۔ اس دوران طلحہ بھائی دور ایک ستون کے پاس کھڑے ہو کر ہمیں دیکھ رہے تھے اور سخت بے چین بھی ہو رہے تھے، مگر ہمارے قریب نہ آئے۔ پھر جب ہماری مجلس برخاست ہوئی اور ابوبکر بھائی وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے تو طلحہ بھائی سیدھے ان کے پاس گئے اور سخت پریشانی کا اظہار کیا کہ مفتی صاحب آپ کو میری تشکیل روکنے یا مؤخر کرنے کی بات تو نہیں کر رہے تھے؟ ابوبکر بھائی نے ان کو تسلی دی کہ ایسا نہیں ہے مگر ان کو ذرا تسلی نہ ہوئی اور مسلسل اس تشویش کا

اظہار کرتے رہے کہ ضرور میرا سفر روکنے کے حوالے سے کوئی بات ہوئی ہے۔

بہر حال استاد ابو بکران کے سامنے نہیں مانے جبکہ حقیقت یہی تھی کہ ہمارے درمیان انہی کے حوالہ سے گفتگو ہو رہی تھی کہ ان کا سفر طے تو ہو گیا مگر فی الوقت اس کو مؤخر کرنے کی کوئی شکل نکالنی چاہئے، پھر اگلے قافلے میں مزید تیاری کے بعد سفر ہو جائے گا۔ میں اس پر حیران ہوا کہ اتنا دور کھڑے ہو کر انہوں نے صحیح اندازہ کیسے لگا لیا؟ بہر حال بھائی طلحہ کے بارے میں ہمارے یہ اندازے اور منصوبے تھے جو طویل تجربات کی بنیاد پر قائم تھے مگر دوسری طرف بھائی طلحہ کا کشمیر کے حوالے سے جذبہ سچا اور عشق صادق تھا جس نے تمام تجربات کو حیران و پریشان کر دیا اور انہوں نے کشمیر کا مشکل، سخت مشکل سفر شاداں و فرحاں وخنداں کر کے دکھا دیا اور اس طرح وہ کشمیر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

جب وہ کشمیر پہنچے تو پہلے رابطے پر میں نے ان کو مذکورہ بالا شعر سنایا اور کہا کہ آپ نے اس شعر کی عملی تصویر بن کر ہمیں ایک عارف باللہ بزرگ کا وجد میں کہا ہوا شعر سمجھا دیا ہے۔ آج تک تو ہم اس کے الفاظ میں ہی گم تھے...... طلحہ بھائی! آپ کے بارے میں میرے سارے اندازے غلط ثابت ہوئے اور آپ کا جذبہ اور عزم سچا ثابت ہوا میں اس پر آپ کو سلام پیش کرتا ہوں۔

بھائی طلحہ جب کشمیر پہنچے تو ان پر ہر وقت عجیب کیف و مستی طاری رہتی۔ وہ دل کھول کر کشمیر کی بھی تعریف کرتے اور کشمیریوں کی بھی تعریف کرتے۔ ان کے الفاظ ہیں کہ: ”میں نے نہ آج تک ایسا خوبصورت علاقہ دیکھا ہے اور نہ ہی ایسے عظیم لوگ دیکھے ہیں۔“ ان کو کشمیر کی ہر چیز اچھی لگتی وہ کھانے کی لذت بھی بتاتے کہ یہاں کا بھت اور لوبیہ کھانے کا کتنا مزہ آتا ہے۔

مجھے ان کی یہ کیفیات دیکھ کر بہت حوصلہ ملا اور میں بجا طور یہ سمجھنے لگا کہ ان سے ان شاء اللہ کشمیر کی تحریک کو بہت فائدہ ملے گا۔ کیونکہ میں نے اس سے پہلے بہت سے لائق فائق کمانداان دیکھے ہیں جنہوں نے وہاں کام تو بہت کیا مگر وہ کشمیر اور باسیان کشمیر سے شاکی ہی رہے، مگر ہمارا

طلحہ تو غازی بابا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح نکلا تھا جو وہاں جاتے ہی کشمیر اور اہلِ کشمیر کو دل دے بیٹھا تھا، اس لئے میری اُمیدیں بجا تھیں مگر وہ پوری نہ ہو سکیں اور آہ! کہ طلحہ بھائی عمر ہی بہت کم لے کر دنیا میں آئے تھے۔ چنانچہ وہ لمحوں کی طرح کٹ گئی اور آناً فاناً 6 نومبر 2017ء کی پُر آشوب شام آ پہنچی، جب بھائی طلحہ اپنے دو سینئر ساتھیوں ڈویژنل کمانڈر بھائی محمد اور پلوامہ کے عظیم سپوت بھائی وسیم کے ہمراہ پلوامہ کے گاؤں اگلر کنڈی کے ایک شہید کے گھرانے میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ عین مغرب کے وقت انڈین سیکورٹی فورسز **RR** اور **SOG** نے اچانک گھر کا محاصرہ کر لیا۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ ان مجاہدین کو بے خبری میں دبوچ لیں گے یا فوراً شہید کر دیں گے، مگر یہ ان کا خواب ثابت ہوا اور مجاہدین نے گھر کے اندر سے سیکورٹی فورسز پر خوفناک حملہ کر دیا، جس کی وجہ سے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا، مگر مکان سے دور وہ دائرہ نما مکمل محاصرہ کر کے بیٹھے تھے۔ چنانچہ معرکہ لمبا ہوتا گیا اور بھارتی فوجی ایک کے بعد دوسرا گرتا رہا، مگر وہ ساتھیوں پر قابو نہ پا سکے۔ بالآخر انہوں نے مجبور ہو کر 5 گھنٹے کے معرکے کے بعد پرانا بزدلانہ حربہ آزمایا اور دور سے ہیوی گولہ بارود کے ذریعے مکان کو ہی اُڑا دیا۔ جس میں ہمارے یہ تینوں جانباز شہید ہو گئے......

انا للہ وانا الیہ راجعون......

عشق و جنوں کا رستہ نکلا قریب کا
کیفی حرم کی راہ طوالت کی راہ تھی

لگتا ہے اللہ رب العزت کو بھائی طلحہ کی بے قرار روح پر ترس آ گیا کہ یہ اتنی تکالیف سہہ کر شہادتِ راہِ حق کی محبت میں مارا مارا ادھر پہنچ گیا بس اسکا پہنچنا ہی اس کی سچائی پر مہر ہے، لہٰذا اس کو مزید کیا آزمانا؟ بس اسکو ابھی سے اپنی میزبانی میں لے لو اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہر ایک کی قربانی اس کے مطابق ہوتی ہے۔ طلحہ بھائی کا کشمیر کا سفر ہی قربانی کی انتہا تھی، اب ان سے مزید کیا قربانی لینی تھی...... ان شاء اللہ ان کے اس سفرِ کشمیر کی وجہ سے ہی کشمیر کاز کو وہ فوائد ملیں

گے جو کسی اور کے بس میں تھے ہی نہیں...... بھائی طلحہ کشمیر کا سفر کر کے جیش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر مجاہد کیلئے یہ سوال تو کھڑا کر گئے ہیں ناں...... کہ میرے بعد اب کس کیلئے اور کس بنا پر کشمیر آنا مشکل ہے؟ نہیں، اب تمام بہانے ختم ہیں۔ لہٰذا اے جیش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانبازو! اب جوق در جوق نکلو اور کشمیر کی وادی میں پہنچ کر ہندو بنیے کو وہ سبق سکھاؤ اور اس کو وہ کاری ضربیں لگاؤ کہ اس کے خونی جبڑے سے کشمیر چھوٹ جائے اور بھائی طلحہ کا محبوب کشمیر اور کشمیری قوم آزاد ہو جائے۔

آخر میں چند کلماتِ تحسین اور خراجِ عقیدت اُس مردِ درویش کیلئے جس کے گھر میں بھائی طلحہ رشید نے آنکھ کھولی اور پھر انہی کی انگلی پکڑ کر زمانہ طفولیت میں ہی بڑے بڑے جہادی سفر کیے۔ جی ہاں! وہ اور کا شہر غاراں ہو یا کابل کی جنگ زدہ گلیاں، توپوں کی گھن گرج ہو یا جنگی طیاروں کی گڑگڑاہٹ یہ سب کچھ طلحہ نے اپنے والد بھائی رشید احمد کامران کی معیت میں بچپن میں ہی دیکھ لیا تھا۔ میں نے 1998ء میں ننھے طلحہ کو کابل کی گلیوں میں بھائی رشید احمد کامران کی انگلی تھامے ہوئے بھی دیکھا اور پھر 2017ء میں وہ تاریخی منظر بھی دیکھا کہ بھائی رشید احمد کامران اپنے جواں سال طلحہ کو دولہے کی طرح سجا کر خود کشمیر کیلئے روانہ کر رہے ہیں۔ مگر ؎

سدا گمنام رہتے ہیں وہ پتھر
عمارت جن کے کندھے پہ کھڑی ہو

یہ چودہ سو سال پہلے کے مناظر ہیں جو بھائی رشید جیسے لوگ آج بھی دنیا کو دکھا رہے ہیں۔ کاش آج کے سب مسلمان یا ان کی اکثریت بھائی رشید احمد کامران بن جائے تو اُمتِ مسلمہ مظلومہ کے مسائل چٹکیوں میں حل ہو سکتے ہیں۔

قابلِ رشک

جناب حکیم محمد طاہر انور صاحب (شہید محترم کے بڑے ماموں)

شہادت کی دھن اور لگن ایسی کہ اُس پر کوئی شوق، کوئی جذبہ غالب نہ آسکا

ہے قابلِ رشک، اے اہلِ نظر، رودادِ محبت بھنورے کی
اک رات میں وہ پیدا بھی ہوا، عاشق بھی ہوا، اور فدا بھی ہوگیا

عزیزی طلحہ رشید کی حیات صالحہ پر بندہ اپنی محدود خواندگی کے باعث کوئی مدون و مفصل مضمون نگاری سے تو قاصر ہے۔ سعادت کے طور پر کچھ کلمات بطور ہدیۂ تحسین اُس نابغۂ وقت نوجوان، نیک سیرت، نیک خصال وجود مسعود کے لئے پیش خدمت ہیں۔

عزیزی کی ولادت باسعادت سے لے کر سفر شہادت کی روانگی تک علاوہ سفر کے بندہ سے باقاعدہ ملاقات رہی ملنے کا انداز بھی اس طرح حسین و دلنشین ہوتا کہ اُس کا احساس کبھی ختم نہ ہو۔

عزیزی میں جو اہم ترین خاصیت ہے وہ یہ کہ عمر کے اس حصے میں اس عمر کے نوجوانوں پر کسی قسم کے مثبت تاثرات بہت کم ملتے ہیں۔ اور بچپن میں تو یہ خواہش رہی کہ اسے کوئی شرارت کرتے دیکھیں، ایسا انوکھا بچپن اور نوجوانی اُسی کا نصیب تھی۔

شہادت کی دھن اور لگن ایسی کہ اُس پر کوئی شوق، کوئی جذبہ غالب نہ آسکا، اور وہ سعادتیں یعنی علم دین کا حصول، اُس کی تکمیل، سفر محاذ کی سعادت، ٹریننگ اور پھر عملی زندگی کا آغاز اور پھر اُس کا نیک انجام اسی کم عمری میں تکمیل پذیر ہو گیا اور وہ بھی قافلۂ حق کے کامیاب و کامران اراکین میں شامل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے عزیز طلحہ اور دیگر شہداء کو قبولیت کا بلند ترین مقام عطا فرمائے اور ہم سب کی شفاعت کا مقبول ذریعہ بنائے۔ آمین

بنا کر دند خوش رسمے، بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

اکٹھے رہیں گے

محترم خدا بخش صاحب (شہید محترم کے دادا جی)

اس کی دادی اماں نے اس کو کہا: بیٹا تیری شادی کر دیتے، تو اپنی کوئی نشانی چھوڑ جاتا تو کہنے لگا: ''میری شادی ان شاء اللہ ہونے والی ہے اور آپ میری شادی (یعنی شہادت) کا ان شاء اللہ سن لیں گے۔''

اللہ رب العزت نے مجھے سب سے پہلا پوتا محمد طلحہ رشید کی شکل میں دیا، جس کی پیدائش پر میرے گھرانہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ مجھے اپنے پوتے محمد طلحہ رشید سے شروع ہی سے بے حد محبت تھی۔ چونکہ میں روزگار کے سلسلہ میں دبئی میں رہتا تھا، اس لئے جب پاکستان چھٹی پر آتا تھا تو محمد طلحہ رشید کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر اُچھالنا، سینے سے لگانا، انگلی پکڑ کر چلانا میرا محبوب مشغلہ ہوتا تھا۔ اس طرح چھٹی کے عرصے میں وہ میرے ساتھ اتنا مانوس ہو جاتا تھا کہ جب میں واپس دبئی جاتا تو مجھے یاد کر کے گھر والوں کو تنگ کرتا کہ مجھے ویسے اچھالو اور اُٹھاؤ۔ بچپن سے ہی میری تمنا تھی کہ میرا بیٹا مجاہد بنے اور کشمیر کی آزادی کا سبب بنے۔ چنانچہ محمد طلحہ ابھی چھوٹا تھا میں نے اپنے بیٹے رشید احمد کامران سے کہا کہ میرا بیٹا کشمیر جائے گا اور اس کے ذریعہ کشمیر آزاد ہو گا تو میرا بیٹا کہنے لگا: ابا جان تب تو بہت دیر ہو جائے گی، ان شاء اللہ کشمیر طلحہ کے بڑے ہونے سے پہلے ہی آزاد ہو جائے گا۔

پھر محمد طلحہ رشید کی الحمد للہ پڑھائی شروع ہو گئی تو کچھ عرصہ بعد محمد طلحہ رشید حافظ محمد طلحہ رشید بن گیا

اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے خاندان کو حافظ قرآن کا جو اعزاز بخشا وہ سب سے پہلے حافظ محمد طلحہ رشید کے ذریعے بخشا۔ حفظ قرآن کے بعد درس نظامی میں قدم رکھا تو لائق اور فائق طالب علم ثابت ہوا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ جہادی تربیت میں اپنے خاندان کے ہم عمروں اور مدرسہ کے ہم عمروں سے آگے آگے رہا، اسی طرح محاذ اور رباط کے میدان میں بھی کسی سے پیچھے نہ رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ وقت بھی دکھایا کہ میرے خاندان کو عالم دین کا تمغہ محمد طلحہ رشید کے ذریعہ ملا، اب میرا پوتا محمد طلحہ رشید صرف محمد طلحہ رشید نہ تھا بلکہ حافظ، قاری، عالم، مجاہد، غازی اور مرابط فی سبیل اللہ تھا۔

ان سب تمغوں کے باوجود اس کی صرف ایک لگن تھی کہ لیلائے شہادت مل جائے، اس لیے وہ ہر کسی سے یہی دعائیں کرواتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے مقبول شہادت عطا فرمائیں۔

وہ کشمیر جانے کے لئے ہر وقت مضطرب رہتا، آخر وہ وقت بھی آ گیا جب میرا پوتا غزوۂ ہند کے لشکر میں شامل ہو کر کشمیر کی سرزمین میں داخل ہو گیا۔ اس دن اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی جب وہ گھر سے سب کو الوداع کر کے جا رہا تھا اور ہر ایک سے معافی مانگ رہا تھا۔ اس کی دادی اماں نے اس کو کہا: بیٹا تیری شادی کر دیتے، تو اپنی کوئی نشانی چھوڑ جاتا تو کہنے لگا: ''میری شادی ان شاء اللہ ہونے والی ہے اور آپ میری شادی (یعنی شہادت) کا ان شاء اللہ سن لیں گے۔''

ایک بار مولانا محمد طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ ارض حرمین شریفین میں میرے ساتھ عمرہ پر تھا تو کہنے لگا دادا جان اب ہم اکٹھے رہیں گے، ان شاء اللہ، میں نے کہا ان شاء اللہ۔ پھر جب میں دبئی سے کینسل ہو کر پاکستان آیا اور محمد طلحہ رشید کشمیر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا تو میں نے کہا: تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اکٹھے رہیں گے، اب تم جا رہے ہو تو کہنے لگا: ہاں! دادا ابو اکٹھے رہیں گے لیکن جنت میں ان شاء اللہ العزیز۔

پھر آخر وہ وقت بھی آ پہنچا جس کے لئے میرا پیارا محمد طلحہ تڑپتا اور مچلتا تھا کہ مجھے شہادت مل جائے۔ رات گئے اطلاع ملی کہ آپ کا پوتا کئی مشرکوں کو جہنم رسید کرتا ہوا لیلائے شہادت کو گلے

لگاتے ہوئے حوروں کے جھرمٹ میں جنت کے بلند مقامات میں پہنچ کر ہمیشہ کی زندگی پا چکا ہے۔ ہاں! مولانا طلحہ رشید شہید دادا سے کیا ہوا وعدہ یاد رکھنا کہ اکٹھے رہیں گے۔ اپنے دادا اور دادی کا ہاتھ تھام کر اکٹھے جنت میں لے جانا۔

من کان للہ کان اللہ لہ

محترمہ اُمّ عطاء اللہ کاشف صاحبہ (شہید محترم کی بڑی خالہ)

> دیکھتے ہی دیکھتے بڑا ہو گیا، حافظ بنا، عالم بنا۔ لیکن اُس کو ہر وقت جلدی ہوتی تھی، چلتا نہیں بھاگتا تھا۔ اور ہر وقت ہنستا رہتا تھا اور دوسروں کو بھی ہنساتا تھا۔

جو اللہ کا ہو گیا اللہ اُس کا ہو گیا۔ ہمارا پیارا، راج دلارا، آنکھوں کا تارا، طلحہ رشید، مٹھا طلحہ بھی اللہ کا ہو گیا اور ظاہر ہے اللہ بھی اس کا ہو گیا۔ کچھ دن پہلے امیر محترم کی طرف سے پیغام موصول ہوا کہ طلحہ کے لئے کچھ تحریر کریں، اس لئے قلم اُٹھایا۔ نہ علم ہے، نہ عقل اُس کی شان کو پہنچی ہے اور نہ لکھنے کا ڈھنگ ہے۔ میں طلحہ شہید کی بڑی خالہ اُم کاشف ہوں، صابر گھرانے کی بڑی بیٹی۔ میرے بعد دو بہت اللہ والے پیارے بھائی ہیں، اور پھر تیسرے نمبر پر ہمارے امیر محترم، ہمارے محسن، ہمارے رہبر، ہماری شان اور بہت ہی میٹھے بھائی۔ اُن کے بعد ایک بہن جو میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لی مجھے بہت پیاری ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور رحمت ہمارے گھر میں بھیجی جو اُم طلحہ ہے۔ آج بھی ان سب بہن بھائیوں کا پیدا ہونا، بولنا، چلنا، کھیلنا سب ایسے یاد ہے جیسے کل کی بات ہے۔ پھر سب بڑے ہو گئے، شادیاں ہو گئیں۔ اُم طلحہ کا رشتہ اپنی گلی میں ایک باپردہ عباسی گھرانے میں طے ہوا، پہلے کبھی اُن لوگوں کا ہمارے ہاں کوئی آنا جانا نہیں تھا، بس جب نصیب کھلتے ہیں، اللہ تعالیٰ جوڑے بنانا چاہتے ہیں تو آسانیاں فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح میری اس کھلنڈری سی چنچل پیاری بہن کا نصیب رشید بھائی سے جڑ

گیا۔ رشید کامران میرے بہت پیارے بہنوئی ہیں، جذبے والے، پردے والے، اخلاق و ایثار کے پیکر ہیں، اللہ تعالیٰ اس جوڑے کو سلامت رکھے۔ پھر رشید بھائی کی بہن سے میرے دوسرے نمبر والے بھائی جان کا رشتہ ہوا، اور دونوں شادیاں بڑی سادگی اور شریعت کے مطابق انجام پائیں۔ دونوں بڑے پیارے جوڑے ہیں، شادو آباد رہیں۔ شادی کے سال بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ننھا منا پیارا سا طلحہ رشید گود میں آیا، دادا دادی، نانا نانی کا لاڈلا، ماں باپ کی آنکھوں کا تارا۔ دادا ابو نے بڑے پیمانے پر عقیقہ کیا، خوشیاں کیں، اللہ کا شکر منایا۔ میرے امی ابو کا تو طلحہ بہت لاڈلا تھا، ابو جان کی چار پائی کے ارد گرد رہتا، اُن سے ہی بولنا سیکھا۔ ابھی کچھ دن کا ہی تھا کہ میں اماں کے گھر آئی تو دیکھا کہ اُم طلحہ، طلحہ کو گود میں لے کر بیٹھی رو رہی ہے، پوچھا کیا ہوا؟ اُس نے طلحہ کو میری گود میں ڈال دیا۔ وہ بہت کمزور اور پیلا سا ہو رہا تھا، سانس بھی مشکل سے لے رہا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُٹھایا اور ڈاکٹر بخاری کے پاس لے گئی، راستے میں بار بار اُس کی دھڑکن دیکھتی اور روتی گئی۔ اے اللہ جی! آپ نے عطاء فرمایا ہے تو اُس کو صحت دے دیں۔ دوائی لے کر گھر آئے، وقفے وقفے سے دوائی دی اور الحمد للہ وہ اچھا بھلا ہو گیا۔ ماشاء اللہ موٹا تازہ بہت پیارا روئی کی طرح نرم تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بڑا ہو گیا، حافظ بنا، عالم بنا۔ لیکن اُس کو ہر وقت جلدی ہوتی تھی، چلتا نہیں بھاگتا تھا۔ اور ہر وقت ہنستا رہتا تھا اور دوسروں کو بھی ہنساتا تھا۔ میری امی جان کو نانی اماں نہیں اماں کہتا تھا اور ماں سے زیادہ اُن سے لاڈ کرتا تھا۔ آپ سب لوگ میری اماں جی، مٹھی اماں جی کے لئے دعا کریں، طلحہ کی جدائی نے اُنہیں نڈھال کر دیا ہے۔ اس کی دادی جان بھی ٹھیک نہیں۔ ویسے ماشاء اللہ دونوں صبر کا پہاڑ ہیں۔ طلحہ رشید جب چھوٹا تھا تو ابو جان کے پاس کھڑا ہوتا، ابو جی کہتے: طلحہ اپنا نام بتاؤ تو نعرہ لگا کر بتاتا طلحہ رشید کامران عباسی۔ بڑا پیارا، روشن آنکھوں والا، چوڑی پیشانی پے لچکیلے بال، تیری ہر ادا پے قربان تیری آنٹی۔ طلحہ جی! مجھے بھی بلا لو۔ ہر چھوٹے بڑے سے دعا کروائی کہ میں شہید ہو

جاؤں۔ ہر دفعہ سفر پر جاتے وقت ملنے آتا تھا، اب نہیں آئے گا۔ آنٹی جا رہا ہوں دعا کریں شہید ہو جاؤں۔ میں کہتی طلحہ! اللہ تعالیٰ تجھ سے اسی (۸۰) سال تک کام لے پھر چلے جانا تو بہت ہنستا اور کہتا آنٹی! اتنا ظلم، بوڑھا ہو کے شہید ہونا کیا اچھا لگوں گا؟ آخری بار آیا میں گھر نہیں تھی، انکل کو ملا پوچھا: آنٹی کہاں ہیں؟ اُنہوں نے کہا: ہسپتال میں ہیں۔ وہیں آ گیا، آتے ہی سلام کیا اور کندھوں پر دباؤ ڈال کر لاڈ سے اُوپر سر منہ رکھ لیا اور بولا آنٹی جی! اسی (۸۰) سال والی دعا نہ دینا اس دفعہ آپ کا طلحہ تیار ہو کر کشمیر جا رہا ہے۔ میں نے خوب پیار کیا، آنکھیں چومیں کاش کہ اور چومتی حوروں کے دولہے کو۔ میرا بچہ چلا گیا اللہ تیری شہادت کو قبول فرمائے اور میری پیاری بہن، بہنوئی، بھانجے اور بھانجیوں کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ میری تمام جماعتی بھائی اور بہنوں سے گزارش ہے کہ اپنے امیر محترم کی اطاعت کریں اور اُن کے لئے خاص دعا کریں صحت کے لئے۔ ایسا امیر قسمت والوں کو ملتا ہے اور آپس میں حسن سلوک کے ساتھ رہیں اور اپنے بہن، بھائیوں کی قدر کریں، رشتوں کو قائم رکھیں زندگی اور آخرت سنور جائے گی۔ ان شاء اللہ

ہر گھر سے طلحہ نکلے گا، مودی تیری شامت آئی، نہ تو سکون سے جی سکے گا نہ مر سکے گا۔ قافلے رواں دواں ہیں، جہاد کے جیالے جوق در جوق تیری طرف روانہ ہیں، ان شاء اللہ کشمیر آزاد کروا کر رہیں گے۔

❁......❁......❁

جنت کا شہزادہ...... طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ

محترمہ اُمّ زبیر طیب صاحبہ......لاہور (شہید محترم کی خالہ)

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں اس کلی کی مانند تھا جسے کہیں اور جا کر کھلنا تھا، وہ خوشبو تھا جس کی مہک انمول تھی، وہ ہم میں چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا تھا مگر وہ یہاں کا باسی نہیں تھا، اس کی منزل بہت اونچی اور بہت بلند تھی، وہ ہم میں چھوٹا تھا مگر بہت اونچا مقام پا گیا، وہ دنیا میں کسی مسافر کی طرح ہی جیا اور بہت جلد اپنے دائمی مقام سعید تک پہنچ گیا۔

فون کی گھنٹی بجی اور میں نے معمول کے مطابق فون اٹھا کر کان سے لگالیا۔ لیکن جو خبر میری منتظر تھی وہ سنتے ہی لگا جیسے پل بھر کے لئے وقت رک سا گیا ہو۔ میں بولنا چاہ رہی تھی مگر بول نہیں پا رہی تھی۔ میں رونا چاہتی تھی مگر آواز کہیں حلق میں اٹک سی گئی تھی۔ فون کب کا بند ہو چکا تھا لیکن یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس قدر جلدی چلا جائے گا۔

دل کر رہا تھا دھاڑیں مار کر رو دوں، نوحہ کروں، بین کروں، بے شک وہ ایسا ہی تھا کہ اس پر رونا بنتا تھا۔ مگر وہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہے گئے الفاظ:

"مگر ہم اپنی زبان سے وہ ہی کہیں گے جس پہ ہمارا رب راضی ہو۔"

میرے لب کھلے رہ گئے، آواز حلق میں ہی دم توڑ گئی، زبان ہلنے سے انکاری ہو گئی۔ بس ہاتھ اٹھے اور دل نے رب العالمین سے یہ التجا کی:

''پیارے ربا! ہمارے پیارے بچے کی قربانی کو قبول فرما۔''

آج اسی پیارے کے لئے کچھ لکھنے کا حکم ہوا تو ہاتھ کانپ رہے ہیں، غم تازہ ہو چکا ہے اور آنکھوں کا بند ٹوٹ چکا ہے۔ سوچا تھا اپنے پیارے بیٹے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک آخری لمبا چوڑا اسلام لکھوں گی۔ لیکن تین دن کی مسلسل کوشش کے باوجود میں ہار گئی، آہوں اور سسکیوں میں الفاظ مل ہی نہ سکے۔

فہم کی گرہیں کھلیں تو بیاں کروں میں
الفاظ ترجمانی کے ملیں تو بیاں کروں میں
وجد کے پردے نہ کر سکی میں چاک
ہوش کے چراغ جلیں تو بیاں کروں میں
جی جان میں ہر لمحہ ہونے کے باوجود
آگہی کے راستے کھلیں تو بیاں کروں میں

میرے الفاظ اس کی وفا، محبت، خلوص اور قربانی کے سامنے بہت چھوٹے پڑ گئے۔ چند باتیں لکھنے کی کوشش کرتی ہوں۔

پیارے بیٹے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خوبیاں اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا شمار اس مختصر مضمون میں قطعاً ممکن نہیں۔ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن اور نوجوانی سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہے۔ مجھے ایک ایک منظر یاد آ رہا ہے اور آنسوؤں کی وجہ سے سب کچھ دھندلاتا جا رہا ہے۔ اس لئے ساری یادوں کو چھوڑ کر صرف ایک مبارک سفر کی روداد پیش کرتی ہوں۔

میں اس حوالے سے خود کو خوش نصیب سمجھتی ہوں کہ مجھے اس کے ساتھ ایک مبارک سفر عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ حرمین شریفین کے مبارک سفر کے دوران، ہم ساتھ تھے اور ہمارے ساتھ میری امی جان یعنی طلحہ کی محترمہ نانی جان بھی تھیں۔

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سفید احرام باندھے کسی خوبصورت شہزادے کی طرح لگ رہا تھا۔ اس کا والہانہ پن اور بے چینی ہر کوئی واضح محسوس کر سکتا تھا۔ ادب سے نگاہیں جھکی رہتی تھیں اور چہرے پر عاجزی اور بندگی کا عجیب نور محسوس ہوتا تھا۔ وہ عبادت سے بے پناہ عشق کرتا تھا اور پھر حرم میں اس کا یہ شوق دوآتشہ ہو جاتا۔ اس کی کیفیت کو صرف وہی جان اور سمجھ سکتا ہے جس نے خود اس کو وہاں دیکھا ہو۔ پیارے طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت اور والہانہ پن کا حق الفاظ اور زبان ادا کرنے سے قاصر ہے۔

حرمین کی مقدس سرزمین پر اتر کر پہلا عمرہ کرنے کے بعد حرم کے صحن میں چلتے پھرتے، طواف کرتے لوگوں کو دیکھ کر آنکھوں میں آنسو لیے ایک ہی بات کئے جا رہا تھا:

''خالہ جان! یہاں (حرم) کے بارے میں جتنا بھی سننے میں آیا، یہاں آ کر حقیقت پتہ چلتی ہے کہ جس قدر سنا ہے وہ بہت کم سنا ہے۔ ہر عبادت میں عجیب لذت اور بندگی ہے لیکن یہ طواف اور سعی میں عجیب دیوانگی ہے۔ بندہ دیوانوں کی طرح اس گھر کے چکر لگاتا رہے۔ سعی میں دوڑنا ہے اور صفا مروہ کے چکر ہیں۔ عشق اور دیوانگی کسے کہتے ہیں؟ یہاں آ کر یہ بات سمجھ میں آئی۔''

بلاشبہ وہ تو تھا ہی رب کا دیوانہ، سچا عاشق اور جان نچھاور کرنے والا۔ اس کی ہر ادا دیکھ کر اس کی ماں پہ رشک آتا تھا۔ اس کی عبادت دیکھ کر ہمیں شرم آتی تھی۔ وہاں جا کر خدمت کا جذبہ اتنا کہ سب کی خدمت کرنی ہے۔ اس کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ امی جان (طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نانی اماں) کی کرسی میں ہی سنبھالوں۔ ساتھ ساتھ امی سے ہر موقعہ پر دعائیں کرواتا، کبھی کعبہ کے غلاف سے لگ کر انہیں کہتا کہ دعا کریں، کبھی مقام ابراہیم پر تو کبھی صفا و مروہ میں سعی کے وقت۔ وہ دعاؤں میں بہت حریص تھا۔ انہی دعاؤں کی بدولت آج وہ دنیا و آخرت کی ابدی اور سچی سعادت کا حقدار ٹھہرا۔

مدینہ منورہ میں جا کر ایک دن میں نے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

''مردوں کے کتنے مزے ہیں کہ وہ روضہ مبارک پہ سلام پڑھنے کے لئے جالیوں کے پاس کھڑے ہوتے ہیں۔ مجھے بہت شوق ہے کہ میں وہ جگہ قریب سے دیکھوں۔''

بات آئی گئی ہوگئی اور میں اس بات کو بھول گئی۔ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد میں امی کی کرسی لے کر انہیں خواتین والے حصے کی طرف لیے چلی جارہی تھی کہ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ دوڑتا ہوا آیا اور کہا:

''خالہ جان! جلدی آئیں آج آپ کی خواہش ان شاء اللہ پوری ہوگی، آپ بہت قریب سے جالیاں دیکھ سکیں گی۔ کوئی پروٹوکول آیا ہے سب پہرے دار اس میں مصروف ہیں اور اس کے سامنے رسیاں بھی نہیں لگی ہوئیں۔''

یہ کہہ کر اس نے امی جان کی کرسی لے کر دوڑ لگادی، میں بھی اس کے پیچھے خوشی خوشی چلنے لگی۔ کہنے لگا: ''مزید تیز چلیں خالہ جان! میں نے اتنی دعا کی تھی کہ میری خالہ جان کی یہ خواہش پوری ہوجائے۔''

پھر وہ ہمیں لے کر باب السلام کے بالکل قریب آ گیا۔ واقعی اس وقت وہاں کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ باب البقیع کے سامنے کرسی روک کر میرا ہاتھ پکڑ کے آگے کی طرف جھک کر مجھے بتانے لگا کہ یہ ہیں سوراخ، آپ کو نظر آرہے ہیں یہاں پر سلام پڑھتے ہیں۔ پھر اس کے بارے میں ساری تفصیل بتائی کہ پہلا سوراخ جو نظر آرہا ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ مبارک ہے، دوسرا سوراخ، اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تیسرے سوراخ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے۔ اور پھر کہا کہ آپ جلدی سے سلام پڑھ لیں۔ میں اپنی اس وقت کی کیفیت کیا لکھوں؟ وہ منظر میری آنکھوں سے نہیں جاتا۔ خوشی، ندامت اور شکرانے کے ملے جلے آنسو تھے۔ بس رندھی ہوئی آواز میں جو دعائیں کر سکتی تھی وہ کرلیں اور پھر پیچھے مڑ کر بھیگی آنکھوں سے اپنے پیارے بھانجے طلحہ کو تشکر بھری نگاہوں سے دیکھا جس کی بدولت یہ ممکن ہوسکا۔

تھوڑی دیر بعد پہرے دار آ گئے۔ انہوں نے ہمیں وہاں سے ہٹا دیا۔ وہاں سے پیچھے ہٹ

کر ہم گنبد خضراء کے بالکل سامنے امی جان کی کرسی کے پیچھے کھڑے ہوئے، میں اس کے دائیں طرف کھڑی تھی۔ طلحہ نے دیوانگی کے عالم میں سلام پڑھنا شروع کیا۔ میں وہ لکھ نہیں سکتی نہ سنا سکتی ہوں۔ اس دن سمجھ آئی کہ ''کانوں میں رس گھولنا'' کسے کہتے ہیں۔ امی جان بھی بے اختیار کہنے لگیں: ''طلحہ! کاش ایسا سلام میں بھی پڑھ سکوں''۔ کہنے لگا ''نانی اماں! ہم جو کچھ پڑھتے ہیں وہ سب آپ کا ہی تو ہے۔ آپ کی وجہ سے ہم سب اس قابل ہوئے ہیں۔''...... پیارے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ! تمہارا یہ احسان تمہاری خالہ کبھی نہیں بھولے گی۔ پھر جب جب بھی روضۂ مبارک پر حاضری نصیب ہوئی تمہارا وہ سلام پڑھنا ضرور یاد آیا۔

جب وہ جا رہا تھا اس نے مجھ سے ملنے کی بہت ضد کی۔ میں بھی فون پر اسے یہی کہہ رہی تھی کہ مجھے ضرور مل کر جانا لیکن قسمت میں نہیں تھا۔ فون پر بات ہوئی۔ میں نے دعائیں دیں، میری باتیں سن کر زور سے ہنسا، جیسے کسی بچے کی نادانی والی بات پہ ہنستے ہیں۔ میں نے آخری فون میں اس سے ایک دعا کا کہا تھا اور ایک خواہش کا اظہار کیا تھا، اس پر بھی اس نے آمین کہا اور وعدہ بھی کیا۔ آج بھی لگتا ہے جیسے وہ میری اس خواہش کو پورا کرنے میں میری مدد کر رہا ہے۔ اور یوں وہ اپنے ہونے کا احساس دلاتا رہتا ہے۔

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں اس کلی کی مانند تھا جسے کہیں اور جا کر کھلنا تھا، وہ خوشبو تھا جس کی مہک انمول تھی، وہ ہم میں چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا تھا مگر وہ یہاں کا باسی نہیں تھا، اس کی منزل بہت اونچی اور بہت بلند تھی، وہ ہم میں چھوٹا تھا مگر بہت اونچا مقام پا گیا، وہ دنیا میں کسی مسافر کی طرح ہی جیا اور بہت جلد اپنے دائمی مقام سعید تک پہنچ گیا۔ وہ خوشبوؤں کا استعارہ تھا، وہ محبتوں اور خلوص کا مینارہ تھا۔ بلاشبہ وہ کسی اور دنیا کا باسی تھا۔ وہ ہمارے سروں کا تاج تھا، ہے اور رہے گا۔ وہ خود رب کی نعمتوں کا حقدار ٹھہرا (ان شاء اللہ) لیکن فطری تقاضوں کے مطابق اس کی جدائی ہمیں ہمیشہ ستاتی رہے گی۔ جس عمر میں بچے گھروں سے باہر نکلنا شروع کرتے ہیں وہ اس عمر

میں اللہ کا ولی ہو کر اپنی جان اپنے رب کے حوالے کر گیا۔ اللہ رب العزت شہادت قبول فرمائے اور مجھے قیامت کے دن تمہاری شفاعت کا حقدار ٹھہرائے۔ آمین

پیارے طلحہ! کاش ہماری نسل در نسل تمہارے نقش قدم پر چلے، جو راستہ تم نے چنا اللہ تعالیٰ انہیں اسی راستے کا امین بنائے، دین کا داعی اور مجاہد بنائے اور تمہارے گھر والوں کو دنیا و آخرت میں اجر عظیم اور صبر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

اونچی نعمت

محترمہ اُمِّ اُسامہ صاحبہ (شہید محترم کی خالہ)

معسکر میں جب سالانہ پروگرام ہوتا تو وہ اس کی تیاریوں میں اپنے آپ کو بھلادیتا تھا ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا اور پھر اس دوران بھی اپنی خالہ کی خبر گیری کو نہیں بھولتا تھا۔ اس سال یکم اپریل کو سالانہ جلسہ ہوا اور پیارے طلحہ کی یادیں اہل جلسہ اور اس کی خالہ کو تڑپاتی رہیں مگر طلحہ تو اونچی نعمت پا کر فردوس بریں میں رب کا مہمان بن چکا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نماز کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے، وہ صاحب جب صف میں پہنچے تو انہوں نے دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ أَفْضَلَ مَا تُؤْتِیْ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ۔

''اے میرے پروردگار! مجھے وہ سب سے افضل چیز عطا فرمایئے جو آپ اپنے صالح بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل فرما کر دریافت فرمایا:

''ابھی وہ دعا کس نے مانگی تھی؟''

صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! میں نے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’تب تو تمہارے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹی جائیں گی اور تم شہید ہو گے۔‘‘

دعا کے الفاظ پر غور کیجئے:

یااللہ! آپ اپنے صالح بندوں کو جو نعمتیں عطا فرماتے ہیں ان نعمتوں میں جو سب سے افضل اور اونچی نعمت ہے وہ مجھے عطا فرمایئے۔

آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریح فرما دی کہ وہ اونچی نعمت یہ ہے کہ تم بھی شہید ہو جاؤ اور تمہارا گھوڑا بھی مارا جائے۔

ہمارا پیارا طلحہ شہید اسی اونچی نعمت کی جستجو اور تلاش میں رہا۔اس کی گفتگو کا موضوع ہمیشہ یہی ہوا کرتا تھا، وہ شہداء کے تذکرے سے خود بھی آنسو بہاتا اور ہمارے قلوب کو بھی گرماتا تھا۔

کیونکہ اسے مکمل ادارک تھا کہ ایک مسلمان کو اس دنیا میں سب سے بڑی جو نعمت مل سکتی ہے وہ شہادت کی نعمت ہے۔دنیا میں ایمان کے بعد ایک مؤمن کے لئے شہادت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔پھر وہی ہوا، ہنستا مسکراتا، اتنا پیارا، خوبرو طلحہ اپنا چہرہ گولیوں کے نشان اور خون سے سجا کر اس عظیم اور اونچی نعمت کو پا گیا اور {نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ} کا مہمان بن گیا۔

وہ شہادت کا متوالا رب کا سچا عاشق تھا، قرآن کا عاشق تھا، علم حدیث کو سمجھنے والا تھا۔ اپنی زندگی کے بہت سے قیمتی دن اس نے میرے پاس گزارے۔وہ پیارے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان: اَلْخَالَةُ بِمَنْزَلَةِ الْاُمِّ (خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے) کے تحت مجھے اپنی والدہ کا درجہ دیتا تھا۔لاڈ بھی بہت کرتا تھا۔وہ جب بھی معسکر آتا اپنی مصروفیت اور مشغولیت سے وقت نکال کر دوڑا دوڑا میرے پاس آتا۔میں بھی انتظار میں ہوتی، کچھ اس کے لئے تیار کر کے رکھتی کہ اسے کھلاؤں گی۔کیونکہ مجھے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس اونچی نعمت کی تلاش

میں اپنے آرام اور کھانے پینے سے کس قدر بے گانہ ہے۔

معسکر میں جب سالانہ پروگرام ہوتا تو وہ اس کی تیاریوں میں اپنے آپ کو بھلا دیتا تھا ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا اور پھر اس دوران بھی اپنی خالہ کی خبر گیری کو نہیں بھولتا تھا۔ اس سال یکم اپریل کو سالانہ جلسہ ہوا اور پیارے طلحہ کی یادیں اہل جلسہ اور اس کی خالہ کو تڑپاتی رہیں مگر طلحہ تو اونچی نعمت پاکر فردوس بریں میں رب کا مہمان بن چکا تھا۔

آج پندرہ شعبان کا روزہ ہے، گزشتہ سال پندرہ شعبان کے روزہ کی افطاری بنا رہی تھی، ولی احمد باورچی خانہ میں میرے پاس آیا، کہنے لگا امی جان! ادھر آئیں، طلحہ بھیا کو تو دیکھیں۔ میں مہمان خانہ میں آئی دیکھا کہ میرا پیارا طلحہ، رب کا سچا عاشق طلحہ رب سے مناجات میں مشغول ہے۔ وہ دعا مانگ رہا تھا، یقیناً رب سے اونچی نعمت مانگ رہا تھا آنسو اس کی پیاری ریش سے موتیوں کی طرح قطروں کی صورت میں گر رہے تھے اور وہ رب کا لاڈلا اپنے رب سے کچھ منوا رہا تھا۔ ہاں! یقیناً اونچی نعمت کے حصول کے لئے رب کو منا رہا تھا۔ رمضان المبارک آ گیا، اس دیوانے کی یہ تڑپ تھی کہ رمضان المبارک محاذ پر گزارنا ہے۔ دن کو روزہ اور رات کو تراویح میں روزانہ چھ پارے سنا کر پانچ دن میں قرآن پاک مکمل کر کے اپنے محبوب معسکر اور خالہ کو الوداع کر کے رخصت ہو گیا۔ اس کی عادت تھی وہ جب بھی رخصت ہوتا بڑے لاڈ اور التجاء سے شہادت کی دعا ضرور کرواتا تھا۔ اسے شاید اندازہ تھا کہ وہ خاندان میں کس قدر محبوب ہے، سب کو کتنا پیارا ہے، اس سے بچھڑنے کا کوئی سوچ نہیں سکتا تھا، اس لئے وہ منت سماجت کر کے بڑوں، چھوٹوں کی زبان سے یہ الفاظ کہلواتا تھا۔

ہاں پیارے طلحہ! خالہ صدقے واری...... تمہاری یادیں تو بہت زیادہ ہیں مگر قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ بہت ہی محترم اور عظیم ہستی کے حکم پر کہ جن کا اشارہ بھی حکم کا درجہ رکھتا ہے سپرد قلم کئے ہیں۔ اللہ پاک امیر محترم پیارے بھائی جان حفظہ اللہ کا سایۂ شفقت ہم سب پر تا

دیر سلامت رکھے، آمین۔ انہی کے فیض سے اللہ رب العزت نے ہمیں جہاد کے راستے پر چلایا اور اونچی نعمت کو حاصل کرنے کا جذبہ دل کو بخشا۔

پیارے طلحہ! جب آپ کی جدائی تڑپاتی ہے تو بے اختیار زبان سے یہ دعا نکلتی ہے:

رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا۔

یہ عارضی زندگی گزارنے کے بعد ان شاء اللہ رب العزت سے قوی امید ہے کہ آپ سے جنت میں ضرور ملاقات ہوگی، شفاعت بھی نصیب ہوگی۔ اعمال تو اس قابل نہیں مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعدے سچے ہیں۔

ہاں پیارے طلحہ! یاد رکھنا......

اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ۔

اَللّٰهُمَّ اٰتِنِي أَفْضَلَ مَا تُؤْتِي عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ،

اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الشُّهَدَاءِ وَ الْمُجَاهِدِيْنَ

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یادوں کے مہکتے پھول

محترمہ اُمِّ احمد عبدالرحمن صاحبہ (طلحہ شہید کی خالہ)

سب کی آنکھوں کا تارا، سب کا لاڈلا، وہ حسین نوجوان، پیارا بھانجا طلحہ شہید جب بھی یاد آتا ہے، آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں سے تھا۔ اُس کے ساتھ رشتہ داری اور تعلق پر دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر نکلتا ہے اور فخر محسوس ہوتا ہے۔

آج طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ کی بزم سجانی ہے۔ شہیدوں کا تذکرہ مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے، سوئے ہوئے جذبوں کو زندہ کرتا ہے اور ان کا لہو اسلام کو زندہ کرتا ہے۔

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف یادیں دل پر دستک دے رہی ہیں اور سمجھ نہیں آرہا کہ بات شروع کی جائے تو کہاں سے کی جائے؟ ڈور کا سرا ہاتھ نہیں آرہا۔ اس کے تذکرے کی خوشبو کو لفظوں میں کیسے پابند کیا جائے، یہ سمجھنا بہت ہی مشکل ہو رہا ہے۔

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ ضابطے میں ہمارے چھوٹے تھے لیکن بہت سے چھوٹے، ایسے بڑے نکلتے ہیں کہ انہیں چھوٹا کہتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ بغیر کسی تشبیہ اور تمثیل کے جیسے سیّدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تھا:

''آپ بڑے ہیں یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے جو جواب دیا وہ احترام و تعظیم کے ساتھ حسنِ ادب کی کتنی پیاری تعبیر ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''هُوَ اَكْبَرُ مِنِّيْ وَلٰكِنِّيْ وُلِدْتُّ قَبْلَهٗ۔''

''وہ مجھ سے بڑے ہیں لیکن میں ان سے پہلے پیدا ہوا تھا۔''

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے جس کا بھی کچھ تعلق رہا، آج وہ اپنے دل میں ایسے ہی جذبات امڈتے ہوئے محسوس کرتا ہے کہ ''شہادت'' کی عظمت نے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اُس مقام پر پہنچا دیا کہ وہ عمر میں چھوٹے ہونے کے باوجود مقام و مرتبے میں ہم سے بہت بڑھ گئے۔ اقبال مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار بلا اختیار نوکِ قلم پر آ رہے ہیں ۔

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری
اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر
اگر ہو صلح تو رعنا غزال تاتاری

اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے شہادت وہ نعمت ہے جو بے شمار نعمتوں کا مجموعہ ہے۔ اگر کسی مسلمان کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ صرف ایک دعاء مانگ لے، ایک سے زیادہ نہیں اور اس کی یہ دعا قبول ہوگی تو مسلمان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے مقبول شہادت مانگ لے۔ کیونکہ مقبول شہادت مل گئی تو سب کچھ مل گیا ایمان بھی، اچھا خاتمہ بھی، مغفرت بھی، سکرات الموت سے حفاظت بھی، عذابِ قبر سے نجات بھی، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام بھی اور بھی بہت سی چیزیں مثلاً موت کے فوراً بعد ایک لذیذ اور طاقت ور زندگی، اللہ تعالیٰ کا رزق، خوشیاں اور راحت ہی راحت اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب۔

اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار شہید ہونے کی تمنا فرمائی۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

مقام شہداء کے مقام سے بہت اونچا ہے۔شہادت کے اسی مقام کی وجہ سے کئی اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا مانگتے تھے۔ خاص اسی مقصد کے لیے جمع ہوتے اور صرف یہی دعا مانگتے۔شہید زندہ ہوتا ہے،اس کو شہادت کے بعد مردہ کہنا بھی حرام اور مردہ سمجھنا بھی حرام۔شہید کی حیات قرآن مجید سے قطعی طور پر ثابت ہے مگر یہ حیات ایسی بلند اور اونچی ہے کہ ہم لوگ اس دنیا میں سمجھ نہیں سکتے،مگر جنت میں جانے کے بعد ہمارا شعور طاقت ور ہو جائے گا تو وہاں جا کر شہداء کی زندگی اور حیات ہمیں سمجھ آ جائے گی۔ہم سب مسلمانوں کو چاہیے کہ خاص اوقات،خاص لمحات اور قبولیت کی امید کے ہر موقع پر اللہ تعالیٰ سے مقبول شہادت کی نعمت مانگا کریں۔قرآن مجید کو مانیں اور سمجھیں تو جان لیں گے شہادت موت نہیں ہے زندگی ہے۔

قرآن پاک پکار پکار کر کہہ رہا ہے بَلْ اَحْيَآءٌ، بَلْ اَحْيَآءٌ وہ زندہ ہیں،وہ زندہ ہیں۔ان کی زندگی اس دنیا کے جسم اور قبر سے لے کر برزخ تک اور جنت کے دروازے تک پھیلی ہوئی ہے۔شہداء کرام کی زندگی یقینی ہے۔مگر یہ بھی ساتھ فرما دیا گیا{وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ} کہ تم اس زندگی کو سمجھ نہیں سکتے،محسوس نہیں کر سکتے یہ اتنی اعلیٰ اور ارفع زندگی ہے۔وہ زندہ ہیں یہ زندگی اب ان سے کوئی چھین نہیں سکتا۔وہ قتل نہیں ہو سکتے،قید نہیں ہو سکتے،بیمار نہیں ہو سکتے،پریشان اور غم زدہ نہیں ہو سکتے،پرانی زندگی میں جو کمزوریاں تھیں وہ شہادت کی زندگی میں ختم ہو گئیں۔شہید کی یہ عجیب اور اعلیٰ یقینی زندگی کو ہم سمجھ نہیں سکتے،مگر اللہ تعالیٰ کچھ علامات اور اشارات ایسے عطاء فرماتے رہتے ہیں جو ایمان والوں کے ایمان کو مزید مضبوط کرتے ہیں۔ایسے واقعات کو ہم شہداء کرام کی کرامات اور ان کی نئی زندگی کے شواہد کہتے ہیں۔حدیث پاک میں ارشاد ہے:

”وَاَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَآءِ۔“

”سب سے اشرف موت شہداء کی شہادت اور ان کا قتل ہے۔“

شہید کا قتل ہونا سب سے اشرف موت ہے۔ اشرف کے معنیٰ سب سے بزرگی والی اور سب سے لائق عظمت، قرآن کریم نے حضرات شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا درجہ نبوت سے ایک درجے کے فاصلے کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

{وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا}

''اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت''۔

خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ شہادت کی موت نصیب فرماتے ہیں اور اس کا شوق نصیب فرماتے ہیں۔ انہی خوش قسمت لوگوں میں سے ہمارا پیارا طلحہ شہید تھا، جو دیوانگی کی حد تک شہادت کا متلاشی تھا۔ اس کی بس یہی ایک ہی آرزو تھی۔ اُس کو جب بھی دیکھا اسی جنون اور دیوانگی میں دیکھا، اپنے لیے شہادت کی دعا کرتے ہوئے اور کرواتے ہوئے دیکھا۔

آہ! طلحہ رشید کیا عجیب نوجوان تھا۔ آج کل کے پرفتن دور میں جہاں نوجوان موبائل فون اور مختلف قسم کے فتنوں میں مبتلاء نظر آتے ہیں۔ وہاں طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ جذبہ جہاد سے سرشار، شہادت کی تمنا دل میں لیے {سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ} کا صحیح مصداق تھا۔ سب کی آنکھوں کا تارا، سب کا لاڈلا، وہ حسین نوجوان، پیارا بھانجا طلحہ شہید جب بھی یاد آتا ہے، آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں سے تھا۔ اُس کے ساتھ رشتہ داری اور تعلق پر دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر نکلتا ہے اور فخر محسوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت سے کمالات سے نوازا تھا۔ خوبصورتی، ذہانت، عمدہ اخلاق، امت مسلمہ کا درد، ہر کسی کا خیر خواہ، وہ کسی کو بھی دکھ اور تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اتنی مختصر سی عمر میں اللہ پاک نے اس کو کئی سعادتوں سے نوازا۔ قرآن کریم کا حافظ، عالم باعمل، مجاہد اور سب سے بڑھ کر شہادت کا رتبہ۔ خوش قسمت ہے وہ ماں

جس نے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسے بیٹے کو جنم دیا اور اس کی اتنی اچھی پرورش کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کیا۔ اللہ اکبر! کیا کہنے اس ماں کے۔

اللہ پاک نے اس کے ارادے اور شوق کو اس کا مقدر بنا دیا۔ جو وہ چاہتا تھا اس کو عطا کیا۔ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جذبے اور شوق کو دیکھ کر کبھی بہت حیرت ہوتی تھی۔ جب وہ کسی محاذ سے واپس لوٹتا تو ہماری خوشی کی انتہاء نہیں ہوتی تھی کہ اللہ پاک نے غازی بنا دیا۔ لیکن طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ بہت اداس اور بے چین ہوتا، سب سے کہتا کہ آپ نے میرے لیے دل سے شہادت کی دعا نہیں مانگی ہوگی اس لیے میں واپس آ گیا۔ اپنے والدین، قریبی رشتہ دار، دادا، دادی خصوصاً نانی اماں (امی محترمہ) کا بے حد لاڈلا تھا اور خود اس کو نانی اماں سے دیوانگی کی حد تک محبت تھی۔

عموماً اس طرح کے بچے جو بہت لاڈلے ہوں بگڑ جاتے ہیں، خود پسندی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، لیکن طلحہ شہید ایسا نہیں تھا۔ وہ ایک بے حد فرمانبردار اور بہترین بیٹا، محبت اور شفقت کرنے والا بھائی، عزت اور احترام دینے والا بھانجا تھا۔ غرض وہ ہر رشتے کو اُس کے رتبے کے مطابق نبھانا خوب جانتا تھا۔ سفر کرتے ہوئے اگر اسلام آباد سے گزرنا ہوتا تو لازمی مجھ سے ملنے آتا اور اتنی محبت اور عزت سے ملتا کہ دل میں اس کی محبت اور بڑھ جاتی۔ اگر اکرام کے لیے کوئی چیز رکھی جاتی تو وہ خوب خوشی اور رغبت کا اظہار کرتا اور ہر چیز کی اتنی تعریف کرتا کہ دل خوش ہو جائے۔ صرف رشتہ دار ہی نہیں سب کے ساتھ اس کا یہی برتاؤ تھا۔ بچے، بڑے، بوڑھے جس کے ساتھ بیٹھتا سب اُس سے خوش ہوتے۔ نیکیوں میں اتنی سبقت کہ ہر نیک کام میں آگے آگے، کسی بیمار کی تیمارداری کرنی ہو یا کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنی ہو، پیارا طلحہ ہمیشہ سبقت لے جاتا۔ الغرض اللہ پاک نے اس کو بہت خوبیوں سے نوازا تھا۔ کس کس کو بیان کیا جائے؟ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی آج کل کے نوجوانوں کے لیے ایک اچھا نمونہ اور مشعل راہ ہے۔ اللہ پاک سب نوجوانوں کو اور ہمارے بچوں کو اس کا نقش قدم نصیب فرمائے۔ وہ ایسا نوجوان تھا جس کو دنیا

کی کوئی جستجو نہیں تھی، وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا متلاشی تھا۔

انسان جس چیز کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لے وہ اس کو مل ہی جاتی ہے۔ اب یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ دنیا کو مقصد بناتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پہ چل کر ہمیشہ کی کامیابی پاتا ہے۔ پیارے طلحہ! میں ہمیشہ سوچتی ہوں کہ جب تمہیں اپنی تمنا اور آرزو مل رہی ہوگی، اس وقت تم کتنے خوش ہوگے، کتنا مسکرائے ہوگے، ہنسے ہوگے اور آپ کو کتنا مزا اور سرور ملا ہوگا اور چشمِ تصور سے دیکھتی ہوں کہ آپ اللہ پاک سے کہتے ہوں گے: مجھے زندہ کر دیا جائے پھر میں شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید ہو جاؤں۔

آہ طلحہ شہید! کتنے خوش قسمت ہو، اللہ پاک نے سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت عطا فرمائی۔ پیارے طلحہ! آپ سے یہی گزارش ہے کہ جس طرح آپ دنیا میں مجھے نہیں بھولتے تھے اسی طرح آخرت میں جب آپ کو ستر لوگوں کی شفاعت کا اختیار دیا جائے گا، اُس وقت بھی مجھے نہ بھولنا۔ اللہ پاک آپ کی شہادت کو قبول فرمائیں۔ مجھ میں اتنی ہمت اور حوصلہ نہیں تھا کہ میں گناہ گار آپ کے بارے میں کچھ لکھ سکوں، لیکن آپ کی محبت نے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھوا دیے۔ اللہ کریم ہم سب کو سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت نصیب فرما۔

طلحہ شہید تیری عظمت کو سلام
زندگی بھی گزاری سعادت بھری
موت بھی تجھ کو افضل شہادت ملی
دھل گئے سب گناہ جنتیں مل گئیں
اور دولہا بہتّر کا تو ہو گیا

پیارے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ آپ کا جذبہ اور قربانی رائیگاں نہیں جائے گی، ان شاء اللہ۔ آپ کے اور شہداء کے خون کی برکت سے ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب کشمیر آزاد ہوگا۔ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

کی کشمیری مسلمانوں کے لیے اور کشمیر کی آزادی کے لیے تڑپ کوئی عام نہیں تھی ۔ یہ محبت اور جنون اس قدر زیادہ تھا کہ کشمیر کی مٹی کو طلحہ شہید سے پیار ہو گیا اور اس نے طلحہ کو اپنے اندر سمونے میں دیر نہیں لگائی ، اور کسی مشفق ماں کی طرح اس تھکے ہارے دیوانے مسافر کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ ہماری تو دعا تھی کہ اللہ پاک اس کو اس کے مقصد میں کامیاب فرما کر اس کو غازی بنا کر لوٹا ئیں ،لیکن اس دیوانے کا جذبہ اور شہادت کا شوق اس قدر تھا کہ اللہ پاک کو اس دیوانے پر پیار آ گیا اور بالآخر اس کی تمنا پوری ہو گئی۔

جنت کا شہزادہ

محترمہ اُمّ مسعود صاحبہ (شہید محترم کی خالہ)

شہید زندہ ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے خون کا ہر چھینٹا کئی مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ طلحہ خود نگاہوں سے اوجھل ہوا مگر اپنی بے چینیاں، اپنے سچّے جذبے، اپنی تڑپ، اپنا شوقِ شہادت وراثت میں چھوڑ گیا۔ آج اس کی باتیں دلوں کو گرماتی ہیں، قربانی کے جذبے کو کچھ اور تیز کر جاتی ہیں۔

حسن فطرت کا لہکتا ہوا گلزار ہو تم
دین وملت کی مہکتی ہوئی پھلوار ہو تم

یہ وہ الفاظ ہیں جن کے ذریعے میں اپنے پیارے بھانجے طلحہ کو اسکی زندگی میں مخاطب کیا کرتی تھی۔ اب جبکہ وہ اپنا مقصدِ زندگی پا کر کامیاب ہو چکا، ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکا، اب میں اسے کن الفاظ میں یاد کروں؟ اس کی یادوں کو کیسے سمیٹوں؟ وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو میرے درِ دل کو بیان کر سکیں؟ وہ دل کا ٹکڑا تو تھا ہی لیکن جب سے شہید ہوا اس کی محبت بہت گہری ہو گئی۔ اس کی یادیں بہت پیاری ہو گئیں۔

اب جب بھی اس کی یاد ستاتی ہے، اسے مخاطب کر کے کہتی ہوں۔

تم تو کردار کے غازی و مجاہد نکلے
لوگ کہتے تھے فقط صاحب گفتار ہو تم

شہادت اس کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا تھی، بلکہ شہادت کے علاوہ اسکے پاس کوئی تمنا تھی ہی نہیں۔ وہ ان مؤمنین ومجاہدین میں سے تھا جنہیں نہ فتح سے کوئی غرض ہوتی ہے نہ شکست کا خوف، جنہیں نہ اپنی شجاعت کے جوہر دکھانے کا کوئی ارمان ہوتا ہے، نہ مال غنیمت سے کوئی سروکار، انہیں بس ایک ہی شوق ہوتا ہے، رب سے ملاقات کا شوق، اللہ رب العالمین کے دربار میں سرخروئی کے ساتھ حاضر ہونے کا شوق۔ انہیں بس یہی شوق ہوتا ہے کہ بارگاہ رب العزت میں جب حاضری ہوتو اس حال میں ہو کہ یہ جسم لہولہان ہو اور عرض کرسکیں: ربّا! یہ جان، یہ جسم، یہ بھرپور جوانی سب آپ کے نام پر قربان کر کے آئے ہیں۔ جی ہاں! ہمارے طلحہ کو بس یہی شوق تھا۔ ہمیشہ ہر ملاقات میں یہی بات کرتا کہ شہادت کی دعاء دے دیجیے۔ طلحہ! ہماری دعاء ہے اللہ تم سے دین کا بہت کام لے۔ نہیں خالہ جان! کچھ لوگ قربانی دیتے ہیں اور کچھ کام کرتے ہیں۔ قربانی دینے والوں کی قربانیاں کام کرنے والوں کا کام آسان کردیتی ہیں۔ میری تمنّا ہے میرا شمار قربانی دینے والوں میں ہو۔ ایک بار مجھے کہا کہ لوگ ماموں جان (امیر محترم) کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا اپنا کوئی شہید نہیں ہوتا، لوگوں کے بچوں کو بھیجتے ہیں، میری تمنّا ہے میں اس گھرانے کا پہلا شہید بنوں۔

وہ ایک پھول گلستاں کی آبرو بچا گیا

کہنے والے تو بہت کچھ کہہ جاتے ہیں لیکن اس کی تمنّا پوری ہوگئی۔ وہ اس گھرانے کا پہلا شہید ہونے کا اعزاز پاگیا۔ اس کی زندگی کی آخری عید الاضحیٰ تھی۔ وہ عید کے دوسرے دن اپنا بکرا ذبح کر کے بنا رہا تھا۔ بکرے کی کھال اتارنے کے لیے جب لٹکایا تو طلحہ کا سینہ خون سے رنگین ہوگیا۔ میں اسے بغور دیکھ رہی تھی، سینہ میری طرف تان کر کہنے لگا: دیکھیے میں اس حالت میں کتنا پیارا لگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت بھرپور اور خوبصورت جوانی سے نوازا تھا۔ وہ ہمیں کہا کرتا تھا آپ جب قربانی کے لیے جانور ڈھونڈتے ہو تو چاہتے ہو کہ جوان، خوبصورت اور طاقتور بکرا

ہو۔اسی طرح جب ہمیں رب کے راستے میں قربان کرنا ہی ہے تو جوان، طاقتور اور خوبصورت بیٹے قربان کرو پھر مزا آئے۔اس کی جس ملاقات کو بھی یاد کروں اس کی گفتگو کا موضوع ہمیشہ بس یہی ہوتا تھا۔دنیا میں مسلمانوں کے حالات، کفار کی مسلمانوں کے خلاف سازشیں، اور شوقِ شہادت۔مجھے ایسی کئی راتیں یاد ہیں، میں رات بھر اس کے ساتھ بیٹھی رہی، وہ مسلمانوں کے حالات سناتا رہا، خود بھی روتا رہا مجھے بھی رلاتا رہا۔ایک تڑپ تھی اس کے دل میں جو اسے چین سے نہ رہنے دیتی تھی۔اللہ رب العالمین کو بھی اس کی اس بے چینی پر پیار آ گیا اور اسے جلد ہی اپنے دامنِ رحمت میں چھپا لیا۔

اللہ تعالیٰ نے شکل وصورت کے ساتھ ساتھ اخلاق وعادات میں بھی اسے خوب سے خوب تر بنایا تھا۔اس کے ہوتے ہوئے ہم کہا کرتے تھے کہ طلحہ کے والدین بہت خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا سعادت مند، نیک، صالح بیٹا عطا فرمایا ہے۔اسے محبت لینا بھی خوب آتی تھی محبت کرنا بھی خوب آتی تھی۔اسی لیے وہ سب کی آنکھوں کا تارا تھا۔

اس کی زندگی کو اگر دیکھا جائے تو بس خلاصہ یہی ہے کہ وہ مختصر سی زندگی میں نیکیاں سمیٹنے کیلئے ہر دم بے تاب رہتا تھا۔اسے اپنا نامۂ اعمال نیکیوں سے سجا کر جلد ہی دنیا سے چلا جانا تھا، اس لئے وہ بے تاب ہوتا تھا کہ کوئی نیکی ایسی نہ ہو جسے وہ نہ کر سکے۔مجھے وہ رات بھی ہمیشہ یاد رہے گی جب مجھے انتہائی خطرناک حالت میں ہاسپٹل لے جایا گیا۔طلحہ میری کرسی کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا بہت بے چین اور پریشان۔چار دن میں ہسپتال میں رہی، وہ چار دن اس نے میرے بیڈ کے ساتھ بیٹھ کر گزارے۔انتہائی تکلیف کی حالت میں وہ مجھے ہنسوانے کی بھرپور کوشش کرتا۔درد اور تکلیف کے وقت دل وجان سے خدمت کرنے والا اور ہنسانے والا آج جب یاد آتا ہے تو بہت رلاتا ہے۔

پیارے طلحہ کو اللہ تعالیٰ نے شہادت جیسی اعلیٰ نعمت سے نوازا۔اسے شہادت کی تڑپ اس لئے

تھی کہ وہ جانتا تھا کہ شہادت ایسا اعزاز ہے جو صرف اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ رب العالمین نے اپنے دوستوں کی قسمیں بیان فرمائیں۔

{فَأُولَـٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ}

شہید جب دنیا میں موجود ہوتا ہے اس کی ولایت چھپی ہوئی ہوتی ہے، کیونکہ وہ جس ماحول میں ہو اسی کا حصّہ ہوتا ہے، بالکل ایک عام انسان کی طرح، وہ دوستوں میں دوست، رشتہ داروں میں رشتہ دار، مسجد میں عابد اور محاذ پر مجاہد ہوتا ہے۔لیکن جب اس کے گرم جوان خون سے یہ زمین سیراب ہوتی ہے تب اس زمین پر رہنے والے اس کی ولایت کو جان جاتے ہیں۔بالکل اسی طرح ہمارا طلحہ مرکز میں سب کا دوست تھا، گھر میں پیارا بیٹا اور پیارا بھائی تھا، خالاؤں اور ماموؤں میں پیارا بھانجا تھا، چچا اور پھوپھیوں کا پیارا بھتیجا تھا، لیکن جب اس نے لیلائے شہادت کو گلے لگایا تو ہر طرف سے یہی آواز ہے وہ تو وقت کا ولی تھا۔وہ رب کا بہت پیارا اور لاڈلا بندہ تھا۔وہ تلاوت کے وقت آنسو بہانے والا اور دل کی آنکھوں سے قرآن پڑھنے والا تھا۔ہاں! وہ ولی تھا جو ہم میں موجود تھا اور ہمیشہ جانے کی باتیں کرتا تھا لیکن ہم کبھی نہ سمجھ سکے۔کبھی اسے بیان نہ کر سکے کہ جب تم جاؤ گے تو یہ خالہ کیسے تڑپے گی۔ہم سب تمہاری یاد میں کتنے آنسو بہائیں گے۔ تم تو روز کئی بار یاد آتے ہو اور تڑپا جاتے ہو۔

پیارے طلحہ کی جدائی ہم سب کیلئے بہت بڑا سانحہ ہے اور اس کی شہادت ہم سب کیلئے بہت بڑی سعادت ہے۔اس کی شہادت کے موقع پر بعض مجاہدین کے گھرانوں میں یہ بات زیر بحث آئی کہ امیر محترم کا گھرانہ ہے اور شہادت پر یہ لوگ رو رہے ہیں۔لوگوں کو جہاد کی دعوت دینے والے، شہادت کے فضائل سنانے والے خود کیوں رو رہے ہیں۔اس طرح کی باتیں کرنے والی بہنوں سے میری گزارش ہے کہ یہ آنسو طلحہ کی شہادت پر افسوس کے نہیں بلکہ اس کی جدائی کے آنسو

ہیں، اس کی پیاری اداؤں اور مسکراہٹوں کی جدائی کے آنسو ہیں۔

اگر شہید کی جدائی اس کے گھر والوں کو تڑپائے نہ تو پھر اجر کیا؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر تو اسی صدمے اور تڑپ کا ہے۔ الحمدللہ طلحہ کی شہادت نے اس گھرانے کو راہِ جہاد سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹایا، اس گھرانے کا ہر بچہ طلحہ کی طرح اس راہ میں قربان ہونے کیلئے بے تاب ہے۔

تیری شہادت نے پیارے طلحہ
ہمیں نیا ولولہ دیا ہے

گلشن صابر میں کھلنے والا ہر پھول جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت گھٹی میں لے کر پروان چڑھتا ہے۔ اب تو ہر بچے کی زبان پر یہی باتیں ہیں کہ اے ہندو بنیا! ہمارے طلحہ کو شہید کر کے خوشیاں مت منا، ہم تجھے بتائیں گے کہ مسعود از ہر کے کتنے بھانجے اور کتنے بھتیجے ہیں۔

ہوائے ظلم سوچتی ہے کس بھنور میں آ گئی
وہ اک دیا بجھا تو سینکڑوں دیے جلا گیا

شہید زندہ ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے خون کا ہر چھینٹا کئی مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ طلحہ خود نگاہوں سے اوجھل ہوا مگر اپنی بے چینیاں، اپنے سچّے جذبے، اپنی تڑپ، اپنا شوقِ شہادت وراثت میں چھوڑ گیا۔ آج اس کی باتیں دلوں کو گرماتی ہیں، قربانی کے جذبے کو کچھ اور تیز کر جاتی ہیں۔ وہ جنت کا راہی اپنے پیاروں کو سمجھا گیا کہ جنت ایسی چیز ہے کہ اس کے پیچھے اس طرح بھاگنا چاہیے۔ اس طرح اس کو حاصل کرنے کیلئے ان تھک محنت کرنی چاہیے اور یہ زندگی، یہ پیارے رشتے، یہ محبتیں، یہ دنیا کی رنگینیاں سب کچھ اسی جنت کو پانے کیلئے قربان کر دینے چاہئیں۔ کتنا ہی اچھا سودا ہے، کتنی ہی فائدہ مند تجارت ہے کہ اس خاندان کا ہر فرد قربان ہو جائے لیکن کشمیر آزاد ہو جائے، اسلام سر بلند ہو جائے، پیارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہر طرف نافذ ہو جائے، ان کے نام لیوا سر بلند و سرفراز ہو جائیں۔ ہم تیار ہیں، پیارے طلحہ! ہم تیار

ہیں۔اللہ رب العالمین نے جیسے تمہیں قبول فرمایا ہم سب کو بھی قبول فرمالیں۔ربا! قبول فرمالیں آمین یاارحم الراحمین۔

شہادت کا لہو جن کے رُخوں کا بن گیا غازہ
کھلا ہےان کی خاطر دائمی جنت کا دروازہ
شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی
وہ خوش قسمت ہے مل جائے جسے دولت شہادت کی

یادیں

اُمِّ مسفرہ صاحبہ (طلحہ شہید کی بڑی ہمشیرہ)

ہم اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ پاک نے ہمیں، ہمارے والدین اور ہمارے پیارے بھیا کو وہ اعزاز بخشا جس کے قابل ہم اپنے آپ کو نہیں سمجھتے، الحمدللہ ثم الحمدللہ! اور ان شاء اللہ کل قیامت کے دن ہمارا شہزادہ، حوروں کا دولہا اپنے کنبہ کے ساتھ ہمیں لینے کے لئے آئے گا۔

زندگی میں سب سے مشکل کام اپنے دل کے سب سے زیادہ قریب رہنے والوں کے دنیا سے جانے کے بعد ان پر کچھ لکھنا ہے۔ ایسے لوگوں پر لکھنا اپنے آپ کو انگاروں پر کھڑا کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ یہی کیفیت میری اس وقت سے ہے جب سے مجھے میرے عزیز، شہزادوں جیسے بھائی ''طلحہ شہید'' پر کچھ لکھنے کو کہا گیا ہے۔ اس وقت میرے لیے زندگی کا مشکل ترین کام اپنے بھیا کے لیے کچھ لکھنا ہے، جب بھی ہمت وحوصلہ جمع کر کے کچھ لکھنے کے لیے کاغذ قلم اٹھاتی ہوں تو آنسوؤں کا سیل رواں آنکھوں سے جاری ہو جاتا ہے، اور میں گھنٹوں اس کی یادوں میں گم سم بیٹھی رہتی ہوں، کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں؟ یادوں کا ایک جہاں ہے جو پھر چین نہیں لینے دیتا، اور اس کی یاد کا ایک ایک لمحہ ہر گھڑی کچوکے لگاتا رہتا ہے۔ اپنے بڑوں کے تعمیلِ حکم کی خاطر چند بے ترتیب سطریں تحریر کرتی ہوں جس میں اس کی یادوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔

زندگی کے تقریباً بیس سال طلحہ بھیا کی معیت میں گزرے اور ایسے گزرے کہ شاید کسی بھائی

بہن میں ایسی محبت اور وارفتگی ہو جو ہم دونوں میں تھی۔ اس وقت ذہن کے حاشیۂ خیال میں بھی ایسا کچھ نہیں تھا کہ میرا پیارا بھیا اس عارضی اور فانی دنیا میں چند دن کے لیے آیا ہے اور وہ اتنی جلدی ہم سب کو، مجھے، امی ابو کو چھوڑ کر دور اللہ تعالیٰ کی جنت میں اس کا مہمان بنے گا۔ لیکن اب یہ بات حقیقت کا روپ دھار چکی ہے کہ وہ اب ہم میں نہیں رہا اور اپنے رب کا مہمان بن گیا ہے، ہم سے زیادہ اچھی اور ہم سے زیادہ خوش کن حالت میں ہے۔ ان شاء اللہ۔ اور جس چیز کی اسے چاہت تھی، بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں کہ جس کے لیے وہ پیدا ہوا تھا اور راتوں جاگ کر رو، رو کر دعائیں مانگا کرتا تھا وہ منزل مراد پا گیا اور خدا کی قسم کامیاب ہو گیا۔ ہم اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ پاک نے ہمیں، ہمارے والدین اور ہمارے پیارے بھیا کو وہ اعزاز بخشا جس کے قابل ہم اپنے آپ کو نہیں سمجھتے، الحمد للہ ثم الحمد للہ! اور ان شاء اللہ کل قیامت کے دن ہمارا شہزادہ، حوروں کا دلہا اپنے کنبہ کے ساتھ ہمیں لینے کے لیے آئے گا۔

طلحہ شہزادے کی شہادت کے بعد ہر دم یہ خیال رہتا ہے کہ کل جب قیامت کے دن میدان حشر میں ہمارے گناہ نامۂ اعمال سے سنائے جائیں گے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارا پیارا بھیا کھڑے سن رہے ہوں گے تو کتنی شرمندگی ہوگی۔ یہ خیال آتے ہی ہاتھ تھم جاتے ہیں اور ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے نور کا ایک ہالہ ہر وقت آس پاس چکر لگا کر اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا ہے۔

طلحہ شہزادہ اور میں بچپن سے ہی ایسے رہے ہیں جیسے جڑواں بہن بھائی۔ وہ میرا بھائی بھی تھا، دوست بھی تھا، استاد اور محسن بھی تھا، اور سب سے بڑھ کر میرا غمخوار تھا۔ ہماری والدہ کی جب شادی ہوئی تو وہ پڑھ رہی تھیں، طلحہ مجھ سے ایک سال بڑا تھا، امی پڑھنے چلی جاتیں اور ہمیں نانی اماں کے پاس چھوڑ جاتیں اور ہم دونوں خوب شرارتیں کرتے۔

طلحہ بچپن سے ہی دھیمے مزاج کا مگر ذرا شرارتی تھا، جبکہ میری طبیعت ذرا غصیلی اور منہ پھٹ سی ہے۔ اس مزاج کا اس کو یہ فائدہ حاصل تھا کہ شرارت وہ کرتا اور شامت میری آجاتی۔ وہ کاروائی

ٹائپ شرارتیں بہت کرتا تھا، انہی شرارتوں میں سے ایک شرارت یاد آ رہی ہے۔

گرمیوں میں وہ ایک سخت دوپہر تھی، سب چھوٹے بڑے تپتی دوپہر میں آرام کے لیے کمروں میں محوِ آرام تھے کہ ہم دونوں کو شرارت سوجھی، ہمارے نانا ابو شکار کے شوقین تھے ان کے شکار کا سامان سٹور میں دھرا رہتا، میں اور طلحہ شہزادہ چھپتے چھپاتے سٹور میں گھس گئے اور تو کچھ نہ ملا نانا ابو کی بندوق کے کارتوس مل گئے۔ طلحہ مجھ سے کہنے لگا کہ اس میں جو چاندی کی گولیاں ہیں وہ ہم نکال کر ان کو باہر گلی میں کوڑے والی جگہ پر ڈال کر آگ لگا آتے ہیں، اور تماشہ دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے، میں آناً فاناً تیار ہوگئی۔ ہم دونوں باہر نکلے اور بڑے انہاک سے نظریں بچاتے ہوئے کام میں لگ گئے، خود تو وہ آگ لگا کر پیچھے ہٹ گیا اور مجھے آگے کر دیا۔ جیسے ہی آگ لگی وہ بھاگ گیا اور دھویں سے میرے بال، آنکھیں سب سیاہ ہوگئیں۔ جب ابو نے میری حالت دیکھی تو پوچھا یہ حالت کیسے بنائی؟ میں نے ڈرتے ڈرتے ابو سے کہا: بھائی نے ''باروز'' (بارود) جلایا ہے۔ مجھے ٹھیک سے بتانا بھی نہیں آ رہا تھا اس طرح ہماری بچت ہوگئی۔ ہم اس واقعہ کو یاد کر کے بہت ہنستے تھے اور طلحہ بھیا کہتے تھے: ''شکر ہے تمہیں اس دن نام ٹھیک طرح نہیں آیا ورنہ ابو سے بچنا آسان کام نہیں تھا۔'' طلحہ بھیا تو ہماری زندگی تھا، تمہارے بغیر یہ زندگی بے رنگ ہے۔

طلحہ اللہ تعالیٰ کا ایسا ولی تھا جسے دنیا کی ہوا تک نہیں لگی تھی، دنیا کی رنگینیوں سے گھبراتا تھا، اور کہتا تھا کہ میرے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرما دیں۔ میں اسے کہتی: طلحہ اللہ تعالیٰ تم سے دین کا ڈھیر سارا کام لیں، تمہیں لمبی زندگی دیں، اور ہم تمہاری خوشیوں میں شریک ہوں، تمہاری شادی ہو، بچے ہوں، ہم انہیں کھلائیں۔ یہ باتیں سن کر وہ سنجیدہ ہو جاتا اور کہتا: نہیں ایسے نہ کہو میں فتنہ میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ خدارا! اپنے بھائی کے لیے شہادت کی دعا کیا کرو۔ یہ دعا کروانا اس کی ضد میں شامل تھا۔ ایک دن میں رو پڑی کہ طلحہ تمہارے بغیر ہم نہیں رہ سکیں گے، وہ کہتا سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہی ہوا، بھیا کے لیے سب ٹھیک ہو گیا لیکن ہمارا دل ویران

کر گیا۔ آہ! میرا شہزادہ بھائی! میں کبھی کہتی کہ شہداء کی بہنیں کتنی خوش قسمت اور کیسے صبر والی ہوتی ہیں تو جواب میں کہتا کہ ایک دن تم بھی خوش قسمت بنوگی اور صبر کرنا!

جب میری بیٹی (''مسفرہ'' سلمہا اللہ تعالیٰ) پیدا ہوئی تو ہسپتال میں مسلسل میرے ساتھ رہا، نہ نیند کی پروا نہ آرام کی، بس ایک ہی دھن سوار تھی کہ میں ماموں بن گیا۔ مسفرہ کی پیدائش پر بہت خوش تھا، اسے اٹھاتا پیار کرتا، اور کہتا: ''مسفرہ! تم بھی کیا یاد کروگی کہ میرا بھی کوئی ماموں ہوتا تھا۔'' لیکن مسفرہ آج بھی اسے یاد کرتی ہے، نام لیتی ہے اس کا۔ ہم سب چونکہ اسے ''طلحہ بھیا'' کہتے تھے اس لیے وہ بھی ''طلحہ بھیا'' کی آوازیں لگاتی رہتی ہے۔ طلحہ کی یہ باتیں یاد کرکے اب احساس ہوتا ہے کہ اسے اپنی شہادت کا یقین تھا اور معلوم تھا کہ میں دنیا میں لمبا رہنے کے لیے نہیں آیا۔ دنیا میں ہر مزاج اور طبیعت کے لوگ پائے جاتے ہیں، طلحہ کی اس وارفتگی کو دیکھ کر کج دماغ لوگ تبصرہ کرتے کہ یہ ایسا ہے ویسا ہے، اپنے آپ کو بڑا صوفی سمجھتا ہے وغیرہ تو وہ ان کی باتیں سن کر کہتا: ''انشاء اللہ ایک دن یہی لوگ کہیں گے کہ جو کہا سچ کر گیا۔'' اور میرا بھائی کر گیا لوگ باتیں کرتے رہ گئے۔

سخاوت، شجاعت، امانت، دیانت، خدمت، یہ وہ اوصاف ہیں جو میرے بھائی میں بدرجہا اتم پائے جاتے تھے۔ مہنگی سے مہنگی چیز دوسروں کو دیتے ہوئے ذرا بھی نہ ہچکچاتا، کہتا: ''مجھ سے زیادہ اس کو ضرورت تھی۔'' ہم کہتے طلحہ تم خود بھی یہ چیزیں استعمال کیا کرو، ہنس کے ٹال دیتا اور کہتا: ''کہ میرے ساتھیوں نے استعمال کی تو میں نے ہی استعمال کی۔'' سخاوت ہی تو تھی کہ اپنی جان جیسی قیمتی متاع بھی اپنے مظلوم کشمیری بہن بھائیوں کے نام پر قربان کر گیا۔ واہ میرا بھیا!

بہادر ایسا تھا کہ چھوٹی سی عمر میں بڑے بڑے لوگوں کو حیران کر گیا۔ خدمت کا جذبہ ایسا تھا کہ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ پیدا ہی دوسروں کی خدمت کے لیے ہوا ہے، مدرسہ میں ساتھیوں کے ساتھ مل کر ہر طرح کا کام کروانا، ان کے برتن دھونا، باورچی خانہ کے بڑے بڑے پتیلے خود دھونا،

مدرسہ کے تعمیری کاموں میں مزدوروں کی جگہ خود کام کرنا اور بخوشی کرنا۔ اسے کھجور والا شیک بہت پسند تھا، اپنے دوستوں کے ساتھ مدرسہ سے نکلتا تو فون کر دیتا کہ اتنے طلباء ہیں شیک بنادو۔ مجھ سے دو ہی اس کے مطالبات ہوتے تھے، سر میں تیل ڈلوانا اور کھجور کے شیک کی فرمائش کرنا اور میں اس کی فرمائش بخوشی پوری کرتی تھی۔ میری شادی کے بعد مجھے روہانسی آواز میں کہتا کہ تمہارے جانے کے بعد نہ تو کوئی سر میں تیل ڈالتا ہے اور نہ ہی کھجور کا شیک بنا دیتا ہے۔

اور مزے کی بات دیکھیں کہ دوستی کرتا تو غریب طلباء سے کرتا، ان کی خدمت کرتا، اپنے تن کے کپڑے انہیں پہناتا، اور ان شاء اللہ میرا بھیا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا مصداق بن گیا ہوگا،

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ۔

ابو کی ذمہ داریوں کی وجہ سے اس نے کبھی بھی صاحبزادگی کا تاثر نہیں آنے دیا تھا، صاحبزادوں میں طرح طرح کی باتیں ہوتی ہیں لیکن ہمارا بھائی ان تمام آلائشوں سے پاک تھا۔

ماں کی گود سے ہی اسے جہاد کا سبق ملا، اس لیے بچپن سے ہی اسے جہاد وقتال فی سبیل اللہ کا جنون کی حد تک شوق وجذبہ تھا۔ زندگی کے ابتدائی ایام چونکہ افغانستان میں گزر رہے تھے اور ان دنوں افغانستان میں جنگ عروج پر تھی اس لیے طلحہ کی اٹھان ہی جہاد کے ماحول میں ہوئی۔ عربی تحریر وتقریر کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میرے بھیا کو ستھرا ذوق عنایت فرمایا تھا، وہ حافظ، عالم، قاری اور مجاہد تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ دنیا میں رہنے کے لیے آیا ہی نہیں تھا جو چند گھڑیاں حیات مستعار کی لے آیا انہی گھڑیوں میں وہ سب کو اپنا بناتا، ہنستا کھیلتا اس شان سے دنیا سے گیا کہ جس کی طلب بڑوں نے کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے کی۔

یہاں تک لکھنے کے بعد میری ناتواں ہمت جواب دے گئی ہے، آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے، طلحہ کی یاد بے چین کیے ہوئے ہے، زیادہ رونا بھی مناسب نہیں سمجھتی کہ شاید ناشکری میں نہ

شامل ہو جائے۔ اس لیے اس دعا اور عزم کے ساتھ ختم کرتی ہوں کہ ان شاء اللہ کریم میرے بھیا کی قربانی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں گے اور قیامت کے دن اس کا حشر اپنے قرب والے بندوں میں فرمائیں گے اور جس مقصد کے لیے بھیا نے اپنی عزیز جان دی اس مقصد کو کامیاب فرمائیں گے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین

میرا بھائی، میرا دوست

ہمشیرہ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ (شہید محترم کی چھوٹی ہمشیرہ)

دنیا کے جس بازار سے کسی ملک کا صدر اور وزیرِ اعظم خریداری کرے وہ بازار مشہور ہو جاتا ہے کہ یہ بہت بڑا بازار ہے، یہاں سے فلاں فلاں خریداری کرتا ہے تو وہ گھر جہاں سے رب کائنات خود خریداری کرے وہ گھر کیسا ہوگا؟ ہم اپنے بھیاجانی کی شہادت پر افسردہ نہیں بلکہ ان کی جدائی پر افسردہ ہیں۔

انسان کی زندگی میں رشتے بہت بڑا سرمایہ ہوتے ہیں، رشتوں کے بغیر انسان کی زندگی میں ایک خلا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں رشتوں کا احساس پیدا فرمایا تاکہ انسان دنیا میں ایک مربوط زندگی گزار سکے۔ رشتوں میں سے ماں باپ کا رشتہ سب سے افضل ہے۔ پھر اس کے بعد بہن بھائیوں کا۔ ماں باپ کا رشتہ محبت، عقیدت، شفقت اور خدمت کا ہے اور بہن بھائیوں کا دوستی و محبت کا۔ ہم بہن بھائیوں میں بھی تعلق ایسا ہی تھا۔ میرے بھائی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بڑے بھائی تھے، اس کے بعد بہن پھر میرا نمبر تیسرا ہے۔ بڑا بھائی بہنوں کا مان اور شان ہوتا ہے، میرے بھائی تو ہمارے لیے اس سے بھی بڑھ کر تھے۔ اگرچہ میرا تیسرا نمبر تھا لیکن وہ بڑے بھائیوں کی طرح رعب و دبدبہ نہیں دکھاتے تھے۔ بلکہ وہ ہم بہنوں کے ساتھ بھائی بن کر نہیں بلکہ ایک بہن بن کر ہنسی مذاق کرتے تھے اور ہم ان سے جو بھی فرمائش کرتے، دن ہو یا رات وہ ضرور پوری کرتے تھے۔ ہمارا خاندان دینی اور معاشرتی لحاظ سے کافی پابند ہے،

ہمارے لیے کسی سفر پر جانا اور گھومنا پھرنا آسان نہیں، لیکن ان کے ساتھ میرا ایک سفر بہت ہی یاد گار ہے۔ اس سفر کی یادیں اب بھی تنہائی میں ہنساتی ہیں اور کبھی رلاتی ہیں۔

میرے بھائی جان کو شہادت کا صرف شوق ہی نہیں بلکہ جنون تھا۔ ہمیشہ کہتے کہ میرے لیے یہی دعا کرو۔ ہم بہنوں کا بھی دوسری بہنوں کی طرح یہ ارمان تھا کہ ہمارے پیارے بھائی جان کی بھی شادی ہو، جب ہم ان سے کہتے کہ پہلے آپ شادی کریں، اللہ پاک آپ سے دین کا بہت سا کام لیں اور آپ کو لمبی زندگی دیں تو فوراً کہتے کہ یہ دعا نہیں، میرے لیے بددعاء ہے۔ میرے پیارے بھیا چھوٹی سی عمر میں ماں باپ کو اور بہن بھائیوں کو ہر خوشی دے کر گئے، اپنے حفظ قرآن کی اور عالم بننے کی۔ کہتے تھے: میں اپنے ماں باپ کی خوشی اور خواہش پر حافظ بھی بنا اور عالم بھی بنا، اللہ پاک نے مجھے اپنے فضل وکرم اور رحمت سے اپنے گھر کی زیارت بھی کرائی۔ اب میری ایک ہی خواہش ہے کہ بس شہادت مل جائے، جس کی دعاء خود حرم شریف میں کی بھی ہے اور کروائی بھی ہے۔ پھر ہوا بھی ایسا ہی کہ ان کی دعاء قبول ہوئی، اور وہ کشمیر میں اپنے مقصد کو پا کر اپنے رب کے حضور پہنچ گئے اور اپنا وعدہ پورا کر کے اس آیت کا مصداق بنے۔

”مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ“ (سورۃ احزاب)

ہر طالب علم کے لئے طالب علمی کے دورانیہ میں مشکل وقت امتحان اور رزلٹ کا ہوتا ہے۔ جب امتحان کے بعد میرے رزلٹ کا وقت آتا تو میں ان سے دعاؤں کا کہتی تو مجھے کہتے جی جی میری بہن تو (F) آئے گی۔ میں منہ بنا لیتی اور لڑتی کہ کیوں ایسے کہہ رہے ہیں تو کہتے بیوقوف! میں فیل والا (F) نہیں فرسٹ والا (F) کہہ رہا ہوں۔ پھر مجھے تنگ کر کے خوب ہنستے۔ اس بار میرا وفاق کا رزلٹ آیا تو میں ان کی یاد میں یہ مضمون تحریر کر رہی ہوں۔ ہمیں یہ تو اندازہ تھا کہ طلحہ بھائی ہمیشہ اپنی بات منواتے ہیں لاڈ سے، پیار سے، تو اپنی شہادت والا شوق بھی وہ ضرور پورا

کریں گے، لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی جلدی اپنی بات منوالیں گے۔اس راستے میں کتنے دیوانے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی عمریں اس آرزو میں گزاردیں کہ ہمیں شہادت نصیب ہوجائے، لیکن میدان جنگ کی شہادت نصیب نہ ہوئی۔ ہمارے طلحہ بھیا کو میدانِ جنگ کی شہادت نصیب ہوئی اور میدانِ جنگ بھی ایسا کہ جس کی بشارت خود ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو نبی السیف ہیں انہوں نے دی تھی۔

جب میرے پیارے بھائی جان کشمیر کے لئے روانہ ہوئے تو ہم نے بہت زیادہ دعائیں کیں اور میں اللہ تعالیٰ سے خیر مانگتی رہی، استخارہ کی دعاء بھی پڑھی اور یہی دعاء مستقل مانگتی رہی کہ اللہ پاک خیر خیریت سے ان کو ان کی منزل تک پہنچادیں۔ پھر میں نے بھائی کو خواب میں دیکھا، بھائی جان کی عادت تھی کہ وہ گھر میں سب سے زیادہ مجھے مذاق و پیار سے چھیڑتے رہتے تھے تو میں نے جب ان کو خواب میں دیکھا تو ادھر بھی ایسے ہی چھیڑ چھاڑ۔ میں نے دیکھا کہ بالکل صاف ستھری سڑکیں ہیں، دور دور تک کوئی بھی نہیں ہے میرے اور بھائی کے سوا، سڑک کے اردگرد بہت بڑے بڑے درخت ہیں اور ان پر بڑے بڑے پھل ہیں، تربوز جتنے بڑے اور اس سے بڑے وہ بھی درخت پر۔ میں اور بھائی جان، ہم دونوں بہت تیز تیز بھاگ رہے ہوتے ہیں اور چھلانگیں لگا لگا کر پھل توڑ رہے ہوتے ہیں، بھائی خواب میں بھی مجھے چھیڑ کر مذاق سے تھپڑ لگاتے ہیں اور پھر چھلانگ لگا کر پھل توڑ کر آگے دوڑ لگا دیتے ہیں، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ صبح میں نے امی جان کو خواب سنایا تو امی نے کہا: ''پریشان نہ ہوں اللہ پاک ان کو کامیاب کریں گے۔'' پھر خبر ملی کہ وہ خیر و عافیت سے پہنچ گئے ہیں تو میں نے الحمد للہ پڑھا اور تسلی ہوگئی۔

بھائی جان کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ دوسرے ساتھی یا رشتہ دار محاذ سے جب واپس آتے تو اپنی بہنوں کے شوق کو دیکھتے ہوئے وہاں پیش آنے والے واقعات میں سے کچھ نہ کچھ ضرور

سناتے، لیکن طلحہ بھیا کبھی کوئی واقعہ یا کارگزاری یا پیش آنے والے مشکل حالات کچھ بھی نہیں بتاتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے بہت زیادہ اصرار کیا، جب وہ افغانستان کے محاذ سے واپس آئے تھے، کیونکہ ہمارے علم میں آیا تھا کہ ان کو بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو میں نے کہا کہ ہمیں کارگذاری سنائیں۔ میرے اصرار پر سنجیدہ ہو کر کہنے لگے: آؤ سناؤں۔ میں بہت شوق سے سننے کے لئے بیٹھ گئی۔ کہنے لگے: ''کبھی میں نے فلاں پل کے اوپر سے کارگزاری، کبھی ہم نے فلاں پل کے نیچے سے کارگزاری، یہ ہے ہماری کارگزرای۔'' یعنی لفظ ''کارگزاری'' کو دوسرے مطلب میں استعمال کر کے مذاق میں ٹال دیا اور ہنسنے لگے تو میں بھی بہت ہنسی...... صوم وصلوٰۃ کے بھی بہت پابند تھے، ہر ہفتے سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے لیکن اپنے لیے افطاری میں زیادہ اہتمام کو پسند نہ کرتے تھے۔ کھجور اور کھجور کا ملک شیک بہت پسند تھا۔ افطاری میں بھی یہی پسند فرماتے تھے۔ ہمارا گمان ہے کہ جس دن وہ شہید ہوئے ہیں اس دن بھی سوموار تھا۔ ممکن ہے اس دن بھی اپنی عادت کے مطابق وہ روزے سے ہوں اور اس دنیا کی عارضی نعمتوں کا اہتمام نہ کرنے والا یقیناً جنت کی دائمی نعمتوں سے لطف اندوز ہوا ہوگا۔

انسان یادوں کی پٹاری کھول بیٹھے تو پھر اسے بند کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ طلحہ بھیا کو ہر ایک رشتے سے پیار تھا۔ امی کے لئے تو وہ بیٹے بھی تھے اور دوست بھی۔ لیکن جتنا پیار ان کو نانی اماں سے تھا اتنا پیار ان کو کسی سے بھی نہیں تھا۔ ایک مرتبہ میں بہت بیمار تھی، کہنے لگے: لگتا ہے اس بار مرنے کے ارادے ہیں۔ میں نے کہا: میں مر جاؤں تو آپ کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کہنے لگے: نہیں مرنا تو ہے تو روک کر کیا کرنا؟ ہاں! اگر نانی اماں کو کچھ ہو جائے تو میں یہ نہیں برداشت کر پاؤں گا نانی اماں کے جانے کو بالکل برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ باقی سب کے جانے کو کر لوں گا۔ ہمارے نانا جان کے انتقال پر بھائی جان بہاولپور میں موجود نہیں تھے۔ بعد میں جب واپس شہر آئے تو کہنے لگے: اچھا ہوا کہ میں یہاں پر موجود نہیں تھا اور نہ مجھ سے ان کو دیکھا بھی نہ جاتا اور میں

برداشت نہ کرسکتا۔ وہی طلحہ بھیا جو نانی اماں سے اتنا پیار کرتے تھے، ان کے ساتھ عمرے پر گئے تو ان سے پہلی دعاء شہادت کی کروائی۔ اور اللہ کی نیک بندی ایسی کہ اللہ پاک نے بھی دعاء قبول کی اور شہادت کا وہ دیوانہ اپنی نانی اماں کو چھوڑ کر جنت کی سیر کو روانہ ہو گیا۔

یادیں تو بہت ہیں لیکن سپرد قلم کرنے میں دشواری ہے۔ طلحہ بھیا کو گئے ہوئے اگرچہ ابھی چند مہینے ہی ہوئے ہیں، لیکن کبھی لگتا ہے کہ صدیاں بیت گئیں اور کبھی لگتا ہے کہ گھر کی بیل پر ہاتھ رکھیں گے اور جب تک ہم دروازہ نہیں کھولیں گے وہ ہاتھ نہیں اُٹھائیں گے، کبھی لگتا ہے وہ پردہ پردہ کی آواز لگاتے ہوئے ابھی گھر میں داخل ہوں گے، کبھی لگتا ہے کہ بغیر بتائے چپکے سے آجائیں گے، کیونکہ اکثر ان کی عادت تھی کہ گھر اچانک سے آتے تھے تو ہمارا خوشی سے کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا تھا، کبھی یوں لگتا ہے کہ وہ ہمارے آس پاس ہیں اور روز آتے ہیں۔

اگرچہ ہم اپنے پیارے اور ہر دل عزیز بھائی کے جانے سے افسردہ ہیں جو کہ ایک فطری چیز ہے، لیکن ساتھ ساتھ خوش بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھر سے خریداری فرمائی ہے۔

”اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ“ (التوبۃ)

دنیا کے جس بازار سے کسی ملک کا صدر اور وزیرِ اعظم خریداری کرے وہ بازار مشہور ہو جاتا ہے کہ یہ بہت بڑا بازار ہے، یہاں سے فلاں فلاں خریداری کرتا ہے تو وہ گھر جہاں سے رب کائنات خود خریداری کرے وہ گھر کیسا ہوگا؟ ہم اپنے بھیا جانی کی شہادت پر افسردہ نہیں بلکہ ان کی جدائی پر افسردہ ہیں۔ ہم ان کی شہادت پر فخر کرتے ہیں اور کافروں کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ تم نے طلحہ بھیا کو شہید کر کے کامیابی حاصل نہیں کی بلکہ طلحہ بھیا نے شہادت پا کر کامیابی حاصل کی ہے۔

تم کتنے طلحہ مارو گے
ہر گھر سے طلحہ نکلے گا

(ان شاء اللہ)

جب حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو انہوں نے متمم بن نویرہ کے وہ اشعار پڑھے جو اس نے اپنے بھائی ''مالک'' کی وفات پر کہے تھے، وہ اشعار یہ ہیں۔

و کنا کندمانی جزیمة حقبة

من الدهر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کأنی و مالکا

لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

ترجمہ: اور ہم دونوں (بھائی) طویل زمانے تک جزیمہ کے دوساتھیوں کی طرح (اس طرح) اکٹھے رہے کہ کہا جانے لگا: یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے۔

لیکن پھر جب ہم جدا ہوئے تو (ایسے جدا ہوئے کہ) گویا میں اور مالک اتنے طویل اجتماع کے باوجود ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے۔

میں بھی اسی شعر پر اپنی بات ختم کرتی ہوں۔

خوش نصیب

قاری نوید مسعود ہاشمی صاحب

ذرا گلشن ''جیش'' کے حسین ترین شہید پھولوں کی زندگیوں پر تو ایک نظر ڈالو...... تمہیں وہاں عشق الٰہی ......اور شوق شہادت کے ایسے مناظر آئیں گے کہ جنہیں دیکھ کر اللہ کی وحدانیت پر یقین اور اعتماد مزید بڑھ جائے گا۔

یہ عشق حقیقی نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ ایک ''دیوانہ'' اپنی جوانی کے عروج پر اپنی جان اپنے اللہ کے راستے میں......قربان کر دے؟

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاشق کا کام ہمیشہ عشق کی آگ میں سلگتے رہنا ہے......اور عاشق ہر وقت محبوب حقیقی کے فراق میں......اپنے جگر کا خون پیتے رہتے ہیں......اور طلب دیدار الٰہی میں مارے مارے پھرتے ہیں......لاکھوں لوگ ایسے ہوتے ہیں جو عاشق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں......مگر خوش نصیب چند ہی ہوتے ہیں، جنہیں صحیح معنوں میں عشق حقیقی نصیب ہوتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ......سچا عاشق وہ ہوتا ہے جب وہ عشق کی آگ میں بھڑکتا ہے تو پھر اس سے منہ نہیں موڑتا، خواہ سینکڑوں تلواروں سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاشق کو اپنا دل پہاڑ کی مانند مضبوط رکھ کر عشق کی راہ میں چلنا پڑتا ہے۔

عشق دی بھاہ ہڈاں دا بالن عاشق بہہ سیکندے ھو

گھت کے جان جگر وچ آرہ دیکھ کباب تلیندّے ھو

سر گردان پھرن ہر ویلے خون جگر دا پیندے ھو

ہوئے ہزاروں عاشق باھو پر عشق نصیب کہیندے ھو

طلحہ ابن رشید بھی عاشق صادق نکلا...... ایسا سچا عاشق کہ جس کے خون میں ڈوبے ہوئے...... زخموں سے چور چور وجود کو دیکھ کر...... ''حوریں'' بھی مچل اٹھی ہوں گی۔

ہاں! وہ گلشن جیش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسین پھول تھا...... مجھے اپنے دوست رشید کامران کی قسمت پر رشک آ رہا ہے...... جو طبیعت کا نہایت سادہ اور عاجز...... مگر مرتبے میں سب سے سر بلند نکلا۔ ایسے لگتا ہے کہ جیسے ''طلحہ'' کو اس کی والدہ اور والدنے پال پوس کر جوان کیا ہی اس لئے تھا...... تاکہ بوقت ضرورت عشق حقیقی کے اس شہسوار کو اللہ کے راستے میں قربان کر دیا جائے۔ طلحہ مجھ سے جب بھی ملا...... عاجزی وانکساری کا خوگر بن کر ملا...... وہ عاجزی وانکساری میں اپنے بابا رشید کامران اور دادا جان پر گیا تھا...... مگر اس نے دل اپنے سر بلند ماموں والا پایا تھا...... واہ طلحہ واہ! تو نے عشق حقیقی میں ایسی اونچی اڑان بھری...... کہ سب دیکھتے ہی دیکھتے رہ گئے...... آنسو پلکوں پر آنا چاہتے ہیں مگر میں زبردستی روکنے کی کوشش کر رہا ہوں، میں شہادت کی دنیا کے اس عظیم شہسوار کو سلام عقیدت پیش کرنا چاہتا ہوں...... مگر آنسو بہا کر نہیں...... بلکہ اپنے عظیم ''الشیخ'' کے عزم کو دوہرا کر کہ ''عنقریب دوست اور دشمن سب تسلیم کریں گے کہ واقعی طلحہ بڑا کام کر گیا۔''

پلوامہ میں مولانا طلحہ بن رشید کے ساتھ کمانڈر محمد اور مجاہد وسیم احمد بھی...... شہادت کا جام نوش کر گئے...... مقبوضہ کشمیر کے مسلمان بھارتی فوج کے بدترین ظلم وستم کا شکار بنے ہوئے ہیں...... سوا کروڑ سے زائد مظلوم مسلمانوں کو دہشتگرد ہندو فوج کے مظالم سے...... نجات دلانے کیلئے جہادی میدانوں میں نکلنے والے...... نوجوان دراصل اللہ کے وہ خاص بندے اور عاشق صادق ہیں کہ...... جن پر انسان ہی نہیں بلکہ سمندروں کی مچھلیاں، آسمانوں کے فرشتے اور جنت کی حوریں بھی فخر کرتی ہیں۔

مسجد میں بیٹھ کر تسبیح کے دانوں پر اللہ، اللہ کی ضربیں لگانا، اور برف پوش گھاٹیوں میں اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر...... اسلام دشمن ہندو دہشتگرد فوج کے مقابلے میں ڈٹ جانا دونوں میں بڑا فرق ہے۔ میں عافیت کدوں میں بیٹھ کر اللہ، اللہ کی ضربیں لگانے والے کو بھی ''عاشق'' مان لیتا ہوں...... لیکن اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے اسلام دشمنوں کی گولیوں کا نشانہ بن کر...... اپنے خون میں غسل کرنے والوں کے ''عشق'' کو کوئی کیسے پہنچ سکتا ہے؟ طلحہ بن رشید رحمۃ اللہ علیہ، بھائی محمد رحمۃ اللہ علیہ اور بھائی وسیم رحمۃ اللہ علیہ کا عشق تو ایسا سچا تھا کہ خود خدا کو بھی ان کے ''عشق'' پہ ''پیار'' آ گیا ہو گا۔ کچھ بونے قسم کے کم ظرف...... بکتے ہیں کہ ''جہاد'' کا دور ختم ہو گیا...... ان کم ظرفوں کو کوئی بتائے کہ ''جہاد'' کسی کار، کوٹھی، بس، ٹرک، یا جہاز کا نام نہیں کہ جو ختم ہو جائے گا...... ''جہاد'' اللہ کی عبادت کا نام ہے...... جب تک عاشق دیوانے زندہ ہیں...... تب تلک ''جہاد'' کی عبادت کا فریضہ ادا ہوتا رہے گا، تم کیا جانو جہاد کا مزہ اور شہادت کی لذت کو؟

یہ شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

آخر میں پھر سلطان العارفین حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ یاد آئے...... جو فرماتے ہیں کہ:

''اللہ عزوجل وحدہٗ لاشریک ہے...... اور ہر جانب موجود ہے، اس کی موجودگی کو...... ظاہری آنکھ محسوس نہیں کر سکتی...... بلکہ اس کیلئے باطنی آنکھ کا ہونا ضروری ہے...... جس سالک کے اندر...... عشق حقیقی کی شمع روشن ہو جائے...... تو وہ سالک عشق حقیقی کی کیفیات میں...... سرشار ہو کر دنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ پھر اس کا وجود فنا فی اللہ ہو جاتا ہے...... سالک مشاہدہ حق میں اس قدر محو ہوتا ہے کہ...... اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے۔''

سبحان اللہ...... حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ نے عشق حقیقی کی جو تشریح بیان فرمائی ہے...... اس پر...... لیلائے شہادت سے ہم آغوش ہونے والا...... ہر عاشق صادق...... پورا اترتا دکھائی دیتا ہے، ''فنا

فی اللہ'' کی انتہا تو یہ ہے کہ......''مجاہد'' پہلے اپنی خواہشات کو ذبح کرے......اور پھر راہ خدا میں......اپنے جسم کے ٹکڑے کروا کر......بھی جہاد کے پرچم کو سر بلند رکھے۔

مجاہدین کو گاڑیوں اور کوٹھیوں کے طعنے دینے والے ظالمو! سچا اور مخلص جہادی تو......اللہ کا سچا عاشق ہوتا ہے، حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا عشق الٰہی میں ڈوب کر فرمایا کرتی تھیں:

''اے مولا! میں تجھ سے دوہری محبت کرتی ہوں......ایک تو یہ کہ تو میرا محبوب ہے......دوسری یہ کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ سے محبت کی جائے......پہلی محبت نے تو مجھے تیرے سوا سب سے بے خبر کر دیا ہے، اور دوسری محبت کا تقاضا یہ ہے کہ حجاب سرک جائیں اور چشمِ شوق لذتِ ''دید'' حاصل کر لے۔''

ذرا گلشن ''جیش'' کے حسین ترین شہید پھولوں کی زندگیوں پر تو ایک نظر ڈالو......تمہیں وہاں عشق الٰہی......اور شوق شہادت کے ایسے مناظر نظر آئیں گے کہ جنہیں دیکھ کر اللہ کی وحدانیت پر یقین اور اعتماد مزید بڑھ جائے گا۔

اوراب طلحہ شہید

مولانا مدثر جمال تونسوی صاحب

> اس سال بھی میرے لیے یہ مشکل کتاب پڑھانا اگر آسان ہوا تو وہ طلحہ کے سبب ہی تھا کہ پوری کلاس میں اس کی بیدار مغزی اور سمجھداری کی وجہ سے مجھے اس کتاب کی بھرپور تیاری کرنا پڑتی اور جب اپنا پڑھایا ہوا سبق طلحہ کو سمجھتے ہوئے اور اس پر سوالات کرتے ہوئے دیکھتا تو دل خوش ہو جاتا کہ الحمدللہ محنت ٹھکانے لگ رہی ہے۔

کچھ عرصہ پہلے ایک دوست مولانا مامون اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک وفات پر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میرا بڑا بھائی مجھ سے جدا ہو گیا ہے اور اب مولانا طلحہ رشید کی شہادت پر دل ایسا محسوس کر رہا ہے کہ میرا چھوٹا بھائی جدا ہو گیا ہے۔

ہاں! وہ بس عمر میں ہی چھوٹا تھا مگر کردار میں بہت اونچا تھا اور اب جوانی کی اُٹھان اور عنفوان شباب میں اس شان کے ساتھ اس نے جام شہادت نوش کیا ہے کہ حور و ملائک بھی عش عش کر اُٹھے ہوں گے، وہ جس محاذ پر پہنچے وہاں اگرچہ بہت ہی مختصر سا وقت گزار پائے مگر شہید تو زندہ ہوتے ہیں اور وہ اس شان سے یہ زندگی پا گیا ہے کہ اب بزبان حال یہ کہا جا سکتا ہے۔

وقارِ انجمن ہم سے، فروغِ انجمن ہم ہیں
سکوتِ شب سے پوچھو، صبح کی پہلی کرن ہم ہیں

ہمیں سے گلستاں کی بجلیوں کو خاص نسبت ہے
بہاریں جانتی ہیں، رونقِ چمن ہم ہیں
قریب و دور کی باتیں، نظر کا وہم ہیں پیارے
یقینِ رہنما ہم سے، فنونِ راہزن ہم ہیں
طلوعِ آفتابِ نو ہمارے نام پر ہوگا
وہ جن کی خاک کے ذرّے ہیں، خورشیدِ وطن ہم ہیں
بہر صورت ہماری ذات سے ہیں سلسلے سارے
جنوں کی سادگی ہم ہیں، خرد کا بانکپن ہم ہیں

میری سعادت ہے کہ طلحہ کی ابتدائی تعلیمی وخطیبانہ اُٹھان میں کچھ نہ کچھ میرا حصہ شامل رہا۔ میں جس وقت دورہ حدیث سے فراغت کے بعد القلم کی تشکیل میں آیا، تو ابتدائی تین سال راولپنڈی دفتر میں رہا۔ اسی دوران اپنے بزرگ محسن مولانا طلحہ السیف صاحب کے کہنے پر دو ایک تقریریں لکھ کر دیں جو بعض طلبہ کو المرابطون کے تقریری مقابلے میں حصہ لینے کے لیے درکار تھیں۔ بندہ نے اپنے تئیں جو بن پڑا لکھ دیا اور پھر جب نتائج سامنے آئے تو پتہ چلا کہ ان میں ایک طلحہ رشید بھی تھا اور اس میں یقیناً کمال طلحہ کے اپنے خطیبانہ انداز کا تھا، میری لکھی تقریر تو بس ایک بہانہ تھی۔

پھر جب حالات میں تبدیلی کی وجہ سے روالپنڈی سے تشکیل تبدیل ہو کر بہاولپور مرکز شریف میں پہنچ گیا تو القلم کے ساتھ جامعۃ الصابر میں ایک سبق بھی سپرد کر دیا گیا۔ اس دوران طلحہ کا خامسہ والا سال تھا، مولانا مامون اقبال صاحب کے پاس ان کا مختصر المعانی کا سبق تھا۔ سال کے آخر میں بعض وجوہات کی وجہ سے کتاب کا کافی حصہ باقی رہتا تھا، مولانا کے کہنے پر وہ حصہ میں نے اپنے ذمہ لے لیا اور تقریباً دو ہفتوں کے اندر اندر اسے مکمل کرا دیا اور میرے لیے حیرانی کی بات

یہ تھی کہ کتاب کے دو دو چار صفحات کا سبق بھی طلحہ پوری طرح نہ صرف یہ کہ سمجھ لیتا تھا بلکہ بسا اوقات کوئی ایسا سوال بھی کر دیتا تھا جو کم از کم اس وقت میری توقع سے بالکل زائد ہوتا تھا۔

یہ تو ایک عارضی تعلق تھا، پھر اگلے سال ان کا درجہ سادسہ تھا اور اتفاق سے میرے پاس درجہ سادسہ کی مشکل ترین کتاب ''توضیح مع التلویح'' تھی۔ اس سال بھی میرے لیے یہ مشکل کتاب پڑھانا اگر آسان ہوا تو وہ طلحہ کے سبب ہی تھا کہ پوری کلاس میں اس کی بیدار مغزی اور سمجھداری کی وجہ سے مجھے اس کتاب کی بھرپور تیاری کرنا پڑتی اور جب اپنا پڑھایا ہوا سبق طلحہ کو سمجھتے ہوئے اور اس پر سوالات کرتے ہوئے دیکھتا تو دل خوش ہو جاتا کہ الحمدللہ محنت ٹھکانے لگ رہی ہے۔

پھر مشکوٰۃ کے سال وہ زیادہ تر جہادی میدانوں میں رہا۔ سال کے آخر میں فقط امتحان میں شرکت کے لیے واپس آیا تو مجھ سے بھی ملا اور کہنے لگا: استاذ جی! آپ اگر بیضاوی شریف کا کچھ حصہ پڑھا دیں تو امید ہے کہ امتحانات میں اچھے انداز سے کامیاب ہو جاؤں گا۔ مجھے بھی اس کی استعداد پر بھروسا تھا، چنانچہ شاید فقط دو اڑھائی ہفتوں کے اندر اندر اسے تفسیر کی مشکل ترین کتاب بیضاوی شریف کے وفاقی نصاب کا کافی حصہ پڑھا دیا اور اس نے بالکل اس طرح سمجھ کر پڑھا جیسے دیگر طالب علم سال بھر کی محنت کے بعد جا کر سمجھتے ہیں اور پھر جب امتحانات کے نتائج آئے تو الحمدللہ کہ طلحہ سب ساتھیوں میں ممتاز پوزیشن سے کامیاب تھا۔

پھر طلحہ کے دورہ حدیث کے سال میرے پاس ترمذی شریف جلد اول کا سبق تھا اور تقریباً یہ پورا سال بھرپور رفاقت میں گزرا۔ سال بھر میں اکثر و بیشتر جن طلبہ نے احادیث مبارکہ کی قراءت کی، ان میں طلحہ نمایاں تھا اور اس کا عبارت پڑھنے کا انداز اور رفتار ایسی تھی کہ بلاشبہ دل خوش ہوتا تھا اور اسی سبب سے سبق پڑھانے میں بھی بڑا لطف آتا تھا۔

ترمذی شریف جلد اوّل پڑھنے اور پڑھانے والے اہل علم جانتے ہیں کہ اس میں زیادہ تر فقہی اختلافی مباحث چلتی ہیں اور ہمارے سبق میں بھی ظاہر ہے کہ کتاب کی مناسبت سے ایسا ہی ہوتا تھا۔ طلحہ بھی علم اور استاذ سے پوری طرح مخلص ہونے کی وجہ سے کبھی بے اعتنائی کا اظہار نہیں کرتا تھا مگر مجھے اس کے چہرے میں چھپے وہ تاثرات ضرور محسوس ہوتے تھے کہ وہ ان مباحث کو بس احترام کی وجہ سے سن رہا ہے ورنہ اس کے دل میں جو عظیم مقصد پیوست ہوگیا تھا وہ ان لفظی مباحث سے بہت اونچا تھا اور جس دل میں وہ مقصد پیوست ہو جائے پھر اس کی نظر میں یہ سب کچھ احترام کے باوجود اُوجھل ہو جاتا ہے اور ایسے لوگ زندگی کا راز پانے کے لیے آسائش کے متلاشی نہیں ہوتے بلکہ جہاں طوفان پلتے ہوں وہاں جا کر اپنی زندگی تلاش کرتے ہیں۔ بقول ساغر ؎

صرف طوفاں میں یہی بچنے کی اِک تدبیر ہے
جس طرف موجیں اُمڈتی ہوں ، اُدھر ہو جایئے

چنانچہ طلحہ نے بھی اس زندگی کے فتنوں کے طوفان سے بچنے کے لیے جہاد کشمیر کے میدان کا رُخ کیا اور پھر کچھ دیر ہی نہیں کی، بس پلک جھپکنے میں طوفان کی موجوں سے ٹکرایا اور ان لوگوں میں شامل ہو گیا جن کے بارے میں رب کریم کا ارشاد ہے:

’’اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا، وہ انہیں سیدھی راہ دے گا، ان کی حالت سُدھار دے گا اور انہیں اُس جنت میں داخل کر دے گا جس کی انہیں اس نے پہچان کرادی تھی‘‘ (سورۃ محمد)

شہادت کا شوق اور رب کریم کے عکسِ جمال کا جو عاشق بنتا ہے تو پھر اس دنیا سے یقیناً اس کا دل اچاٹ ہو جاتا ہے اور ایسے پھول اپنے لہو کی سرخی میں نہا کر اپنے رب کے پاس پہنچتے ہیں۔ بقول کسے ؎

عطا جسے تیرا عکسِ جمال ہوتا ہے
وہ پھول سارے گلستاں کا لال ہوتا ہے

دنیا دوسروں کے ہونٹوں کی سرخی پر فدا ہوتی ہے اور رب کے جانباز اپنے خون کی سرخی پر عاشق ہوتے ہیں اور جب تک اس میں نہا نہ لیں بے چین رہتے ہیں۔ پھر یہ خون رب کو اتنا محبوب ہوتا ہے کہ قیامت کے دن ایسے جانبازوں کو اپنے خون کی سرخی سمیت دنیا کے سامنے حاضر کریں گے، جو دیکھنے میں تو خون ہوگا مگر مشک جیسی خوشبو بکھیرتا ہوا تمام انسانوں کو اپنی جانب متوجہ کر رہا ہوگا اور یہ وہ وقت ہوگا کہ جب باقی لوگ رو رہے ہوں گے، مگر یہ مسکراتے ہوئے رب کی جنتوں کی طرف رواں دواں ہوں گے۔

رب کعبہ کی قسم! شہادت سے لذیذ چیز کیا ہوگی؟ کہ خود آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار قتل ہونے کی تمنا کر رہے ہیں۔ خود ہی سوچو کہ اس قتل ہونے میں وہ کیا لذت ہوگی کہ جو جنت میں بھی نہیں ہوگی اور اسی لیے شہید کہے گا اے ہمارے رب! دوبارہ دنیا میں بھیج تا کہ تیری راہ میں قتل ہوں، کیونکہ اس قتل ہونے کے وقت تو نے جو لذت اور اکرام دیا تھا وہ تو بس وہی تھا، وہ تو جنت میں بھی محسوس نہیں ہوتا۔

اے اللہ! ہمارے شہداء مولانا طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دوسرے دو رفقاء کی شہادت قبول فرما اور ہمیں ان کی شہیدانہ زندگی کا فیض نصیب فرما۔ آمین

لکھنا کہاں سے شروع کیا تھا اور لکھ کیا رہا ہوں، کچھ پتہ نہیں، ذہن میں کئی باتوں کی گونج ہے اور جو بات بڑھ بڑھ کر قلم کے نیچے اپنی جگہ بنا رہی ہے وہ لکھا گیا اور جو بات کسی وجہ سے پیچھے رہ گئی، وہ لکھنے سے رہ گئی۔ شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی یادیں ہوں اور شہداء بھی ایسے کہ جن کا بچپن اور ابھرتی جوانی کے ایام اور تعلیمی ماحول اپنی آنکھوں کے سامنے کا ہو تو لکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور دل کی کیفیت یہ ہوتی ہے۔

نظر نظر بے قرار سی ہے، نَفَس نَفَس پُراَسرار سا ہے
میں جانتا ہوں کہ تم نہ آؤ گے، پھر بھی کچھ اِنتظار سا ہے
کبھی تو آؤ، کبھی تو بیٹھو، کبھی تو دیکھو، کبھی تو پوچھو
تمہاری بستی میں ہم فقیروں کا حال کیوں سوگوار سا ہے

۞......۞......۞

دِیوانہ مُجاہد

محترمہ سعدیہ جہادی صاحبہ

اسلام کے سارے مجاہد اور شہداء قابل رشک ہیں۔ لیکن طلحہ کا جذبہ بلاشبہ اپنے پرائے سب کو حیران کر گیا۔ آج اس کے تذکرے سن سن کر دل روتا ہے کہ ہمارا طلحہ اتنا عظیم تھا۔ وہ جو ہر کسی سے شہادت کی دعائیں کرواتا تھا، کاش! ہم نے بھی اس سے کوئی دعا کروائی ہوتی۔

بہت عرصہ پہلے ماہنامہ ’’بناتِ عائشہؓ‘‘ میں ’’دیوانہ مجاہد‘‘ کے عنوان سے ایک تحریر شائع ہوئی۔ اللہ بہتر جانتا ہے وہ کہانی تھی یا حقیقت۔ مگر تحریر کے اہم کردار ’’مجاہد ابراہیم‘‘ پر یہ نام بہت صادق آتا تھا۔ مجھے وہ تحریر اور عنوان بہت پسند آیا۔

آج کل ہماری یادوں اور خیالوں پر بھی ایک ’’دیوانہ مجاہد‘‘ چھایا ہوا ہے، مگر اس کی دیوانگی کوئی کہانی یا افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ وہ سچ مچ کا دیوانہ تھا...... جہاد کا دیوانہ، لیلائے شہادت کا دیوانہ...... اللہ کی محبت اور دیدار کا دیوانہ...... کشمیر کا دیوانہ...... اس لیے وہ سبقت لے گیا...... جس مقام اور جس منزل کو پانے کی جستجو میں لوگوں کی عمریں بیت جاتی ہیں، وہ اسے پلک جھپکے ہی پا گیا۔

دیوانہ گزر گیا ہر منزل شوق سے
حیرت سے زمانہ اسے تکتا ہی رہ گیا

تقریباً سات سال قبل بہاولپور میں ہونے والی خواتین کی محفل میں سیرت فاطمہ نے ایک نظم پڑھی، اس وقت سیرت چھوٹی تھی۔ اس نے اپنے شہید بابا رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام بہت ہی پرسوز انداز میں بیان کیا۔ ہم لوگ بہن اُم اسامہ کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔ شام کے وقت میں نے دیکھا ملگجے اندھیرے میں کوئی بچہ صحن میں چکر کاٹ رہا ہے اور اس کے موبائل فون پر وہی نظم چل رہی ہے۔

وہ دیکھو غازی بابا خون میں نہا رہا ہے
وہ دیکھو میرا بابا جنت میں جا رہا ہے
حوریں کہہ رہی ہیں دیدار تو کراؤ
اے جیش کے جوانو! آؤ قدم بڑھاؤ
اللہ کا نام لے کر دنیا میں چھا جاؤ

معلوم ہوا وہ طلحہ رشید ہے۔ اس کی بے چینی سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ سخت کرب کا شکار ہے۔ بعد میں باجی اُم طلحہ رشید سے معلوم ہوا کہ طلحہ گھر جا کر بہت رویا تھا۔ اور اپنی امی سے کشمیر جانے کی ضد کرنے لگا۔ امی جان! دیکھو سیرت ہم سے کیا کہہ رہی ہے۔ امی میں نے کشمیر جانا ہے۔ وہ کسی بچے کی طرح ضد کر رہا تھا، اس وقت وہ کوئی زیادہ بڑا بھی نہیں تھا۔ تیرہ چودہ سال کا بچہ ہی تھا۔ مگر کس کو معلوم تھا کہ طلحہ کے بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ یہ جذبہ بھی اس قدر بڑھ جائے گا کہ آخر کار اسے جنت کی بلندیوں تک لے جائے گا۔

اسلام کے سارے مجاہد اور شہداء قابل رشک ہیں۔ لیکن طلحہ کا جذبہ بلاشبہ اپنے پرائے سب کو حیران کر گیا۔ آج اس کے تذکرے سن سن کر دل روتا ہے کہ ہمارا طلحہ اتنا عظیم تھا۔ وہ جو ہر کسی سے شہادت کی دعائیں کرواتا تھا، کاش! ہم نے بھی اس سے کوئی دعا کروائی ہوتی۔

گزشتہ سال ہم جب بہاولپور میں تھے ایک دن طلحہ، مصعب اور محمد کو اپنے ساتھ لے گیا اور ''چیزی'' دینے کے بعد مصعب سے شہادت کی دعاء کروائی۔ مصعب سے جو بھی دعا کا کہتا ہے وہ

بہت اہتمام اور شوق سے دعا کرتا ہے۔ یہ بات شاید طلحہ کو معلوم تھی۔ اسی لیے چھوٹے چھوٹے ہاتھ بھی دعاء کے لئے اُٹھوائے۔

واہ پیارے طلحہ! عشق ہو تو ایسا، محبت ہو تو ایسی ۔

مختصر سی زندگی میں کس قدر بے تاب تھا
منتظر تھی منزلِ مقصود خود تیرے لیے

اسے جہاد سے محبت تھی اور کشمیر سے بھی...... جب کشمیر کے رِستے زخم ''شہباز جرنیل'' کی صورت میں لوگوں کے سامنے آئے تو طلحہ کا حساس دل مزید تڑپ اٹھا وہ ہر وقت اس کتاب کو پڑھتا رہتا اور اپنی ''خالہ'' کو سلام بھیجتا رہتا تھا۔ باجی کہتی تھیں آپ کا بھانجا آپ کی کتاب پر عاشق ہے۔ اس نے کشمیر کے درد کو سمجھا اور پھر اسے دل میں اُتار لیا۔ کاش! طلحہ جیسا درد امت کے ہر جوان کو نصیب ہو۔

آج ترقی یافتہ دور میں تو معمولی سا عذر بھی جہاد سے بھاگنے کا ''سرٹیفکیٹ'' بن جاتا ہے۔ مگر طلحہ نے اپنے راستے میں آنے والی ہر چٹان کو اپنے بلند عزائم کے آگے جھکنے پر مجبور کر دیا۔ وادیٔ نیلم کے بلند و بالا کوہسار اس کے مجاہدہ اور سخت مشقت کے گواہ ہیں۔ اسے سب نے مشورہ دیا اور بار بار دیا کہ تم بھاری جسامت کی وجہ سے بارڈر کراس نہیں کر سکتے اور پھر کشمیر کا سخت ترین محاذ، دشوار گزار راستے بظاہر یہ سب واقعی ناممکن سا لگ رہا تھا۔ لیکن طلحہ نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا اور اپنے بعد والوں کے لئے چیلنج بن گیا۔

وادیٔ کشمیر آتے جاتے وہ کبھی اپنی خالہ کے گھر کو رونق بخشتا۔ اسے کشمیری کھانے خصوصاً کشمیری چائے بہت پسند تھی۔ کشمیر جا کر میں خالہ کی امی سے ضرور ملوں گا۔ اور جاتے ہوئے بھی وہ باجی سے یہ کہہ کر گیا تھا۔ جب وہ خیر و عافیت سے اپنی منزل پر پہنچ گیا تو میں نے کشمیر والوں سے بات کی کہ میرا بھانجا آیا ہے اور وہ ماں جی سے ملاقات کی خواہش رکھتا ہے۔ بھائی نے کہا کہ

وہ جہاں بھی ہوگا میں اپنی گاڑی میں اسے جا کر لے آؤں گا، لیکن میں نے انہیں منع کیا۔ کیونکہ مجھے طلحہ کی اہمیت اور حالات کا اندازہ تھا، کہیں ہمارے طلحہ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس لیے ان سے کہا کہ مناسب وقت آنے پر آپ ماں جی کو لے جانے کی کوئی ترتیب بنا لینا۔ بھائی ہماری ترتیب کے منتظر تھے اور ہم طلحہ کے خیر و عافیت سے کشمیر پہنچنے پر شکر و ثناء میں مصروف تھے کہ اچانک وہ عظیم سانحہ پیش آ گیا اور ہمارا پیارا طلحہ قافلۂ شہداء میں شامل ہو گیا، وہ باوفا اپنی منزل پا گیا۔

ہماری پیاری باجی کو یہ عظیم سعادت مبارک ہو...... باجی جان! آپ پہلے بھی باسعادت تھیں...... اور اب شہید کی ماں بننے کا اعزاز آپ کو سب میں ممتاز کر گیا...... ہمارے رب کا فرمان بلاشبہ سچا ہے، ہمارا طلحہ مرا نہیں ہمیشہ کے لیے امر ہو گیا ہے۔ لیکن اب وہ کبھی نظر نہیں آئے گا۔

عمر بھر ڈھونڈتے رہنا ہے ہمیں تو اس کو
اس کے ملنے کا نہ کوئی بھی امکاں پھر بھی
جانتے ہیں کہ مجھے ضبط فغاں کرنا ہے
مانتے ہیں کہ نہیں کام یہ آساں پھر بھی

میری دعاء ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے دل پر اپنی طرف سے سکینہ نازل فرمائے اور ہماری عظیم ''امی جان''!

اللہ اللہ! کیسا عجیب دیوانہ تھا۔

''میری اجل نانی اماں سے پہلے آئے۔''

خود تو اماں سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ان سے پہلے چلے جانے کی دعائیں کرتا تھا۔ اور اماں کو آپ سے کتنا پیار ہے طلحہ آپ کو معلوم نہیں؟

بہر حال ہماری امی جان تو بہادروں اور غازیوں کی ماں ہیں وہ پہلے بھی صبر و استقامت کی کوہ گراں تھیں اور اب بھی ہیں ان شاء اللہ۔ یا اللہ رحم فرما، کرم فرما، اور غم زدہ دلوں کا مرہم فرما۔

بعض لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ شہداء کے ورثاء کی آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں۔ ایک مہربان نے مجھے کہا: آپ کو رونا زیب نہیں دیتا، جبکہ خود بلک بلک کر رو رہی تھیں۔ نہ جانے لوگوں نے صبر کا کیا مفہوم سمجھ رکھا ہے، چپ چاپ بت بن کر بیٹھے رہنا صبر ہے۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ اگر صبر کا یہ مفہوم اور مطلب ہوتا تو پیارے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صاحبزادے کی وفات پر آنسو نہ بہاتے۔ اگر شہیدوں پر آنسو بہانا صبر کے منافی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ہرگز آنسو نہ بہاتے۔

اس طرح کی باتیں کرنے والوں سے کہا جائے کہ آپ ہمیں صبر کا ''ایوارڈ'' مت دیں۔ ہمارا اجر اللہ کے پاس ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ ہم دل سے اس کی رضا پر راضی اور خوش ہیں۔ کوئی شکوہ کوئی شکایت اور افسوس نہیں۔ جدائی کا صدمہ تو ایک فطری بات ہے۔ جتنی محبوب چیز کی قربانی اتنی ہی زیادہ تڑپ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا ہی اجر ہے۔ اس لیے ہمیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں۔

ہم نے اپنے پیاروں پر آنسو بہائے ہیں، جب وہ یاد آتے ہیں تو پھر بھی روتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اپنے بیٹوں کو محاذوں کے راستے یاد کراتے ہیں۔ جیش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماؤں اور بہنوں کا یہ نظریہ ہے۔

سو شمع جلائیں گے اگر اک بجھے گی
فانوس وفا آج بھی مدہم تو نہیں ہے
طوفان بلا سر سے گزرتے ہی رہے ہیں
زخمی ہے مگر آج بھی سر خم تو نہیں ہے

سلام! اے شہیدانِ اسلام

صدائے المرابطون

سلام ہوان پر! جنہوں نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ سلام ہوا ے طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ......سلام! اے شہیدانِ اسلام......!!

حدیثِ پاک میں آتا ہے:

"اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لئے چھ اعزاز ہوتے ہیں۔

پہلے ہی لمحے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔

عذابِ قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

فزعِ اکبر (قیامت کی مصیبت) سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

اس کے سر پر عزت ووقار کا تاج رکھا جاتا ہے، جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سے بہتر ہے۔

گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی بہتّر حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔

اس کے ستر رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔"

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ایک خون تو وہ ہے جو ہسپتالوں اور لیبارٹریوں میں بہتا ہے۔ خون تو وہ بھی ہے جو بوتلوں میں اسٹاک اور فریزروں میں منجمد کیا جاتا۔ ہاں! دنیا تو اسے بھی خون ہی کہتی ہے جو ملوں، کارخانوں

میں اور تجارتی اداروں میں جلایا جاتا ہے۔لوگ تو اسے بھی خون ہی کہتے ہیں جو بے غیرت اور بے حس لوگوں کی رگوں میں دوڑتا ہے۔آپ بھی تو اس کو خون ہی سمجھتے ہیں جو بے ضمیر اور غداران ملک وملت کو زندہ رکھتا ہے۔ایک خون وہ بھی تو ہے جو ظالموں، غاصبوں اور جابر لوگوں کے زخموں سے نچڑتا ہے۔

مگر وہ خون جو زندہ دلی اور باضمیر ہونے کی علامت ہے، وہ خون جو قوموں کو زندگی بخشتا ہے، وہ خون جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک وعنبر سے زیادہ قیمتی ہے، جی ہاں! وہ خون جس کے بہنے کی تمنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی، وہ خون جس نے آج تک مسلمانوں کی حفاظت کی، وہ خون جس نے اسلامی تاریخ میں شجاعت و بہادری، جرأت وایثار کی ایسی مثالیں رقم کیں جو بے مثال ہیں، وہ خون جو انسان کو حس وحرارت بخشتا ہے، یہ خون ان سرفروشانِ وطن وملت مجاہدین کا ہے، جو اپنے خون سے قوموں کی آبیاری کرتے ہیں، اپنے تازہ لہو سے باطل کے فیصلوں کو بے وقعت بنا دیتے ہیں، اپنے جواں لہو سے قوم کے مستقبل کا تحفظ کرتے ہیں، اسلام کی عزت اور سربلندی اس خون سے ہے جو ماؤں بہنوں کی عزت وتحفظ کیلئے بہہ گیا۔

سلام ہو اس خون پر! جس نے اپنے آپ کو آج قربان کر کے ملت اسلامیہ کے کل کو محفوظ کر لیا۔

ایک جوانی وہ ہے جو پڑوسیوں کیلئے باعثِ اذیت اور دوسروں کیلئے قابل عبرت ہوتی ہے، ایک جوانی وہ ہے جو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے سامنے بیٹھ کر لایعنی گزر رہی ہے، جی ہاں! ہم تو جوانی اسے بھی کہتے ہیں جو دوسروں پر ظلم ڈھا سکے، محلے میں گریباں کھول کر نکلے تو اہل محلہ گھر میں گھبرا اٹھیں۔لوگ نوجوان اسے بھی سمجھتے ہیں جو لاکھوں کما لے، کروڑوں عیاشیوں میں اڑا دے، جوانی کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ جذبات میں آکر کچھ بھی کر بیٹھے، جوانی دیوانی کتنی عام بات ہے، مگر ایک گبھرو جوان وہ بھی ہے جس کی جوانی سنگلاخ وادیوں اور پہاڑوں پر گزر رہی ہے، جی ہاں! جوان تو وہ ہے جس نے اپنی ماں بہن کی حالت زار کا سنا تو اس کے سامنے دنیا حقیر ہو گئی، قرآن کی

بے حرمتی کی گئی تو اس کی جوانی نے اس کا گریبان پکڑلیا کہ میں کس کام کی؟ جوان تو وہ ہیں جنہوں نے اپنی بھرپور جوانی کی امنگیں اور جذبے راہِ خدا میں نثار کردیئے۔

سلام ہو ان جوانیوں پر! جنہوں نے اپنے آپ کو قربان کر کے اسلام کی حفاظت کرلی۔

ہم اپنے گھروں میں مست، اپنی ملازمتوں، تجارتوں میں مصروف، اپنے بیوی بچوں میں مشغول، بھول جاتے ہیں کہ کچھ لوگ ہیں جوان دیکھی آنکھوں سے ہماری حفاظت کررہے ہیں۔ ہمیں یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ ایسے غیور لوگ بھی ہیں جو دشمن کو اسی کی سرزمین پر روک رہے ہیں ورنہ نجانے دشمن کب سے ہمارے سروں پر پہنچ چکا ہوتا۔

شہداء کی فہرست پر ذرا ایک نظر ڈالیے کوئی صوبہ سندھ کا ہے تو کوئی پنجاب کا، کوئی سرحد سے آیا تو کوئی بلوچستان سے، انہیں کس چیز نے اپنے گھروں سے نکالا؟ راحت و آرام چھڑوا کر ہر طرح کے مصائب و آلام کیلئے آ پہنچے، سلام ہو ان خدا مست لوگوں پر! جنہوں نے خود بے نام ہو کر امت مسلمہ کی پیشانی سے بزدلی کا داغ دھودیا۔

غزوۂ بدر سے لیکر تبوک تک، عراق و مصر سے لیکر ایران و خراسان تک مسلمانوں کی تاریخ بتارہی ہے کہ تم غیر محفوظ ہو، تمہاری عزتوں، تمہاری اولادوں، تمہارے مالوں کی گارنٹی نہیں جب تک تمہارے بازو میں طاقت نہیں، تم میں خون بہانے والے لوگ موجود نہیں۔

سقوطِ بغداد سے لیکر سقوط ڈھاکہ تک بے شمار حادثات بتارہے ہیں کہ مسلمانو! اگر تم میں مجاہدین نہیں، جذبۂ جہاد نہیں، ایسے نوجوان نہیں جو اپنی جوانیاں اسلام کی عظمت پر فدا کر سکیں تو لٹنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تمہیں کوئی ہمدردی، رحمدلی یا عالمی ضمیر، عالمی برادری یا اقوام متحدہ نہیں بچاسکتی۔

سلام ہو ان وفاشعار اور باکمال جوانوں پر! جنہوں نے وقت کے تقاضوں کو سمجھا، رب کے قرآن کے احکام کو غور سے سنا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی بشارتوں کو سچ جانا،

اپنے اردگرد اسلام کی بے حرمتی اور مسلمانوں کی بے عزتی کو دیکھا، مگر پھر اس کا ایسا جواب دیا کہ دشمن کو لاجواب کر دیا۔

سلام ہو ان پر! جنہوں نے اپنے دلوں میں شہید مساجد کا غم سجائے رکھا، سلام ہو ان پر! جنہوں نے اپنے قید ہونے والے ساتھیوں کو فراموش نہیں کیا، سلام ہو ان پر! جن کی نیندیں دنیا بھر میں ہونے والی چیخ و پکار نے چھین لیں۔

سلام ہو ان پر! جن کے لئے رب کے پاس جنت تیار ہے۔ قوم نے انہیں کیا دیا اور قوم دے بھی کیا سکتی ہے۔ چند طعنے، کچھ پھبتیاں، بے شمار دلائل۔ مگر ان کے رب کا وعدہ سچا ہے۔ سلام ہو ان پر! جنہوں نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ سلام ہو اے طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ...... سلام! اے شہیدانِ اسلام......!!

پیارے طلحہ!
جنت کی پہلی صبح مبارک ہو!

زبیر طیب......لاہور

> آخری دن جب وہ روانہ ہو رہا تھا، تب میں نے کہا: طلحہ! ان شاء اللہ پھر ملاقات ہوگی، تو جھٹ سے گلے لگ کر زور سے بھینچا اور کہنے لگا ''میں واپسی نہیں چاہتا۔''

آہ طلحہ رشید کامران شہید رحمۃ اللہ علیہ!

کیا ہی سعید زندگی پائی اور کیا ہی خوبصورت شہادت نصیب ہوئی......اللہ تعالیٰ آپ کی شہادت کو قبول فرمائیں اور آپ کو اعلیٰ علیین میں مقام نصیب فرمائیں۔ آمین

جنت کی پہلی صبح

بلاشبہ اللہ رب العزت کا ہر وعدہ سچا ہے، ہر انعام پکا ہے اور ہر بات یقینی ہے۔ شہید کے لئے مغفرت اور جنت کا وعدہ ہے۔

ہمارے پیارے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جنت کی پہلی صبح کیسی ہوگی؟ وہ دنیا میں ہر روز اٹھتا تھا، لیکن ایک بے چینی کے ساتھ، ایک بے قراری لئے ہوئے۔ وہ دنیا میں ہر روز اپنے قیدی بھائیوں کے لئے تڑپتا تھا، اپنی ماؤں بہنوں کے لئے بے قرار رہتا تھا، عافیہ صدیقی کی رہائی کے لئے دعاؤں میں روتا تھا، بلکتا تھا۔ آہ! آخر اس کی بے چین روح کو کچھ تو راحت میسر آئی ہوگی۔

جب وہ اپنے محل کی اونچائی پر کھڑے ہو کر جنت کے خزانوں اور اس کی نہروں کو دیکھ رہا ہو گا، اس کے لئے آسمان اور زمین تبدیل ہو چکے ہوں گے، دودھ، شہد، شراب اور انتہائی سفید پانی کی نہریں بہتی ہوئی نظر آ رہی ہوں گی، سونے اور چاندی کے محلات، تا حد نگاہ موتیوں کی سرزمین، کستوری کے ٹیلے، ہر طرف عمدہ خوشبوئیں، گھنے درخت اور ان کی سونے کی ٹہنیاں، مختلف رنگ و اشکال کے پھل، اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں رہنا، بے شمار نعمتیں اور بہت کچھ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کہے گا کہ اے اللہ! جو لذت تیرے لئے جان قربان کرنے میں ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں۔ ہمارا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ تعالیٰ سے یہی التجا کر رہا ہو گا۔ ہماری مادی نظروں میں ان کے مادی جسم گولیوں سے لہولہان ہوتے ہیں، خاک و خون میں وہ لتھڑتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کی جنت میں جاتے ہیں تو ان کے مبارک اجسام وہاں علامتی طور پر خون میں لت پت ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اہل جنت کو منظر دکھاتے ہیں کہ میری راہ میں شہید ہونے والوں کو دیکھو، کس شان سے زخمی ہو کر آئے ہیں، خون میں لت پت ہو کر آئے ہیں۔ بے شک پیارے طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے رب کے وعدوں پر کامل یقین تھا۔

پیارے طلحہ جنت کی پہلی صبح مبارک...... بہت مبارک

میں واپسی نہیں چاہتا!!

آخری دن جب وہ روانہ ہو رہا تھا، تب میں نے کہا: طلحہ! ان شاء اللہ پھر ملاقات ہو گی، تو جھٹ سے گلے لگ کر زور سے بھینچا اور کہنے لگا ''میں واپسی نہیں چاہتا۔''

ایک واقعہ یاد آ گیا۔ غزوۂ موتہ کا واقعہ ہے کہ جب مسلمان اس لشکر کے امراء اور مجاہدین کو رخصت کرنے لگے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ لوگوں نے کہا: اے ابن رواحہ! کس چیز نے آپ کو رلایا ہے؟ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم! مجھے نہ

دنیا سے محبت ہے اور نہ تم سے شیفتگی، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے سنا ہے......

(ترجمہ) ''تم میں سے ہر شخص نے جہنم سے گزرنا ہے اور اللہ کے نزدیک یہ بات مقدر ہو چکی ہے۔''

میں نہیں جانتا کہ جہنم پر گزرنے کے بعد میرے لیے واپسی کیسے ہوگی (پس یہی چیز مجھے رلا رہی ہے)۔ مسلمانوں نے (لشکر کو رخصت کرتے ہوئے) کہا: اللہ تعالیٰ کا ساتھ آپ کو نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کو صحیح سالم واپس لائے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کچھ اشعار پڑھے (جن کا مفہوم یہ ہے)۔

''میں واپسی نہیں چاہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی راہ میں ایسے زخم کا سوال کرتا ہوں جو کہ جھاگ پھینکتا ہو یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیز ہو اور ایسے نیزے سے لگے جو میری آنتوں اور جگر سے پار ہو جائے یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر سے گزریں تو یہ کہا جائے کہ ماشاء اللہ کیا غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔'' (سیرت ابن ہشام)

بلاشبہ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جذبہ اور یہ ہمت اسے اتنا بلند مقام عطا کر گئی جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

عجیب خوبیاں

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی چند خوبیاں ایسی تھیں جن میں وہ اپنے ہم عصروں میں ہمیشہ ممتاز رہا۔

اس کی پہلی خوبی یہ تھی کہ وہ ''بہادر اور شجاع'' تھا۔ بہت بہادر۔ بزدلی اور کم ہمتی آج کل ہمارے نوجوانوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ لیکن نوجوان طلحہ ہر معاملے میں بے حد بہادر تھا۔ وہ تیراکی سے لے کر گھڑسواری تک دادِ شجاعت دیتا رہا، وہ توپوں اور گولیوں کی گھن گرج میں بھی

مسکراتا رہتا تھا۔ بہادری میں وہ بے مثال تھا۔ وہ دوڑتے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو جاتا تھا۔ بچپن سے ہی اسے کبھی کسی چیز سے ڈرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ تیراکی اس قدر شاندار کرتا تھا کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے تھے۔ ہم نے اکھٹے کئی بار تیراکی کی اور میں اس کی مہارت پر عش عش کر اٹھتا تھا۔ وہ تیز دریائی لہروں میں ٹھنڈے یخ پانی کی مخالف سمت کی طرف تیرتا اور کمال مہارت سے دوسرے کنارے تک پہنچ جاتا۔ نشانہ بازی میں وہ ماہر تھا۔ اس کی نظر کچھ کمزور تھی لیکن وہ نشانہ بازی میں خوب ممتاز رہا۔ اس کے ٹخنوں میں درد رہتا تھا مگر وہ دوڑ میں آگے نکل جاتا۔ بہادری کا یہ جذبہ اسے بہت اونچے مقام پر لے گیا۔

اس کی دوسری خوبی ''تڑپ'' تھی۔ جی ہاں! وہ ان نوجوانوں میں سے تھا جن کے چوبیس گھنٹے اس بات میں گزرتے تھے کہ دنیا میں مسلمانوں پر ظلم کیوں کیا جا رہا ہے؟ مائیں، بہنیں، بیٹیاں کیوں کفار کی قید میں ہیں؟ وہ امت کے لئے تڑپتا تھا۔ کہیں ذکر امت کی مظلومیت کا ہوتا اور وہ وہاں جانے کی خواہش کا اظہار کر دیتا، شام میں بمباری ہو یا کشمیر میں گولیوں کی بوچھاڑ ہو، فلسطین میں اسرائیلیوں کی درندگی ہو یا افغانستان میں امریکی جارحیت، وہ صبح شام ان کے لئے اپنے دل میں تڑپ رکھتا تھا۔ وہ اپنی زندگی ہتھیلی میں لیے پھرتا تھا کہ کوئی اسے لے لے اور اس کے بدلے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو رہائی مل جائے۔

اس کی تیسری خوبی ''دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی'' تھی۔ وہ ان نوجوانوں میں سے تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی حسن سے نوازا تھا۔ وہ خوبصورت اور وجیہ تھا، پڑھا لکھا اور مختلف علوم وفنون کا ماہر تھا۔ تقریر وتحریر کے جوہر سے لبریز تھا۔ عزت اور دولت سب کچھ اس کے پاس موجود تھا۔ لیکن اس نے اس دنیا کو کبھی نہ اپنایا، نہ اسے مہنگی گاڑیوں کا شوق تھا، نہ اسے قیمتی گھڑیوں اور موبائل کا۔ نہ اسے قیمتی لباس کا شوقین دیکھا اور نہ اسے سیر سپاٹوں کا دلدادہ دیکھا۔ دنیا نوجوان کو ورغلانے اور اسے ہتھیانے کے لئے نت نئے طریقے ایجاد کر چکی ہے لیکن

دنیا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو نہ بدل سکی۔ اسے تقریر کے فن میں پورے ملک میں شہرت ملی۔ لیکن وہ ہمیشہ اس بات سے ڈرتا رہا کہ میں جو اپنی تقریروں میں کہہ رہا ہوں اگر اس پر خود عمل نہ کر سکا تو یہ تقریریں میرے لئے کل وبال جاں بن جائیں گی۔ آج کے نوجوان فخر سے اپنے شوق بتاتے ہیں۔ اس کا شوق صرف ''شہادت'' تھا۔ وہ اس فانی دنیا کو کب کا چھوڑ چکا تھا۔ وہ اس کی چکاچوند سے بیزار تھا۔ دنیا نے ہم نوجوانوں کو بدل ڈالا لیکن دنیا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو نہ بدل سکی۔

اس کی چوتھی خوبی ''عاجزی اور وفا'' تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اوائل عمر میں ہی عبادت و ریاضت کا دلدادہ بنایا تھا۔ وہ اسلام و جہاد پر بے پناہ پختہ تھا۔ وہ نظریاتی طور پر جذبہ جہاد سے سرشار تھا، سجدوں میں روتا تھا، حرمین شریفین کے سفر کے دوران ایسی عجیب کیفیت اور سرشاری کا مظاہرہ کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ لیکن عاجزی کا یہ عالم تھا کہ جب بھی ملتا تو انتہائی لجاجت سے کہتا: ''مجھ گناہگار کے لئے دعاء کیا کرو۔'' جب کبھی کوئی جہاد کا مخالف اور بغیر داڑھی والا ملتا یا کوئی ایسا جو نماز روزے میں کوتاہی کرتا تو اسے شروع میں بے حد جوش و جذبے سے سمجھاتا، پھر نرمی اور محبت سے سمجھاتا اور آخر میں منت کرنے لگتا کہ دیکھو جہاد کی طرف آجاؤ، نہیں آتے تو کم از کم اسے برا مت کہو، داڑھی مت کٹواؤ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ پاؤں پر ہاتھ لگا کر اسے داڑھی رکھنے پر رضامند کرنے کی کوشش کرتا۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی خوبی ہے۔ اور وہ وفا والا تھا، کسی سے کوئی وعدہ کر لیتا تو حتی الامکان اسے نبھانے کی پوری کوشش کرتا تھا۔ وہ بے وفائی سے نفرت کرتا تھا۔ اپنوں اور غیروں سب میں وہ وفا کا پیکر تھا۔

مثالی زندگی

شہداء کرام بلاشبہ اللہ رب العزت کے ہاں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ ان کی دنیاوی زندگی میں عام انسانوں کے لئے بڑا سبق پوشیدہ ہوتا ہے۔ طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر زندگی میں کئی راز

پوشیدہ ہیں۔ وہ اپنے ہم عصروں کے لئے ایک مثال ہے۔ اس کی زندگی کا بغور جائزہ لیا جائے تو بلاشبہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا کامل ولی تھا۔ اس کی زندگی آنے والی نسلوں کے لئے ایک مشعل کی مانند رہے گی، جو گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشنی دکھائے گی۔

عموماً نوجوانی کی اس اسٹیج پر لاابالی پن اور بے فکری ہوتی ہے۔ لیکن طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ قطعاً ایسا نہیں تھا۔ اس عمر میں وہ عبادت و ریاضت کا انتہائی شوقین تھا۔ اسے حرمین شریفین کی زیارت تڑپاتی تھی۔ وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر روتا تھا۔ وہ شہادت کا طلبگار تھا۔ اسے جب کبھی مذاق میں ہم کہا کرتے کہ ہم تمہاری شہادت کی دعا مانگتے ہیں لیکن پچاسی برس کے جب بوڑھے ہو جاؤ گے تب شہادت ملے گی تو وہ ناراض ہو جاتا۔ ہم میں سے کتنے نوجوان ہیں جو شہادت کی ایسی تڑپ رکھتے ہیں؟ وہ ہمیں بتانا چاہتا تھا کہ دنیا سے دل لگانا کارعبث ہے، اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ اس کی عبادت، ریاضت، تڑپ، وفا، خدمت، محبت، جذبہ سب ہمارے لئے ایک مثالی نمونہ ہے۔

موت کا مقام

وہ جب سے شعوری زندگی میں داخل ہوا۔ مسلسل موت کے تعاقب میں رہا اور موت اس کے آگے آگے ہانپتی کانپتی بھاگتی رہی۔ کئی مواقع پر وہ یقینی موت کے منہ میں جا کر واپس آیا۔ ہم سب نے ایک دن مرنا ہے، لیکن ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جنہوں نے اپنی موت کا مقام خود چنا ہے؟ اسے کشمیر کی سرزمین سے عجیب لگاؤ تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ وہاں جائے اور اسلام کے مظلومین کی مدد کر سکے، اپنے خون سے اس سرزمین کو سیراب کر کے ہندو بنئے کے عزائم کو خاک میں ملا دے۔ وہ بہت اونچے ارادوں کا مالک تھا۔ بہت توانا اور مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ وہ ناممکن کو ممکن بنانا جانتا تھا۔ اسے کشمیر کی دھرتی سے بے پناہ عشق تھا۔ بالآخر کشمیر کی دھرتی نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا اور اسے وہیں کی مٹی نصیب ہوئی۔ ان شاء اللہ اس کا خون اور قربانی

رائیگاں نہیں جائے گی۔ طلحہ ایک جذبے کا نام تھا۔ اور یہ جذبہ ہر گھر میں اب بیدار ہو چکا ہے۔ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کے لئے اس کے ہم عصر بے تاب ہیں۔ وہ گھر خوش نصیب ہے جس میں طلحہ پیدا ہوا، جس میں اس کا بچپن گزرا، جس نے اس کے جذبوں کو ماند نہیں پڑنے دیا۔ اس کی حوصلہ افزائی کی اور اپنے جگر گوشے کو تیار کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے بھیج دیا اور بالآخر قربان کر دیا۔ بلاشبہ وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

پیارے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ! ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ قیامت کے سخت ترین دن میں مت بھولنا۔ تم وفا والے ہو امید ہے ہمیں نہیں بھولو گے۔ یا اللہ! ہمارا طلحہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس ہے۔ اس کی شہادت کو قبول و منظور فرما اور اعلیٰ مقام نصیب فرما۔ آمین ثم آمین

حق وراثت

مولانا ابو جندل شفیق صاحب

حضرت مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دنیوی زندگی اور پھر شہادت کی صورت میں ہمیشہ کی زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ آج کے دور میں اگر حق وراثت کسی نے ادا کیا ہے تو وہ مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ تھے، جی ہاں! اللہ رب العزت نے انہیں جامع شخصیت بنایا، پھر محبوبیت نچھاور فرما کر ہمیشہ کے لئے اپنے پاس بلالیا۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے عاشقان پاک طینت پر جنہوں نے اپنی جوانیاں لٹا کر اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کیا۔خونِ جگر دیکر چمنستان اسلام کی آبیاری کی۔

حضرت امیر محترم کا حکم پا کر دل ودماغ کو حاضر کیا اور سعادت سمجھ کر مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ باتیں اور کچھ احوال لکھنے بیٹھا ہوں کہ شاید یہی چند سطور نجات اخروی کا ذریعہ بن جائیں۔

جی ہاں! طلحہ نام ہے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مستغرق شخصیت کا، وہ میدانِ احد کا جاں نثار ہو یا غزوۂ ہند کا جانباز، طلحہ نام ہے وفا شعاری کا، طلحہ نام ہے شجاعت ودلیری کا، طلحہ نام ہے قربانی کا، طلحہ نام ہے علم وعمل کے پیکر کا، خطابت، فن سپاہ گری، تواضع اور حیاء وتقویٰ کا، ہاں! طلحہ نام ہے ادب واحترام کا، طلحہ نام ہے خصائلِ حمیدہ کا، طلحہ نام ہے ہردلعزیز شخصیت کا۔

اللہ تعالیٰ کسی کو بیٹا دے تو ایسا، بھانجا دے تو ایسا، بھتیجا دے تو ایسا، نواسہ دے تو ایسا، پوتا

دے تو ایسا، شاگرد دے تو ایسا، ساتھی اور دوست دے تو ایسا۔ وہ جس میدان میں اترا چھا گیا، جہاں سے گزرا اپنے گہرے نقوش چھوڑتا گیا، ایسے نقوش جوانمٹ ہو گئے، کاغذ و قرطاس پر نہیں بلکہ دل و دماغ پر نقش ہو گئے، جنہیں رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔

اس ننھی سی عمر مستعار میں اللہ رب العزت نے انہیں وہ صلاحیتیں اور سعادتیں عطا فرمائیں جو موجودہ زمانے میں کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ حافظ قرآن، عالم باعمل، پرسوز خطیب، پرجوش داعئ جہاد، مجاہد، حاضر دماغ و حاضر جواب، بہترین شہسوار۔ یہ ان کی خوش بختی و خوش قسمتی تھی کہ انہیں ہوش سنبھالتے ہی ایسا ماحول میسر آ گیا جس نے ان کی صلاحیتوں کو چار چاند لگا دیے، ننھیالی خاندان ایسا نصیب ہوا جس میں علومِ نبوت بھی تھے اور نور نبوت بھی، ہجرت بھی تھی اور نصرت بھی۔ ان کے رگ و پے میں جہاد فی سبیل اللہ رچا بسا ہوا تھا۔

حضرت آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”گھوڑوں کی پیشانی میں خیر قیامت تک کے لئے باندھ دی گئی ہے“۔

سبحان اللہ مرکز کو شروع سے یہ شرف حاصل رہا کہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑوں کے نام کے گھوڑے اس سنت کو زندہ کرنے کے لئے وہاں رکھے گئے تھے اور ان پر گھڑسواری بھی ہوتی تھی۔ مولانا طلحہ رشید کو یہ سعادت حاصل رہی کہ انہوں نے اس سنت کو بھی زندہ کیا اور بہترین گھڑ سوار بنے۔ جس زمانے میں شہید نے آنکھ کھولی وہ طالبان افغانستان کا مبارک اور پرامن دور تھا۔ شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے اثرات پاکستان تک میں پہنچے، لوگ داڑھیوں اور پگڑیوں سے سج گئے، داڑھی، پگڑی عزت کا نشان اور فاتحین کی پہچان بن گئی، ماضی میں تھی حال میں ہے اور ان شاء اللہ رہتی دنیا رہے گی۔ کیونکہ یہ سنتِ حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، اور ایک مسلمان کا حُسن اتباعِ سنت میں ہی ہے۔ فاتحین کے ٹینکوں توپوں اور گنوں کی گھن گرج طلحہ رشید کی لوری بن گئی، ایک صالح طبیعت مجاہد باپ کے زیرِ سایہ پرورش پائی، عالمہ، حافظہ، عابدہ، زاہدہ ماں کی ممتا

ملی جس نے تربیت کا وہ رنگ دکھایا کہ بچپن کا طلحہ رشید بالآخر حافظ القرآن مولانا طلحہ رشید ٹھہرا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشند

بچپن میں حفظِ قرآن کی سعادت ملی پھر درسِ نظامی میں داخلہ، دورانِ تعلیم چھٹیوں کے دن فنِ سپاہ گری میں گزارتے، محاذوں کا کچھ ایسا چسکا لگا کہ درمیان میں تعلیم موقوف کردی، اب تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان دے دے، کئی کئی ماہ مسلسل محاذوں پر گزارے، ان کے والدِ محترم کا بیان ہے کہ ہم سب نے اسے سمجھایا کہ ہم آپ کو اس راہ سے نہیں روکتے، مگر بیٹا تعلیم تو ایک بار مکمل کرلو، فرمانبردار بیٹا مان گیا اور ایک بار پھر تعلیم میں جُت گیا، چھوٹے ہوئے اسباق دن رات محنت کرکے پڑھے اور ازبر کرلئے اور اچھے نمبروں میں امتحان پاس کیا، دورہ حدیث سے فراغت پائی اور دستارِ فضیلت بھی حاصل کرلی۔ مرکز بہاولپور کو الحمدللہ اکابر کی پوری نسبت حاصل ہے۔ بیک وقت مدرسہ بھی ہے جہاں علم و جہاد جمع ہیں۔ خانقاہ بھی ہے اور دعوت و تبلیغ کا میدان بھی۔ مدرسہ صفہ کا تسلسل ہے۔ تاریخ ہمیں اصحابِ صفہ کا تعارف یوں کراتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دو کاموں کے لئے وقف کئے ہوئے تھے۔ جہاد کی صدا بلند ہوتی تو تعلیم موقوف کردیتے، کیونکہ صفہ مدرسہ کے مہتمم اعلیٰ، استاذ الاساتذہ، مسجد نبوی کے امام و خطیب، تبلیغ دین کے داعئ اعظم، غمخوار اُمت، امام المجاہدین حضرت آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود میدانِ جہاد کی طرف جارہے ہیں، اصحاب صفہ یعنی صفہ مدرسہ کے طالبعلم بھی صدائے جہاد پر لبیک کہتے ہوئے میدان جہاد کی طرف کوچ کرجاتے۔

مرکز عثمان و علی رضی اللہ عنہما میں آکر جس نے دیکھا الحمدللہ مذکورہ باتوں کی تصدیق کرتا ہوا واپس گیا۔ یہاں سے نکلنے والے طلباء کرام کی شان ہی الگ ہوتی ہے، پورے دین کے داعی بنے، ہاں! جہاد کے بغیر دین نامکمل ہے، بے شک نامکمل ہے۔ ہمارے مدارس کی نسبت اور سند برصغیر میں

دیوبند تک پہنچتی ہے، وہاں جا کر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دیوبند مدرسے کی بنیاد جہاد کی نیت سے رکھی گئی تھی اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ شاملی کے میدان ومعرکہ میں چیف کمانڈر تھے، خانقاہوں کا سلسلہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور وہ شاملی کے میدان میں امیر جہاد تھے، وہ اصلاحی بیعت کے ساتھ جہاد کی بیعت لے رہے تھے، تبلیغ کے میدان کے امام فی الہند حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کا غور سے مطالعہ فرمائیں، اس میں تبلیغ کے مقاصد میں جہاد شامل نظر آئے گا۔ ہم اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت کے ساتھ جوڑ دیا جس میں حقیقتاً دیوبندیت کی شان نظر آتی ہے، جہاں اکابر کی زندگی کا پورا عکس موجود ہے، جہاں جہاد فقط حلق سے ہی نہیں نکلتا، بلکہ عملی زندگی میں جھلکتا ہے، یہ ساری پکی اور سچی نسبتیں سمیٹ کر مولانا طلحہ رشید، انڈیا کی سیکورٹی میں نقب لگاتا ہوا، لاکھوں کی فوج کو خاطر میں نہ لاتا ہوا وہاں جا پہنچا جس کا (بزعمِ خود نا قابلِ تسخیر) بھارت کو گمان نہ تھا۔ وہ ایسے پر اسرار طریقے پر مقبوضہ کشمیر پہنچا بلکہ اور مجاہدین بھی پہنچ رہے ہیں کہ دشمن حیران و پریشان ہے اور اس کھوج میں پاگل ہوئے جا رہے ہیں کہ اتنی سیکورٹی، اتنے حصار اور اتنی مضبوط باڑ کہ اگر پرندہ بیچ میں گھس جائے تو تار تار ہو جائے پھر یہ لوگ آخر کہاں سے آئے جا رہے ہیں۔ انڈیا والو! تم پاگل ہو، مر جاؤ گے (ان شاء اللہ) مگر اس رازِ پنہاں کو نہیں پاسکو گے۔ یہ لوگ اعمال ہی کچھ ایسے کر کے تمہارے پاس سے گزر جاتے ہیں کہ تمہارے احساسات وہاں جواب دے جاتے ہیں اور تمہیں تب پتہ چلتا ہے جب وہ تمہارے ایوانوں پر قہر الٰہی بن کر گرتے ہیں اور تمہارے کیمپوں اور تمہاری چھاؤنیوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر کے عبرت کا نشان بنا دیتے ہیں۔

شہید کے ساتھ بیتے لمحات وایام

دینی مدارس کے طلباء کی ماضی میں ترتیب ہوا کرتی تھی کہ نو دس ماہ مدرسے کے لئے اور دو ماہ

تربیت جہاد اور جہاد کے لئے وقف ہوتے جس کی بحمدہٖ تعالیٰ ماضی کی طرح اب بھی ترتیب جاری ہے۔

مولانا طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا وسیع وعریض معسکر میسر آیا جس نے ان کے فن سپاہ گری کو خوب اجاگر کیا۔ وہاں وہ روٹین کی ترتیب سے ہٹ کر اپنے جسم کو ایسا مشقت کا عادی بنانے میں مصروف رہتا جس کی محاذِ کشمیر پر ہر لحہ ضرورت رہتی ہے۔ ایک بار معسکر جانا ہوا، اتفاق سے مولانا طلحہ رشید سے ملاقات ہوگئی، عجیب لگا کہ جماعتی ترتیب سے ہٹ کر تعلیمی سال کے دوران وہ یہاں؟ معلوم ہوا کہ وہ فی الحال تعلیم کے میدان کو خیر آباد کہہ آئے ہیں۔ وہ میدانِ خطابت کا فاتح اب میدانِ جہاد کا فاتح بننا چاہتا ہے، وہ فقط گفتار کا نہیں کردار کا غازی بننے میں محو ہے۔

کیا دیکھا کہ مولانا طلحہ رشید اپنی پیٹھ کے پیچھے بھاری بھر کم پٹھو لگائے ہوئے اکیلے ہی جنگلات میں پھرتے پھراتے نظر آئے، جس جگہ دیکھا اور ملاقات ہوئی وہاں راستے سے ہٹ کر ذرا ستانے کو رُکے بیٹھے ہیں۔ کچھ دیر بات چیت ہوئی، حال واحوال میں معلوم ہوا کہ وہ گھٹنے کے درد میں مبتلا ہیں، مگر وہ جس مشن پر تھے اس مشن کے سامنے اپنے اس درد کو ہیچ سمجھتے تھے اور اس درد کو اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے خوشی خوشی برداشت کر رہے تھے، کچھ دیر بعد پھر چل دیے۔

وقت گزرتے بھی کیا دیر لگتی ہے، کچھ عرصہ بعد ایک محاذ پر تھے بندہ کا محاذ پر جانا ہوا، یہ ایک سنگین محاذ تھا جو واقعتاً سنگین تھا، جی کٹھن اور سنگین۔ ملاقات ہوئی تو پرتپاک طریقے سے ملے۔ ملتے ہی بندہ کو پرانی یادوں نے گھیر لیا، تب تو طلحہ رشید پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، تب ان کے ابا حضور سے محاذ پر ملاقات ہوئی تھی اور کچھ عرصہ ایک ساتھ رہنے کا موقع میسر آیا تھا، وہ بھی بڑے نرم خو اور خوش مزاج تھے۔ بندہ نے مولانا طلحہ رشید سے کہا کہ اسی سمت میں نے آپ کے ابا حضور کے ساتھ محاذ پر وقت گزارا تھا آج آپ سے ملاقات ہوگئی۔ محاذ پر پہرہ داری اور ہمہ وقت چوکسی اور خطِ اول پر رہنا مولانا محمد طلحہ رشید کو بہت محبوب تھا۔ دشمن کو پریشان کرنا اور مغالطے میں مبتلا

رکھنا ان کا محبوب مشغلہ تھا، کیونکہ جنگ جنگی چالوں اور دشمن کو مغالطے میں رکھنے ہی کا نام ہے۔

محاذ پر مجاہدین کی قرارگاہ دشمن کی پوسٹوں سے کچھ فاصلے پر تھی، جہاں مجاہدین کا عام حالت میں قیام ہوتا، جبکہ دشمن کی ہمہ وقت خبر رکھنے اور ان پر نظر رکھنے کا مقام آگے تھا جہاں مجاہدین پہریداری کرتے، وہاں سے دشمن کی گزرگاہ بھی قریب تھی، دشمن کی گزرنے والی گاڑیوں پر مجاہدین دھاوا بولتے رہتے تھے۔ مذاق تو مذاق ہوتا ہے، مولانا طلحہ رشید کو ایک بار عجیب مذاق سوجھا، انہوں نے ایک لمبی لکڑی لے کر اس پر لائٹ باندھ دی، اس لائٹ کو لمبی تار لگائی اور اندھیرے میں جا کر دشمن کی پوسٹ سے کچھ فاصلے پر اس لکڑی کو گاڑ دیا اور تار کا دوسرا سرا اپنے مورچے تک لے آئے۔ دشمن رات کو مجاہدین کے خوف سے چوکس رہتے تھے کہ کہیں مجاہدین رات کو ہماری پوسٹوں پر ہی نہ چڑھ آئیں اور وقتاً فوقتاً چھوٹے بڑے ہتھیاروں سے فائرنگ کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ مولانا طلحہ رشید نے رات کے کسی پہر دور سے تاروں کو آپس میں ٹچ دیا اور فوری بند کر دیا، بس پھر کیا تھا دشمن نے مارے سخت گھبراہٹ کے فائرنگ شروع کر دی کہ مجاہدین قریب آ پہنچے، مولانا کچھ وقفے بعد تاروں کو پھر ٹچ دے دیتے اور دشمن کی گھبراہٹ کا تماشہ دیکھتے، اس رات انہوں نے دشمن کی نیندیں حرام کئے رکھیں، خوف کے مارے دشمن فائرنگ کرتا رہا اور وہ دشمن کی اس گھبراہٹ سے مجاہدین محظوظ ہوتے رہے۔ کچھ ایسی ہی شخصیات ماضی میں گزری ہیں جن کے بارے میں فن اسماء الرجال کے ماہرین اور مصنفین یوں لکھتے ہیں کہ اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی نہ چھوڑ گئے۔ کوئی مجاہد ہے تو حافظ عالم نہیں، کوئی حافظ عالم ہے تو جذبۂ جہاد نہیں، کوئی صوفی ہے تو مجاہد نہیں وغیرہ۔ (ھلم جرا)

ہمارے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے نمونہ ہی نہیں، بہترین نمونہ ہیں، حضرت آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم بھی تھے، مدرس بھی تھے، مصلیٰ امامت بھی آپ کے سپرد تھا، خطیب بھی تھے، مبلغ بھی تھے، محدث بھی تھے اور مفسر بھی تھے، خدمت خلق بھی فرماتے تھے، ازدواجی زندگی بھی

سب سے زیادہ مصروف کہ ایک وقت میں گیارہ میں سے نو ازواج موجود تھیں، ان کے حقوق بھی ادا فرما رہے تھے، گھریلو مصروفیات میں بھی ہاتھ بٹا لیتے، یہ سب کچھ کرنے کے باوجود جہاد کا حکم آیا تو اس میں بھی پیش پیش ہیں۔ میدانِ جہاد کی قیادت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی فرما رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں صرف پورا دین دے کر ہی نہیں بلکہ عمل کر کے دکھا گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وراثت میں علم اور جہاد چھوڑ کر گئے۔ علماء کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''العلماء ورثة الانبياء'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی وارث وہی کہلائے گا جس کے پاس علم بھی ہو اور جہاد بھی، سچا عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی ہو گا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو بچانے کے لئے مداہنت نہیں خون تک کا نذرانہ پیش کرنے کا جذبہ رکھتا ہو، تبلیغ کا اعلیٰ درجہ جہاد کی قوت کو ساتھ لے کر نکلنے سے حاصل ہوتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدنی زندگی سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ دین جزیرۃ العرب سے آگے نکلا تو تلواریں، نیزے، تیر اور کمان ساتھ تھے، محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ ہند کے فاتح کیسے بنے؟ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ اندلس کے فاتح کیونکر بنے؟ قیصر و کسریٰ کی سلطنت ٹوٹی تو کیسے؟

حضرت مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دنیوی زندگی اور پھر شہادت کی صورت میں ہمیشہ کی زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ آج کے دور میں اگر حق وراثت کسی نے ادا کیا ہے تو وہ مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ تھے، جی ہاں! اللہ رب العزت نے انہیں جامع شخصیت بنایا، پھر محبوبیت نچھاور فرما کر ہمیشہ کے لئے اپنے پاس بلا لیا۔

اللہ رب العزت ان کی شہادت قبول فرما کر جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائیں اور ہر مسلمان بچے کو مولانا طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ جیسی قابل رشک زندگی اور موت نصیب فرمائیں۔ آمین

وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلی الہ وصحبہ اجمعین

کوہِ گراں

مولانا مفتی عبیدالرحمن صاحب (شعبہ تعلیم وتربیہ مرکز عثمان وعلیؓ بہاولپور)

شہادت کے تو بہت شوقین تھے اس کا اظہار انہوں نے بار بار کیا، قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیب بھی فرمادی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔

حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ ماشاء اللہ خوش اخلاق، خوش مزاج، وفادار اور مثالی مجاہد تھے۔ وہ اکثر اللہ تعالیٰ کی نُصرت کے واقعات سناتے تھے اور فرماتے تھے کہ گاڑیوں میں میرے لئے سفر مشکل ہوتا ہے لیکن جہادی سفر میں نے لمبے لمبے کیے مجھے کچھ نہیں ہوتا۔ ساتھیوں سے خوش رہتے تھے اور ساتھیوں کو خوش رکھتے تھے اور محاذ جنگ پر بھی ساتھیوں کی خدمت کرتے تھے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ مجاہدین میں سب سے افضل وہ ہوتے ہیں جو خدمت کرنے والے ہوتے ہیں۔ مجاہدین کی خدمت کرنا تو بہت بڑی سعادت ہے۔ جو ساتھی جہاد کے، مجاہدین کے، جماعت کے وفادار ہیں ان سے دلی محبت فرماتے تھے اور اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ اعتکاف کے دوران بندہ سے کہا کہ عمرہ کے سفر میں جب میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھتا تو یوں بھی کہتا کہ اے اللہ کے رسول! مجاہدین کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔ حضرت اقدس مفتی عبدالرؤف اصغر صاحب حفظہ اللہ سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کا بہت تذکرہ

کرتے تھے، ایک بار مجھے فرمانے لگے کہ محاذ جنگ پر جب مجھ پر گولیوں کی بوچھاڑ تھی تو سب سے پہلے میں نے مفتی صاحب کے لئے دعاء کی اس کے بعد اپنے لئے کی۔

شہادت کے تو بہت شوقین تھے اس کا اظہار انہوں نے بار بار کیا، قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیب بھی فرمادی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ بھائی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کو قبول فرمائے۔ ان کو درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ ان کو ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھیں۔ لیکن وہ کرسی پر نماز نہیں پڑھتے تھے، اس لیے کہ نماز ہوتی ہی وہی ہے جو شرائط وآداب کے ساتھ پڑھی جائے۔ ماشاء اللہ توکل کے اعلیٰ درجے پر تھے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ جب بیان میں شہداء کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے:

رکے تو کوہ گراں تھے
چلے تو جان سے گزر گئے

تو بعد میں طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سامنے آتے، مسکراتے اور اسی انداز، اسی سوز، اسی لہجے میں، اسی آواز میں مجھے وہ شعر سناتے۔ مجھے بھی بہت خوشی ہوتی ماشاء اللہ۔ دعاء کے بھی بہت شوقین تھے اور مجاہد ہوتا بھی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سچا، پکا، متقی اور امانت دار مجاہد بنائے۔ آمین

رَجُل رَشِید

حضرت مولانا محمد عبدالرحمن شاہ صاحب استاد الحدیث جامعۃ الصابر، بہاولپور

حُبِّ جہاد کی برکت کی وجہ سے علمی، عملی طور پر اس کی استعداد اور ملکہ انتہائی کامل واکمل تھا۔ رشد و ہدایت کے اعتبار سے، عادات واطوار کے لحاظ سے بلکہ ہر لحاظ سے قابل تحسین تھا۔

عزیز مولوی طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ اکثر درجات میں میرا تلمیذ رشید رہا ہے۔ حُبِّ جہاد کی برکت کی وجہ سے علمی، عملی طور پر اس کی استعداد اور ملکہ انتہائی کامل واکمل تھا۔ رشد و ہدایت کے اعتبار سے، عادات واطوار کے لحاظ سے بلکہ ہر لحاظ سے قابل تحسین تھا۔ واقعی رجل رشید کا مصداق تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی شہادت کو قبول فرمائے اور اس کی شہادت سے کشمیریوں کو اور تمام مسلمان مقہور طبقوں کو آزادی وحریت کی نعمت سے نوازے۔ آمین ثم آمین

پیدائشی سعادت مند

مولانا حسین احمد مدنی صاحب، استاد الحدیث جامعۃ الصابر، بہاولپور

بندہ کے ۱۹ سالہ دور تدریس میں یہ واحد طالب علم گزرا ہے جس نے مختلف مقامات پر درس میں عبارات کی بہترین تفسیر پیش کی، بعض مقامات پر اپنی رائے کا حسین اظہار کیا اور بعض دفعہ تو مجھے اپنی بات سے رجوع کرنا پڑا۔

اللہ تعالیٰ ازل سے ہی اپنی تقسیم ومشیت سے کسی کو سعید اور کسی کو شقی لکھ دیتے ہیں اور اسکا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کو ہوتا ہے کہ سعید کون ہے اور دوسرا کون؟ لیکن اس کی ایک علامت احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتی ہے کہ کسی شخص کے اعمال، اقوال اور اشغال کو دیکھ کر بھی ظاہری لحاظ سے فیصلہ یا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شخص مذکور کس راہ کا راہی ہے؟ اس کی منزل سعادت ہے یا اس کا انجام بدبختی ہے۔

’’کُلٌّ مُّیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ‘‘

اس اصول سے دیکھا جائے تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہمارے عزیز طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی سعادت کی عظیم منزلوں پر اول دن سے سبک بار ہیں، جن کے زمانہ طالب علمی سے ہی بار بار ذہن اسی طرف جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان سے عظیم کام لیں گے اور ان شاء اللہ ہمارے حضرت امیر محترم دامت برکاتہم وفیوضہم کے کام ومشن کو اپنی صلاحیتوں سے مزید

چار چاند لگائیں گے۔

لیکن یہ کیا ہوا کہ عزیز طلحہ سب کو چھوڑ کر چلے گئے؟ اس پر ایک اور دھن سوار تھی، اس کے پاس یہاں کام سنبھالنے کے لئے وقت نہیں تھا، وہ بہت جلدی میں تھا اور سب کو حیران پریشان کرتا ہوا کہیں آگے نکل گیا۔

ذیل میں بندہ شہید محترم کے بارے میں چند باتیں اسی نیت سے سپرد قلم کرتا ہے کہ ان باتوں کو دیکھ کر ہم لوگ بھی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ سمجھ سکیں اور اس میدان کے راہ روان کو اپنے لئے نمونہ بنا کر اس روشن ستارے سے کچھ روشنی حاصل کر سکیں اور یہ سطور بھی ہمارے عزیز کے لئے مزید صدقہ جاریہ بن جائیں اور ہم ان کی سعادتوں میں سے کچھ تو سمیٹ سکیں۔

ذہانت ولیاقت

بندہ کا تعلق عظیم القدر طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے درجہ ثالثہ والے سال سے ہوا اور کنز الدقائق کے سبق سے ہی ہم باہم متعارف ہوئے بندہ اس وقت سے اس کے فہم وذکاء اور قلب صفاء کا معترف ہوا بلکہ سچ پوچھیں تو مجھے اس اظہار میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ بندہ کے ۱۹ سالہ دور تدریس میں یہ واحد طالب علم گزرا ہے جس نے مختلف مقامات پر درس میں عبارات کی بہترین تفسیر پیش کی، بعض مقامات پر اپنی رائے کا حسین اظہار کیا اور بعض دفعہ تو مجھے اپنی بات سے رجوع کرنا پڑا۔ اس بات کا اظہار میں نے عزیزم طلحہ کے خوش نصیب والد گرامی کے سامنے بھی کیا کہ اگر تدریس میں مجھے کسی نے روکا ہے تو وہ صرف طلحہ تھا اور پھر اس کا اظہار بعد میں بڑی کتابوں میں بھی چیدہ چیدہ مقامات پر ہوتا رہا۔

تواضع وخدمت

درجہ ثالثہ کے بعد ان سے درس کا تعلق کچھ عرصہ کے لئے منقطع ہو گیا۔ پھر یہ تعلق دوبارہ درجہ

موقوف علیہ اور عالمیہ والے سالوں میں قائم ہوا۔ اس عرصہ میں جو بات چند مواقع پر کھل کر سامنے آئی وہ ان کی تواضع اور جذبہ خدمت تھا۔ اس کا ایک قصہ یہ ہوا کہ موقوف علیہ والے سال میں کامیاب ہونے والے طلبہ کو انعام میں لیپ ٹاپ دیے گئے، اس میرٹ پر ہمارے جامعۃ الصابر کے کچھ طلبہ کے نام بھی آئے۔ ان طلباء میں بھائی طلحہ شہید کا نام بھی تھا، ان طلباء کو لے جانے کی ذمہ داری بندہ کے سپرد ہوئی۔ بندہ اپنی گاڑی (بولان) میں ان کو لے کر گیا۔ سیٹیں مکمل پُر تھیں، طلبہ زیادہ تھے، مجھے یاد ہے طلحہ شہید نے باقی ساتھیوں کو سیٹوں پر بٹھایا اور خود نیچے گاڑی کے فرش پر بیٹھ کر سفر کیا۔ بار بار کے اصرار پر بھی وہ سیٹ پر نہیں بیٹھا اور اگر راستہ میں دوران سفر کوئی خدمت در پیش آتی تو وہ بھاگ بھاگ کر یہ سعادت بھی سمیٹ رہا ہوتا۔

قلب صافی

موقوف علیہ اور دورہ حدیث والے سال بندہ کے پاس ان کا سبق مشکوٰۃ شریف حصہ دوم اور ترمذی ثانی کا تھا۔ دونوں کتابوں میں ''کتاب الفتن، ابواب الجنۃ و النار، علامات الساعۃ'' وغیرہ کے ابواب آئے۔ ان ابواب میں دلوں کو نرم کرنے، غفلت دور کرنے اور اپنا رخ سیدھا کرنے کی احادیث اس کثرت سے آئی ہیں کہ پڑھنے والے ایک دفعہ تو دہل ہی جاتے ہیں۔ بندہ کو بخوبی یاد ہے کہ ان احادیث مبارکہ کا جتنا اثر عزیزم طلحہ شہید پر دیکھنے میں آیا شاید یہ چیز کسی دوسرے ساتھی میں نظر آئی ہو۔ کئی کئی اسباق اس طرح گزرے کہ پورا گھنٹہ عزیزم طلحہ روتے روتے گزار دیتا تھا۔ اور سبق کے آخر میں اس کا عجیب حال ہوتا تھا۔ اس سے کتنا واضح معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسا صاف، مزکی، مجلی دل عطا فرمایا تھا کہ وہ دنیا کے لہو ولعب، اس کی رنگینیوں، اس کی فریب کاریوں سے اس طرح اچاٹ سا ہو گیا تھا کہ یہاں کا بندہ لگتا ہی نہیں تھا۔

علمی ذوق

بات کی گہرائی تک پہنچنا طلحہ شہید کے لئے بہت سہل تھا۔اور خارجی مباحث میں بھی بہت شوق سے دلچسپی لیتا تھا۔ایک دفعہ دورہ والے سال میں ان کی جماعت نے بندہ کو حکم فرمایا کہ ہم جامعہ باب العلوم کہروڑپکا جانا چاہتے ہیں۔بندہ کی فراغت چونکہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم سے ہے اور بندہ وقتاً فوقتاً اپنے اساتذہ کا ذکر ان کے سامنے کرتا رہتا تھا، اس لئے ان کی نظر انتخاب بندہ پر ہی پڑی۔بہرحال پروگرام بن گیا اور بندہ ان کو اپنی گاڑی میں کہروڑپکا لے گیا۔وہاں حضرت الاستاذ المکرم مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم سے خصوصی ملاقات ہوئی۔ان دنوں مسئلہ وحدت الوجود مختلف فورمز پر گردش میں تھا۔بندہ کے استفسار پر حضرت الاستاذ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی۔مسئلہ خالص علمی تھا لیکن بعد میں جس خوشی اور مسرت کا اظہار عزیزم طلحہ نے کیا وہ اب تک نہیں بھول پایا کہ استاد جی! آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ نے بہت بڑا مسئلہ سمجھنے کا موقع دیا۔عرض یہ کرنا تھا کہ طلحہ شہید کس طرح ایک خاص ذوق کے حامل تھے کہ کوئی موقع کسی فائدہ سے خالی نہ جانے دیتے تھے۔

اظہار ما فی الضمیر کی صلاحیت

اسی مذکورہ بالا سفر میں ہی دوسری بات جو فوراً بعد سامنے آئی وہ یہ تھی کہ جامعہ کی مسجد میں طلباء کا تقریری مقابلہ تھا۔غالباً ختم نبوت کے عنوان پر طلباء کرام اپنی اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر رہے تھے۔اسی مجلس میں موقع پا کر عزیزم طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خطابت کا لوہا منوایا۔فی البدیہہ اسی عنوان معین پر ایسی پرجوش تقریر کی کہ بھرپور تیاری سے آنے والے طالبعلم اور اساتذہ کرام حیران تھے اور دعائیں دے رہے تھے اور توقع کر رہے تھے کہ ان شاء اللہ اس طرح کے نوجوان

مستقبل میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر کے قوم کی راہنمائی کا حق ادا کریں گے۔

این سعادت بزور بازو نیست

یہ چند باتیں جو بندہ کے ذہن خام میں تھیں سپرد قلم کر دیں۔اس لکھنے کو حق تعالیٰ قبول فرمائیں۔شہید کے اس تذکرہ سے ہم پر امید ہیں کہ اللہ تعالیٰ شہید موصوف کے نقش قدم پر ہمارے نوجوان طلبہ ساتھیوں کو چلائیں۔آمین

صفِ اوّل کا طالبِ علم

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب مدظلہ استاد الحدیث جامعۃ الصابر، بہاولپور

> کئی مرتبہ مزاحاً احقر نے شادی کے بارے میں پوچھا کہ کب ہو رہی ہے تو ہمیشہ ایک ہی جواب ملتا کہ استاد جی! آپ ایک ہی دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ جام شہادت نصیب فرمادے۔

عزیزم مولانا طلحہ رشید جو کہ اب طلحہ شہید مشہور ہو چکے ہیں اور ان کی نسبی نسبت پر دینی نسبت غالب آگئی ہے، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ جن میں سے کچھ کا ذکر ذیل کی سطور میں آرہا ہے۔

احقر کی موصوف سے پہلی شناسائی اس وقت ہوئی جب ۲۰۱۲ میں بسلسلہ تدریس جامعۃ الصابر میں تقرری ہوئی اور کچھ عرصہ بعد یوم یکجہتی کشمیر کے سلسلہ میں مرکز عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے عظیم الشان ریلی نکالی گئی۔ احقر بھی اس میں شامل تھا، جب یہ ریلی ختم نبوت چوک میں پہنچی تو وہاں اور بھی بہت سی تنظیموں کی ریلیاں جمع ہوتی نظر آئیں۔ ہر طرف سے نعروں کی گونج اور خطباء کی آوازیں آرہی تھیں، مرکزی اسٹیج سے بھی مقررین باری باری اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد مرکز عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی گاڑی سے ایک شعلہ بیاں مقرر کی آواز آئی اور ایسی آئی کہ بہت سے لوگوں کے کانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ احقر نے حیرانگی سے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جواب ملا، یہ ہمارے جامعہ کے ہونہار طالب علم طلحہ رشید ہیں، اسی وقت میرے دل نے

کہا یہ نوجوان خطابت میں اپنے ماموں کا جانشین بنے گا اور پھر وہ بنا الحمد للہ۔ اس کے بعد کبھی کبھی جامعہ میں ملاقات ہو جاتی مگر ابھی تک درسگاہ کا تعلق نہیں ہوا تھا، پھر خبر ملی کہ طلحہ تعلیم چھوڑ کر میدان میں چلے گئے۔ موقوف علیہ والے سال آخری دو ماہ میں ان کا تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا۔ وہ میرے پاس ''شرح نخبة الفکر'' کے سبق میں آئے تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ اب سال ختم ہو گیا ہے آخری دو ماہ میں یہ کیا پڑھے گا اور کیا امتحان پاس کرے گا، لیکن میری حیرانگی کی انتہا ہو گئی جب پتہ چلا کہ وفاق کے رزلٹ میں عزیز طلحہ بہت سارے لڑکوں سے فائق رہے۔ اس وقت احقر ان کی ذہنی قابلیت وصلاحیت کا قائل ہو گیا۔ اگلے سال دورۂ حدیث کا سال تھا، اس میں بندہ کے پاس دو کتابوں کے سبق تھے تو اس میں عزیز کی صرفی، نحوی قابلیت کا بھی خوب اندازہ ہوا۔ وہ عبارت صحیح اور روانی کے ساتھ پڑھتے تھے اور کلاس کے صفِ اوّل کے طلباء میں ان کا شمار تھا۔

افہام وتفہیم کا ملکہ بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں خوب عطاء فرمایا تھا۔ اگر وہ تدریسی میدان اختیار کرتے تو یقیناً ایک بہترین، قابل اور عمدہ مدرس ہوتے۔ احقر ان کی حسین شکل وصورت کو دیکھ کر انہیں کہا کرتا تھا کہ مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جوانی کی صورت اور آپ کی صورت بہت مشابہت رکھتی ہے۔ وہ ہنس مکھ وملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ مگر انہیں حقیقی عشق ایک ہی میدان کا تھا اور وہ ہر کسی سے اسی کی دعاء کی درخواست کرتے تھے کئی مرتبہ مزاحاً احقر نے شادی کے بارے میں پوچھا کہ کب ہو رہی ہے تو ہمیشہ ایک ہی جواب ملتا کہ استاد جی! آپ ایک ہی دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ جام شہادت نصیب فرما دے۔

کہتے ہیں، بچے اکثر عادات میں ننھیال پر جاتے ہیں، وہ عظیم ماموؤں کے بھانجے تھے اللہ تعالیٰ نے انہی والی اعلیٰ صفات سے مزین فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی جملہ حسنات اور شہادت کو شرف قبولیت عطاء فرمائیں اور ان کی شفاعت ان کے تمام متعلقین کو نصیب فرماویں۔ آمین

جہادی پھول

مفتی محمد خلیل اللہ صاحب (سابق استاد جامعۃ الصابر، بہاولپور)

گذشتہ سال 5 فروری کو یوم یکجہتی کشمیر کانفرنس کراچی میں وہ شیر کی طرح دھاڑ رہا تھا...... ''مسلمانو! ہم بے غیرت ہو چکے ہیں، ہماری کتاب (قرآن مجید) غیرت کے مضامین سے بھری ہوئی ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیرت مند تھے''

طلحہ رشید شہید بڑی تڑپ کے بعد بالآخر اپنی مراد پا گئے، انتظار میں صبح و شام کئی منزلیں طے کیں، آخر رحمت الٰہیہ نے آپنی آغوش میں لے لیا، اس کی قسمت کا تارا چمکا...... عشق و وفا کی نئی داستانیں رقم ہوئیں...... گلشن شہادت میں ایک اور گلاب کِھلا جس کی خوشبو سے ہر منظر معطر ہوا۔

عشق نام ہے شاید انہی خونی مقاموں کا
جہاں جا کر پلٹتا نہیں پھر کارواں کوئی

بیشک شہداء کرام کا ہر ایک فرد قیمتی، پُر بہار اور پُر کیف ہے، اس گلستان کے ہر پھول کی مہک جدا ہے...... طلحہ ہماری جماعت کا ایک جہادی پھول تھا...... وہ پیدا ہی جہاد کیلئے ہوا تھا...... شہداء میں کچھ شہزادے ہوتے ہیں...... جن کے راستوں میں جہادی نسبت کے ساتھ ناموری اور شہرت کے بڑے مواقع ہوتے ہیں لیکن ان کی گرمئ عشق سب کچھ جلا دیتی ہے...... بیشک طلحہ اسی قافلے کا ایک فرد تھا۔

شربتُ الحبّ کأساً بعد کأس

فما نفد الشراب و ما رویت

وہ اپنی بہت سی یادیں چھوڑ گیا......اس کے اخلاق اور علمی قابلیت کے سبھی رفقاء واساتذہ گواہ ہیں......راقم کے چھوٹے بھائی کا محاذ کے سفر میں ایک مقام پر طلحہ کے ساتھ قیام تھا......کمرے میں تکیہ نہیں تھا......وہ بغیر تکیہ کے آرام کر رہا تھا اچانک کسی نے تکیہ لاکر سر کے نیچے رکھ دیا...... یہ ایثار کرنے والے طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ تھے...... یہ شہداء کرام ہی ایمانی صفات کے سب سے قریب ہوتے ہیں......یہی بہترین انفاس واصحاب ہیں......انہی کے ساتھ حقیقی اخوت ہوتی ہے:

ذھب الذین کنت اعیش فی اکنافھم

وبقیتُ منھم کالبعیر الاجرد

طلحہ سے محبت کا تعلق تھا اور یہ محبت ایک استاد شاگرد کے تعلق سے بڑھ کر دوستی میں تبدیل ہوگئی تھی اس کے باوجود وہ ادب کے دائرہ سے کبھی باہر نہیں جاتا تھا......سب سے دلچسپ تعلق میراث کی کتاب سراجی کی وجہ سے قائم ہوا......طلحہ سراجی کے ممتاز طالب علموں میں شامل تھا......مشکل سے مشکل تخریج حل کر لیتا......احوال ورثہ اور اصول تخریج بڑی گہرائی سے سمجھتا اور درسگاہ میں سب سے فائق اور ممتاز رہتا......ہفتہ میں تخریج کا مقابلہ رکھا جاتا جس میں وہ پہلے نمبر پر ہی رہتا......ایک دفعہ یاد ہے کہ اسی کے ایک گہرے دوست کے شدید اصرار پر طلحہ کیخلاف ''مقدس سازش'' تیار کی گئی......اور اسے جان بوجھ کر پیچیدہ سوال میں پھنسا کر دوسری پوزیشن پر رکھا گیا......طلحہ کو شاید اس کے ساتھی نے بعد میں بتا دیا ہو لیکن راقم کے ضمیر کو یہ فیصلہ ہرگز قبول نہیں ہوا تھا......اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کا اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

پھر وہ دن بھی دیکھے جب وہ محاذوں کا شہسوار اور عملی جہاد سے وابستہ ہو کر داعئ جہاد بن کر

اسٹیجوں کی رونق بنا رہا...... دالبندین میں دورۂ تفسیر کے اختتام پر اس کا پرسوز بیان آج بھی یاد ہے، وہیں پہ نشانہ بازی کے مقابلہ میں ہدف کو کامیابی سے نشانہ بنانے پر اس کی خوشی کا منظر آنکھوں کے سامنے ہے...... گذشتہ سال 5 فروری کو یوم یکجہتی کشمیر کانفرنس کراچی میں وہ شیر کی طرح دھاڑ رہا تھا...... ''مسلمانو! ہم بے غیرت ہو چکے ہیں، ہماری کتاب (قرآن مجید) غیرت کے مضامین سے بھری ہوئی ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیرت مند تھے'' ...... بیان کے بعد اسی ادب واحترام سے ملنا بھی یاد ہے، نہ اسے ناموری متأثر کرتی اور نہ خاندانی تعلق...... اپنی حقیقت اور حیثیت میں رہنے کو پسند کرتا...... ایسے لوگ آج دنیا میں بہت کم رہ گئے۔

اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ

پھر اس سال وہ دن بھی آیا جب اکتوبر میں بہاولپور میں ایک روحانی اور جہادی اجتماع کی ترتیب رکھی گئی...... مرکز عثمان وعلی رضی اللہ عنہما میں فجر کی نماز کے بعد جس آشناء سے سب سے پہلے ملاقات ہوئی، طلحہ ہی تھے، کیا پتہ تھا کہ اس دیوانے سے آخری ملاقات ہے!!!

طلحہ جن کے ساتھ رہنے کے لئے تڑپتا...... تھا آج انہی کے ساتھ انشاء اللہ رفیق ہوگا...... احتشام شہید سے لیکر محمد علی شہید تک...... عصمت اللہ شہید سے لیکر ریاض وآفاق تک...... سارے رفقاء ہم روح اور ہم مزاج اکٹھے ہوں گے...... ہاں! وہ پیارا سیّد مظہر شہید...... ہاں! وہ ملنگ حامد اور عبدالمعید شہید رحمۃ اللہ علیہم...... جی ہاں! سبھی اپنے امیر کے بھانجے کا خوشی خوشی استقبال کررہے ہوں گے جن کی روحیں ہم سے مخاطب ہو کر کہہ رہی ہیں ؎

عشق کی اک جست نے طے کردیئے قصے تمام
اس زمین وآسمان کو بیکراں سمجھے تھے ہم

بیشک طلحہ جیسے عظیم جانباز، غیرتمند ماں باپ کی گود میں پلتے ہیں۔ بھائی رشید کامران کے اخلاق کریمانہ اور پدرانہ شفقت کا ہر کوئی قائل ہے، انہیں غازی ہونے کا شرف بھی حاصل

ہے......شہید کے والدین کے صبر واستقامت نے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی......انڈیا کا میڈیا جس طریقے سے شہید کے جسد خاکی کو سامنے رکھ کر جشن منا رہا تھا اس سے ان کی بزدلی، خوف اور اندیشۂ انتقام کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ شہید طلحہ کسی سیاسی جماعت کا رکن نہیں تھا جس کے وارث تعزیتی جلسہ یا کسی احتجاج کے بعد ہاتھ روک دیں......وہ تو شعلہ صفت فدائیوں کی آنکھوں کا تارا تھا جن کے ہر فرد کا انتقام اس کے وارث صحیح معنوں میں لیتے ہیں......بیشک افضل گورو رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت نے طلحہ کو انتقام کے لئے کھڑا کیا......اب نہ جانے طلحہ کا خون کتنے خون گرما چکا......اور کتنے دیوانے ''قصاص'' لینے کیلئے عہد و پیمان کر چکے، یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞......۞......۞

اُستاد جی! میرے لئے دعاء کریں

مولانا اللہ دتہ صاحب مدرس جامعۃ الصابر، بہاولپور

بندہ نے جب اپنے بچوں کو مولانا کی شہادت کی خبر بتائی تو بچوں نے پوچھا: ابو! طلحہ بھائی کہاں شہید ہوئے ہیں؟ بندہ نے ان کو بتایا تو بندہ کے چھوٹے بچے نے کہا: ابو میں بھی وہاں شہید ہوں گا جہاں پر طلحہ بھائی شہید ہوئے ہیں۔

”وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ“ (سورۃ محمد، آیت: ۴)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ارشاد فرمایا کہ بندہ جو بھی عمل کرتا ہے تھوڑا ہو یا زیادہ، خیر ہو یا شر، قیامت کے بعد محشر کے دن ضرور بالضرور اس کی جزاء اور سزا پائے گا۔ یہ قرآن اور رب تعالیٰ کا فیصلہ ہے، اسی اصول کے تحت شہداء کرام جنہوں نے رب تعالیٰ کے لئے اپنی جانوں کو بیچا وہ ضرور بالضرور اس کی قیمت اپنے رب سے وصول کریں گے۔ کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے شہدائے کرام سے اور رب تعالیٰ کا وعدہ پکا اور سچا ہے۔ آج ہم اُن شہداء میں سے جس شہید کا تذکرہ کرنے لگے ہیں وہ ہیں ہمارے پیارے شہید بھائی مولانا طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ۔

بندہ کی جب جامعۃ الصابر میں تدریس کی تشکیل ہوئی تو اس وقت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ درجہ ثانویہ عامہ میں تھے۔ بندہ کے پاس ان کا سبق ”زاد الطالبین“ ...... ”معلم الانشاء“ اور ”قرآءۃ الراشدۃ“ کا تھا۔ ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا، ان خوبیوں میں

سے چند یہ تھیں۔

(۱) کلاس میں حاضری، سبق میں توجہ، مطالعہ کی پابندی، تکرار کی پابندی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو کمال کا حافظہ عطاء فرمایا تھا، اس لئے مولانا کو کئی مرتبہ تکرار کراتے دیکھا کہ اساتذہ کے انداز میں من وعن الفاظ کی تعبیر سے ساتھیوں کو تکرار کراتے تھے۔ بندہ کی تکرار کی نگرانی ہوتی تھی، بندہ نے مولانا کے اس انداز کو بہت پسند کیا۔ مولانا درسی کتب کے علاوہ غیر نصابی کتب کا مطالعہ بھی اپنے بزرگوں کے مشورہ سے بہت زیادہ کرتے تھے۔ ثانویہ عامہ والے سال بندہ کو تکرار کی نگرانی سپرد ہوئی تو بندہ نے مولانا کو کہا: کوئی کتاب ہے تاکہ بندہ آپ کی نگرانی کے دوران مطالعہ کرتا رہے تو مولانا نے بندہ کو ''آپ بیتی'' لاکر دی۔

بندہ نے مولانا سے پوچھا کہ آپ نے اس کا مطالعہ کرلیا ہے تو مولانا نے فرمایا:

''استاد جی! ابھی شروع کی ہے ان شاء اللہ ہفتہ بھر میں مکمل ہوجائے گی''۔

بندہ نے مولانا کو کہا:

''آپ کا اور میرا مقابلہ ہے کہ پہلے کون ختم کرتا ہے''۔

ابھی ہفتے کا درمیان تھا کہ مولانا نے فرمایا:

''استاد جی میں نے ختم کرلی ہے اور خارجی اوقات میں کی ہے اب آپ مجھے چائے پلائیں''۔

بندہ نے ان کی خواہش کی تکمیل کی۔ یہ تھا مولانا کا ذوق مطالعہ۔ اسی طرح مولانا کا اساتذہ کے ساتھ، بزرگوں اور بچوں کے ساتھ محبت والا تعلق تھا۔ بندہ نے کبھی مولانا کو اساتذہ کے سامنے بے ادب طریقہ سے بیٹھے ہوئے یا چلتے ہوئے نہیں دیکھا، اگر کوئی بات پوچھنی ہوتی تو نہایت ادب واحترام کے ساتھ سوال کرتے تھے۔ مولانا نے تقریباً درجہ ثانویہ عامہ والے سال سے ہی میدانِ خطابت میں قدم رکھا جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو خوب کامیابیوں سے نوازا۔ تقریباً

ہر مرتبہ تقریری مقابلوں میں ڈویژنل اور ملکی سطح پر مولانا نے پوزیشنیں لیں، لیکن اس کے باوجود مولانا کے مزاج میں ذرہ برابر یہ بات نہیں آئی کہ اب میں بڑا خطیب بن گیا ہوں۔

مولانا نے اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔ درجہ رابعہ والے سال بندہ کے پاس ان کا سبق ''شرح الوقایہ'' کا تھا۔ بندہ نے مولانا کو کئی مرتبہ موقع دیا کہ وہ کتاب حل کر کے لائیں اور یہاں کلاس میں بندہ کے سامنے اپنی تقریر کریں۔ ماشاء اللہ کئی دفعہ مولانا اچھے طریقے سے کتاب حل کر کے لائے، اس میں جتنا دخل مولانا کی استعداد کا ہے اس سے زیادہ دخل ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے بہت مانگتے تھے۔

دوران طالب علمی جب بھی مولانا کے ساتھ مصافحہ ہوتا تو حال احوال کے بعد مولانا کے منہ سے جو بات نکلتی وہ یہی ہوتی کہ استاد جی دعا کریں۔ بندہ کو باوجود اس علم کے وہ کس چیز کی دعا کا کہہ رہے ہیں سوال کرتا تو مولانا کہتے: استاد جی! آپ کو پتہ تو ہے، بس اس چیز کی دعا کریں وہ ہے شہادت۔ بندہ کو مولانا کے ساتھ مرکز عثمان وعلی رضی اللہ عنہما تقریباً ۳، ۴ چار مرتبہ اعتکاف کرنے کا موقع ملا، ماشاء اللہ بہت زیادہ فائدہ ہوا اور مولانا کو عبادت اور دعاء میں مشغول دیکھ کر دل سے دعاء نکلتی تھی کہ رب تعالیٰ ہمیں اور ہمارے سب ساتھیوں کو اس طرح کا شوق وذوق عطا فرما، عابد اور متقی بنا اور مولانا نے تو کہہ رکھا تھا کہ:

''استاد جی میرے لئے دعا کریں۔''

تو ان کے لئے دعا کرنا تو ہمارے اوپر لازم تھا۔ ایک مرتبہ بندہ نے اعتکاف میں مولانا کو دیکھا، تقریباً وہ آخری روزہ کے افطار کا وقت تھا کہ مولانا دعاء میں مشغول ہیں، اتنی لمبی دعاء کہ افطار کا وقت ہو گیا، لیکن مولانا کو اس بات کا علم نہ تھا کہ افطار کا وقت ہو چکا، وہ اس طرح اپنے رب کے ساتھ مناجات میں مشغول تھے۔

ساتھیوں نے کچھ کھجوریں اور پانی لاکر مولانا کو ہلا کر کہا:

’’مولانا! افطار کا وقت ہے‘‘۔

تب مولانا نے افطار کیا۔ یقیناً وہ اللہ والے تھے، ان میں اللہ والوں کی ہر ہر صفت مکمل طریقہ پر پائی جاتی تھی۔ وہ بڑوں کا بہت زیادہ ادب واحترام کرتے تھے، سلام میں پہل کرتے اور مسکرا کر دونوں ہاتھوں کے ساتھ مکمل مصافحہ کرتے تھے۔ بندہ نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ چھوٹے بچوں کے ساتھ بھی اسی طرح مصافحہ کرتے جیسے کسی بڑے سے مصافحہ کر رہے ہوں۔

حضرت مولانا کا بندہ کے بچوں کے ساتھ بھائیوں والا تعلق تھا۔ بندہ نے جب اپنے بچوں کو مولانا کی شہادت کی خبر بتائی تو بچوں نے پوچھا: ابو! طلحہ بھائی کہاں شہید ہوئے ہیں؟ بندہ نے ان کو بتایا تو بندہ کے چھوٹے بیٹے نے کہا: ابو میں بھی وہاں شہید ہوں گا جہاں پر طلحہ بھائی شہید ہوئے ہیں، یہ تھا مولانا کا بچوں کے ساتھ تعلق۔ بندہ کی مولانا سے آخری ملاقات شہادت سے چند دن پہلے ہوئی جس میں مولانا نے پھر اپنی بات دہرائی کہ استاد جی دعا کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بندہ دعا کا اہتمام کرتا ہے وہ کبھی مایوس نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کی حاجات وخواہشات بھی پوری فرما دیتے ہیں۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم دوسروں کے لئے دعا کیا کریں، اپنے لئے بھی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دعاء کا اہتمام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور مولانا کی شہادت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، جماعت، والدین، رشتہ دار، اساتذہ اور تمام محبین کے لئے نجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

اللہ کا شیر......طلحہ رشید

مولانا سعد جلیل صاحب......کراچی

دوران سبق اس نے بہرام بادشاہ کے بارے میں پڑھا......کہ اس نے شیر پر سوار ہو کر اس کی پسلیاں توڑ دیں تھیں...... یہ واقعہ پڑھتے ہوئے وہ درسگاہ میں پرجوش ہو گیا......استاذ کی موجودگی میں خود پر قابو رکھا اور دانتوں سے اپنی انگلیاں زخمی کر بیٹھا اور پھر بتانے لگا کہ میں بھی بہادر بنوں گا......وہ شیر تھا......اللہ کا شیر

انتہائی ہنس مکھ، ملنسار اور زندہ دل شیر...... کشمیر کی دھرتی کو اپنے لہو سے سیراب کر گیا......وہ جب کبھی جہاد کے موضوع پر تقریر کرنے کے بعد ملتا......تو اکثر غمگین ہو جاتا...... گہری سوچوں میں ڈوب جاتا......اس کی سرد آہوں کی مہک ابھی تک تازہ ہے......وہ کہتا: ”آہ! ہم تو بس گفتار کے غازی ہیں، ہمارے پاس کردار نہیں“......اسے امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے عشق تھا......وہ اکثر ان کی باتیں کرتا رہتا تھا......ایک بار ملتان میں ان کے مرقد پر حاضری کے لیے اپنے ساتھ لے گیا......وہ دین کا دیوانہ تھا نا......بس دیوانوں سے محبت کرتا تھا......وہ جب دل کے سوز کے نغمے چھیڑتا......تو اس کی باتیں سن کر واقعی اندازہ ہو رہا ہوتا تھا...... کہ اس کی فکر میں قاسمی پرواز اور ایوبی جذبہ ہے......وہ اپنے خاندان کا تعارف کراتا تو یہ بتاتا...... ہمارے آباؤ اجداد میں سے بھی اکثر مجاہد تھے اور میں بھی اُمت مسلمہ کا محافظ بنوں

گا......وہ اپنے بچپن کی یادوں میں کھو جاتا تو بتاتا کہ میری والدہ نے مجھے ''مجاہد تم کہاں ہو؟'' ......کتاب مکمل پڑھ کر سنائی تھی......اسے اپنے والدین سے بے پناہ محبت تھی......وہ کہتا رہتا تھا کہ میرے والدین کے لیے خصوصی دعا کیا کرو......وہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے لیے بسمل کی طرح تڑپتا......وہ کبھی کشمیر جانے اور کچھ کر گزرنے کے منصوبے بناتا اور پھر ان پر بات کرتا...... وہ جب درجہ ثالثہ کا طالب علم تھا......اک دن عربی ادب کی کتاب ''نفحة العرب'' کے سبق میں شجاعت کے موضوع پر قصے پڑھتے ہوئے......بے قابو ہو گیا......یا اللہ! میں بھی اسی طرح بہادر بن کر اسلام کے لیے کوئی کارنامہ سرانجام دوں گا......دوران سبق اس نے بہرام بادشاہ کے بارے میں پڑھا......کہ اس نے شیر پر سوار ہو کر اس کی پسلیاں توڑ دیں تھیں......یہ واقعہ پڑھتے ہوئے وہ درسگاہ میں پرجوش ہو گیا......استاذ کی موجودگی میں خود پر قابو رکھا اور دانتوں سے اپنی انگلیاں زخمی کر بیٹھا......اور پھر بتانے لگا کہ میں بھی بہادر بنوں گا......وہ شیر تھا......اللہ کا شیر...... اسے نماز تہجد سے عشق تھا......اور اُمت مسلمہ کی مظلومیت پر اس کی آنکھیں پُرنم ہو جاتی تھیں...... جامعہ کی لائبریری (کتب خانہ) آج بھی وہ مناظر یاد کرتی ہو گی......جب وہاں پر تنہائی ملتے ہی وہ رونے لگ جاتا......ایک بار اسی دوران میں پہنچا تو دیکھا......اس کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں......وہ سسک رہا تھا...... پوچھا تو کہنے لگا: ''یار! ہم یہاں ہیں اور امت مسلمہ کتنی مظلومیت میں ہے''......وہ شہادت کا متلاشی تھا......ایک بار کافی دیر وہ شہادت کا تذکرہ کرتا رہا......میں نے سوچا شاید اسے حوروں سے ملنے کی جلدی ہے......تو میں نے بھی کہہ دیا......انشاءاللہ! آپ کی حوریں بھی آپ کو مل جائیں گی......وہ یہ سن کر خاموش ہو گیا......اور کسی سوچ میں گُم ہو کر سامنے فضا میں گھورنے لگا......اس کے لب ہلے تو میں اپنے کہے پر بہت شرمندہ ہوا......وہ کہنے لگا: ''مجھے حور نہیں، اپنے رب کا دیدار چاہیے......اللہ کا دیدار......سب سے عظیم نعمت''......یہ کہتے ہوئے وہ آبدیدہ ہو چکا تھا......وہ فقط دیوانہ نہیں

تھا...... بلکہ دوسروں کی بات مان لیتا یا پھر اپنی بات منوا کر چھوڑتا تھا...... وہ زمانہ طالب علمی میں اپنے گھر ایک عجیب ضد کرنے لگا...... اُس نے بتایا...... کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا...... امی جان! کہاں کہاں سے لوگوں کے بیٹے آتے ہیں اور جا کر شہادت کا تاج پہن لیتے ہیں...... آخر میں کب جاؤں گا...... مجھے کب اجازت ملے گی؟...... بات آگے چلی...... مُفتی صاحب نے انہیں بُلوایا...... اُن کے سامنے بھی وہی بات کی...... اور پھر چھٹیوں میں عملی میدان میں بھیجنے کی شرط پر دوبارہ پڑھائی میں جُت گیا...... جامعہ کے طالب علم بھائی عصمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی محاذِ کشمیر پر شہادت اور افضل گورو رحمۃ اللہ علیہ کی قربانی کے بعد وہ عملی میدان میں اُترا...... امیر کی اجازت سے وہ پڑھائی کا سلسلہ موقوف کر چُکا تھا...... مجھے بتانے لگا کہ اب تو انشاء اللہ مقبوضہ کشمیر کے جنگلوں میں جا کر جہاد کے ساتھ اپنی پڑھائی کی تکمیل کروں گا...... اس عرصہ میں کچھ مہربان دوست اسے طعنے دینے لگے...... وہ کچھ پریشان سا ہو گیا...... ایک دن کہنے لگا: ''یار! میں نے کسی عظیم مقصد کی خاطر اپنے امیر کی اجازت سے پڑھائی کیا چھوڑی یہ لوگ مجھے تنگ کرنے لگے ہیں...... میں نے کوئی گناہ یا جرم تو نہیں کیا ہے...... لوگ تو پڑھائی چھوڑ کر کاروبار اور دنیاداری میں بھی پڑ جاتے ہیں...... انہیں تو کوئی کچھ نہیں کہتا...... کیا آج جہاد جیسا اہم فریضہ ہماری نظروں میں اتنا غیر اہم ہو چکا ہے...... ہر شخص اعتراض کر رہا ہے'' ...... کچھ ہی عرصہ گزرا کہ امیر محترم کے حکم پر وہ ایک بار پھر اپنے تعلیمی سلسلے میں جڑ گیا...... وفاق المدارس کے ایک امتحان کے دوران اس نے اپنا پرچہ بہت جلد مکمل کر لیا...... کہنے لگا: پرچہ جمع کرانے کا وقت ابھی باقی تھا...... پرچے کے آخر میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی پر عربی میں ایک مقالہ (مضمون) لکھ دیا...... وہ ایک درد، کُڑھن اور مشن رکھتا تھا...... یہی وجہ تھی کہ وہ خالص نظریاتی مجاہد تھا...... اور وہ جہادی کاموں میں ہر قسمی قربانی کے لیے تیار ہو جاتا تھا...... ایک بار عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہم دونوں اس کے محلہ میں ہی قربانی کی کھالیں جمع کر رہے تھے...... نمازِ ظہر کے بعد ایک گھر سے کھال وصول کرنے گئے...... اُن لوگوں نے کھال

دینے سے پہلے ایک شرط رکھ دی...... کہ ہمارے گھر سے جانور کی اوجھڑی اور آلائشیں وغیرہ اُٹھا کر باہر دور پھینک آؤ...... مجھے یہ شرط گراں نظر آنے لگی...... اور وہ تو اسی وقت گھر سے نئے کپڑے پہنے اور سر پر عمامہ سجائے آیا تھا...... مگر وہ آگے بڑھا اور مجھے کہا...... چلو یار! خیر ہے کوئی بات نہیں...... یہ کام بھی کر لیتے ہیں...... مجھے اس کی یہ ادا حیران کر گئی...... واقعی وہ قربانی کا سچا جذبہ رکھتا تھا...... یہ اس اللہ کے شیر کی زندگی کی چند جھلکیاں ہیں...... اسے ایک بار میں نے کہا تھا کہ آپ مضمون بھی لکھا کرو...... اس کا جواب تھا کہ میں شہید ہو جاؤں گا اور آپ لکھو گے...... آہ! آٹھ سال پہلے کی یادوں کے دریچے کا یہ چرکا بہت ہی کربناک واقع ہو رہا ہے...... وہ تو اپنی یادوں کا ایک آلاؤ دہکا گیا ہے...... وہ چلا گیا...... جہادِ کشمیر...... تجھے مبارک ہو...... عصمت اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا لہو تیرے محاذ پر گرا...... وہ درجہ خامسہ کے طالب علم تھے...... وہ بھی ایک عظیم مجاہد کے بھانجے تھے...... اُن کے مبارک لہو سے جہادِ کشمیر...... تو اپنے جوبن پر آچکا تھا...... اور اب...... امیر المجاہدین کے بھانجے کا لہو گرا ہے...... ایک مضبوط عالمِ دین کا خُون...... قافلۂ جہاد کے ایک پُرجوش داعی اور خطیب کا لاشہ...... ایک حافظِ قرآن کی قربانی...... ایک اللہ کے شیر کی شہادت...... جہادِ کشمیر کو نئے دور کا آغاز مبارک ہو...... صد مبارک!!!

یَا اَخِیْ! لَا تَنْسَوْنَا

عبدالرحمن، پلوامہ، مقبوضہ کشمیر

سخت گرمی میں جب آپ موٹر سائیکل پر آئے تھے تو میں نے آپ کے لئے ایک گلاس کا آرڈر دیا تو آپ نے یہ کہہ کر حیران کر دیا کہ میں نے نہیں پینا۔ صحیح بات ہے میں تو مزاح سمجھا تھا لیکن آپ نے دوبارہ بھی انکار کیا اور اس وقت میں آپ کو دیکھتا ہی رہ گیا جب آپ نے آہستہ سے کہا: ''میرا روزہ ہے۔''

بسے ہوئے ہیں ابھی نظر میں سبھی مناظر دھواں دھواں سے
میں غمگسار ہوں، سوچتا ہوں کہ بات چھیڑوں کہاں کہاں سے
میری محبت کے واہ بوسے، پرے تھا تیرا وجود ورنہ
جہاں جہاں تیرا عکس ٹھہرا میں ہو کے آیا وہاں وہاں سے

بھلا کسی عالم باعمل کی زندگی کے احوال ایک مضمون میں سما سکتے ہیں؟ کیا کوئی ولی اللہ کی اللہ تعالیٰ سے پکی سچی محبت کے واقعات کو چند صفحات پر لکھ سکتا ہے؟ بالکل نہیں! لیکن پیارے بھائی مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ نہ کچھ لکھنا تو ضروری ہے، اس لئے آیئے! پیارے بھائی طلحہ کی یادیں لے کر خود انہی کے ساتھ محفل سجا لیتے ہیں۔

پیارے بھائی طلحہ! یہ تو آپ کی محبت ہے جو کبھی ہماری آنکھوں کو تر کر دیتی ہے، کبھی اللہ رب العزت کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھوا دیتی ہے، تو کبھی لکھنے کی صلاحیت نہ ہونے کے باوجود قلم

اٹھانے پر مجبور کرتی ہے۔ طلحہ بھائی! میں آپ کے بارے میں جب سوچتا ہوں تو ذہن {وَ تُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ} پر چلا جاتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ہے۔

بھائی! آپ کی بھی کیا قسمت تھی، حفظ قرآن، عالم کا اعلیٰ مقام، جہاد خراسان میں بار بار حصہ، جہاد کشمیر میں شرکت، اور پھر غزوۂ ہند کی شہادت کا اعلیٰ اعزاز اور یہ سب کچھ چھوٹی سی عمر میں، واہ کیا قسمت تھی آپ کی اور آپ کے والدین کی۔

بھائی جان! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ سے ایک بات نہ پوچھ سکا، وہ یہ کہ آپ نے رب کریم کو آخر کن وظائف، کن دعاؤں، اور کن اعمال کے ذریعے منوایا کہ اتنی جلدی اتنا اعلیٰ مقام پا گئے کہ لوگ دیکھتے رہ گئے، شاید تہجد میں، عصر کے بعد والی تلاوت میں یا گرمی سردی کے روزوں کی سحر و افطار میں۔

جب آپ یقین بھرے لہجے میں کہتے تھے کہ ایک دن ہم بھی ان شاء اللہ اپنی پیاری وادی کشمیر میں جائیں گے تو سچ بتاؤں ہم اس وقت سوچتے تھے کہ جہاد کشمیر میں شرکت کے لئے اچھے تگڑے قسم کے نوجوانوں نے کوششیں کیں، اور جب ایک دو دفعہ ناکامی ہوئی تو گھر بیٹھ گئے، یہ دیوانہ کہ جس کی ٹانگ کا مسئلہ بھی ہے نجانے کیسے امید لگائے بیٹھا ہے؟ بے شک اللہ رب العزت ہی اُمیدوں کو پورا کرنے والے ہیں۔

شاید اتنی جلدی آپ کو یہ اعلیٰ مقام اپنے غیر متزلزل حوصلے، پختہ عزائم اور اپنے مولا سے پکی سچی دوستی سے ملا ہے۔ میرے بھائی مجھے گرمیوں کی وہ سخت دوپہر اچھی طرح یاد ہے جب آپ مجھے اڈے پر لینے آئے تھے اور میں کولڈ ڈرنکس والے کے پاس آپ کا انتظار کر رہا تھا، سخت گرمی میں جب آپ موٹر سائیکل پر آئے تھے تو میں نے آپ کے لئے ایک گلاس کا آرڈر دیا تو آپ نے یہ کہہ کر حیران کر دیا کہ میں نے نہیں پینا۔ صحیح بات ہے میں تو مزاح سمجھا تھا لیکن آپ نے دوبارہ بھی انکار کیا اور اس وقت میں آپ کو دیکھتا ہی رہ گیا جب آپ نے آہستہ سے کہا:

''میرا روزہ ہے''۔

تو پھر کسی اور ساتھی کو بھیج دیا ہوتا، جواب میں وہی پیاری سی مسکراہٹ۔ طلحہ بھائی! آپ نے جو وعدے دنیا کے حوالے سے کیے تھے ان میں تو ہم نے آپ کو وعدوں کو مکمل کرنے والا پایا، بس اسی طرح ہمیں اُمید ہے کہ آپ ہمیں قیامت کے دن، جب آپ کو اللہ رب العزت کے حضور سے ۷۰ افراد کی شفاعت کا اختیار دیا جائے گا ہمیں نہیں بھلائیں گے۔

پیارے طلحہ! باقی رہی یہ بات کہ میں آپ کو یا آپ کے مشن کو بھلا دوں گا، واللہ! ایسا نہیں ہوسکتا۔ بھلا ہم آپ سے اور باقی سب شہداء سے بے وفائی کیونکر کریں گے جب کہ ہم تو ان پیارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لیوا ہیں جو پیکر وفا تھے۔

پیارے بھائی! ہم تو ۱۴ سو سال پہلے کے شہداء کرام، ان کے پاکیزہ و معطر خون اور ان کے مشن کو نہیں بھولے، وہ حضرت عثمان غنی شہید رضی اللہ عنہ ہوں یا شہید حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یا شہید حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ۔ ان شہداء کا مبارک تذکرہ ہمارے جذبات کو گرماتا ہے تو بھلا ہم اپنے ان شہداء کو کیونکر بھلا سکتے ہیں جن کے شہید ہو کر زندہ ہونے کے ابھی صرف چند ماہ و سال ہوئے ہیں۔

نبی کے صحابہ کے رستے پہ چل کے
دلوں کا سکون ہم نے حاصل کیا ہے
لگا ہے نشہ جب سے جنت کا ہم کو
اچاٹ اپنا جی اس جہاں سے ہوا ہے

اچھا بھائی! ابھی ابھی آپ سے باتیں کرتے ہوئے میسج آیا ہے کہ چند گھنٹے پہلے ہوئے معرکۂ حق و باطل میں ہمارے دو ساتھی سعید بھائی اور قاری وسیم بھائی جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔

اناللہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت الفردوس کا اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین۔ میں ابھی سوچ رہا ہوں کہ اس اماں جی کو ہم کس طرح بتلائیں گے کہ جن کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور اس نے وسیم بھائی کو بیٹا بنایا تھا۔ وہ تو تب بھی رونے لگتی تھیں جب اس کی چھوٹی سی بچی اماں جی کو تنگ کرنے کے لئے کہتی تھی کہ بھیا شہید ہو گئے ہیں۔ اللہ رب العزت ان شہداء کے حقیقی والدین کو بھی اور کشمیر میں موجود محبت کرنے والوں کو بھی صبر جمیل نصیب فرمائے۔ آمین

پاکستان کے لوگوں کو کیا پتہ کہ کشمیری مسلمان ہمارے ساتھیوں کی زندگی کے لئے کتنی دعائیں مانگتے ہیں، متفکر اور پریشان رہتے ہیں اور کتنی محبت کرتے ہیں، چاہے ہمارے ساتھیوں کی زندگی شہادت سے پہلے والی ہو یا شہادت کے بعد والی۔

دیکھیں! آج ہمارے پیارے بھائی مولانا عبدالمتین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کو چوبیس دن گزر چکے ہیں، لیکن اب بھی ہم ان گھروں میں جاتے ہیں جہاں بھائی جان کا آنا جانا تھا تو وہ لوگ ایسے پریشان نظر آتے ہیں اور اتنا یاد کرتے ہیں کہ جیسے ان کے گھر کا کوئی فرد چلا گیا ہو۔ ہم ایسے لوگوں کو جانتے ہیں جو بھائی جان کی شہادت پر غم کی وجہ سے کئی دن کام پر نہیں جاسکے۔ یہاں پر کوئی یہ پوچھ سکتا ہے کہ جب کشمیر کے لوگ اتنی محبت کرتے ہیں تو آئے دن ہوتی مخبریوں کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ اہم سوال ہے، لیکن اس کا جواب ان شاء اللہ پھر کبھی۔

پیارے شہید بھائی! آپ اور یہ دونوں ساتھی تو {فَمِنۡهُم مَّن قَضَىٰ نَحۡبَهُۥ} پر عمل پیرا ہو چکے اور ہم اپنے مولا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں محض اپنے فضل سے ان صفوں میں شامل کیا کہ جن پر {وَمِنۡهُم مَّن يَنتَظِرُ} کا اطلاق ہوتا ہے الحمد للہ، اللہ تعالیٰ اس پوری آیت پر مکمل طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیارے طلحہ! ہم آج اس وعدے کی تجدید کرتے ہیں کہ ہم آپ کو، آپ سے پہلے اور بعد والے

شہداء اوران کے مشن کو نہیں بھولیں گے، ان شاء اللہ عزوجل، بس آپ ہمیں نہیں بھولنا۔ ان شہداء میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ جب گرم لو چلتی ہے تو ہمیں ہلمند سے لے کر دشت لیلیٰ تک کے صحراؤں میں موجود اپنے پیاروں کی یاد دلاتی ہے۔ کچھ ایسے ہیں کہ جب برفانی چوٹیوں پر نظر پڑتی ہے تو ان کی یاد ہمارے دلوں کو گرماتی ہے، اور کچھ ایسے ہیں کہ جب بارش برستی ہے تو ان کی یاد میں ہماری آنکھیں بھی برسنے لگتی ہیں۔ وہ کراچی کے بابر اور حمزہ شہید ہوں یا کوہاٹ کے احتشام شہید، کوئٹہ کے محمد علی شہید ہوں یا کشمیر کے بھائی مولانا عبدالمتین اور پیارے استاد عدیل شہید، پنجاب کے رانا اسرار شہید اور استاد آفاق شہید ہوں یا مردان کا ضیاء الحق شہید، الحمدللہ ہمیں سب یاد ہیں اور ان کا بدلہ چکانا ہم اپنے اوپر فرض بھی سمجھتے ہیں اور قرض بھی۔ الحمدللہ ہماری گنیں لوڈ ہو چکی ہیں بس صرف حکم کا انتظار ہے۔ آپ کو پتہ ہے ہمیں گنیں کس نے لوڈ کر کے دی ہیں۔ اچھا چلیں جب آپ سے آمنے سامنے ملاقات ہوگی تو بتاؤں گا۔ بھلا ہم ان پیارے شہداء اور ان کے مشن کو بھلا سکتے ہیں ہرگز نہیں، ہرگز نہیں واللہ ہرگز نہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان سب باتوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے اپنے دین کا مقبول کام لے اور آخر میں اسی راستے کی مقبول شہادت نصیب فرمائے، اس حال میں کہ اس وقت ہماری زبان پر جاری ہو......

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

یادیں ہیں تیری جیسے کہ آسام کے جنگل

مولانا محمد ضیاء حنظلہ صاحب

اجتماعی اموال میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک بار سخت سردی تھی، کلاس کے ساتھیوں نے پیسے جمع کر کے چائے اور شاید حلوہ وغیرہ بنایا۔ چائے تیار کرنے والے ساتھیوں نے ناظم مطبخ کی اجازت کے بغیر چند الائچیاں چائے میں ڈال دیں۔ جب مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا تو فوراً چائے چھوڑ دی باوجودیکہ اس دعوت کا انتظام انہی کے خرچ سے ہوا تھا۔

اللہ پاک جن قدسی نفوس کو اپنے دین کی عظمت و سربلندی کے لئے چن لیتے ہیں تو پھر انہیں عظیم صفات سے متصف و مزین بھی فرما دیتے ہیں۔ تب وہ جلوت و خلوت میں اپنی امتیازی شان سے پہچانے جاتے ہیں۔ اور لمحوں میں وہ گہرے نقوش چھوڑ جاتے ہیں جو انمٹ ہوتے ہیں۔ یقیناً مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی عظیم قافلے میں سے تھے۔ ان کے ساتھ بیتے اوقات اللہ پاک کی نعمت ہیں۔ ان کے بعد ان کی جدائی میں ان کی حسین یادیں ہمارے لیے بہت سا عظیم ذخیرہ ہے۔ اللہ پاک کی توفیق سے آج ان کی کچھ یادیں تحریر کرتے ہیں اور اللہ پاک سے امید کرتے ہیں کہ اللہ پاک ہمیں بھی ان جیسی سعادت والی زندگی اور ان جیسا شہادت والا خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین

یاری کی ابتداء

بندہ جامعۃ الصابر کے ابتدائی درجات کا طالب تھا۔ اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ جامعہ کے پوزیشن ہولڈر اور لائق فائق، فرمانبرداری میں مشہور طالب علم تھے۔ جامعہ کے ابتدائی دنوں میں ماحول اور افراد سے ناواقفیت کی بنا پر دل نہیں لگ رہا تھا تو میں جامعہ کی چھت پر آ کر اکیلا بیٹھ گیا۔ بندہ کے پاس جماعت کی ڈائری تھی جس میں نشانہ بازی کے متعلق کچھ مواد تھا۔ بس وقت گزاری کے لئے میں نے ایک پتھر کو ہدف بنا کر سامنے رکھا اور کنکریوں سے اس کا نشانہ لینے لگا۔ اس دوران مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی چھت پر آ گئے اور وہ بھی میرے ساتھ اس مشق میں شامل ہو گئے۔ اور یوں ہم کلاس ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری یاری کی ابتداء ہوگئی۔

تلاوت کا اہتمام

دورانِ تعلیم عموماً قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام باقی نہیں رہتا، لیکن مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی درجات میں بھی تلاوت کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ کلاس میں کتابوں کے ساتھ ان کی نشست پر قرآن پاک کا نسخہ بھی موجود ہوتا تھا اور وہ سبقوں کے درمیانی وقفہ میں جتنا ممکن ہوتا تلاوت فرماتے تھے۔

ذکر کا اہتمام

درجہ ثانیہ اور رابعہ کا زمانہ تعلیمی اعتبار سے بہت مصروف زمانہ ہوتا ہے۔ عموماً ان درجات میں اسباق کی زیادتی کی وجہ سے ذکر و فکر اور عبادات کا وقت کم ہی ملتا ہے، لیکن اس زمانے میں بھی مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ جس اہتمام سے ذکر و نوافل میں مشغول ہوتے تھے وہ قابل رشک تھا۔ اس زمانے میں بہت کم ایسا ہوا کہ مولانا کی تسبیحات میں کمی رہ گئی ہو۔ مولانا کی تسبیحات

اور معمولات حضرت امیر محترم حفظہ اللہ کی تلقین فرمودہ ہوتی تھیں، بارہ سو بار کلمہ طیبہ وغیرہ۔

اجتماعی اموال میں احتیاط

اجتماعی اموال میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک بار سخت سردی تھی، کلاس کے ساتھیوں نے پیسے جمع کر کے چائے اور شاید حلوہ وغیرہ بنایا۔ چائے تیار کرنے والے ساتھیوں نے ناظم مطبخ کی اجازت کے بغیر چند الائچیاں چائے میں ڈال دیں۔ جب مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا تو فوراً چائے چھوڑ دی باوجودیکہ اس دعوت کا انتظام انہی کے خرچ سے ہوا تھا۔

خرچ کرنے کا انداز

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھیوں پر مال خرچ کرنے کا ایسا جذبہ تھا جس کو جنون کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ساتھیوں پر مال خرچ کرنا اور خوب خرچ کرنا، اور بغیر کسی کے کہے خرچ کرنا، اور بعد میں کبھی بھولے سے بھی اس کا تذکرہ تک نہ کرنا مولانا کا وصفِ خاص تھا۔ زمانہ طالب علمی میں کلاس میں ہونے والی اکثر دعوتیں صرف مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے انفرادی خرچ سے ہوتی تھیں۔

تہجد کا اہتمام

طالب علمی کے ابتدائی زمانہ میں ہی اللہ پاک نے انہیں تہجد کی دولت نصیب فرمادی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تہجد کا اتنا اہتمام فرماتے کہ اگر رات کو تکرار کی وجہ سے بہت دیر سے بھی سوتے تو تہجد کی نماز کے لئے ضرور اٹھتے۔

تعلیمی قابلیت

ذکر وفکر اور جہادی کام میں مصروف رہنے والے طلباء کرام کے بارے میں مدارس میں عمومی

تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ ایسے طلباء تعلیم میں کمزور ہوتے ہیں......لیکن مولانا شہید پڑھائی میں ایسے لائق تھے کہ وفاق کے امتحان کی آخری رات میں مکمل قدوری شریف کا تکرار اپنے ساتھیوں کو کرایا۔ علاوہ ازیں شرح تہذیب جیسی کتاب میں ۱۰۰ نمبر لینا مجھے آج بھی یاد ہے۔ سراجی کے احوال بمع متن سب زبانی یاد کر رکھے تھے۔ تفسیر کے اسباق کا زیادہ حصہ ہماری کلاس نے اساتذہ سے زیادہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہوگا۔ کیونکہ اساتذہ کرام کے حکم سے اکثر ترجمہ مولانا کرتے تھے، اساتذہ کرام صرف اصلاح فرماتے تھے۔ ثانیہ کے وفاق کے پرچے اکثر عربی میں حل کئے۔ اس استعداد کا نتیجہ تھا کہ مولانا نے موقوف علیہ کے سالانہ امتحان کی تیاری صرف ایک ہفتے میں کی اور اپنی کلاس کے سب ساتھیوں سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔

جہادی تربیت

تقویٰ اور علم کے ساتھ ساتھ اللہ پاک نے انہیں جہاد کا وصف ایسی شان سے عطا فرمایا تھا کہ جامعہ کی سالانہ چھٹیاں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت گاہوں اور محاذوں پر گزرتی تھیں۔ درجہ رابعہ کی سالانہ چھٹیاں تھیں اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ جہادی تربیت کی آخری کلاس کرنے گئے ہوئے تھے۔ اسی دوران جماعت پر اور بالخصوص حضرت شیخ حفظہ اللہ پر ایک اندوہناک حادثہ پیش آیا کہ حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے۔

مولانا شہید نے اپنے ماموں سے جنازے میں شرکت کی اجازت چاہی۔ طلحہ کے ماموں خود ایک جماعتی سفر پہ تھے اور جماعتی کام کو مؤخر کر کے اپنے والد کے جنازے میں شرکت کرنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ جب ماموں کی شرکت ممکن نہ تھی تو طلحہ کو اجازت ملنا بھی ممکن نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے عزم کیا کہ اپنے نانا جی رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کے لئے میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو قتل کروں گا، اور پھر بالآخر طلحہ کا عزم پورا ہوا اور انہوں نے نانا کے ایصال ثواب کے لئے خاص

ایک فوجی کو اپنی گولی سے مرتے دیکھا۔

خیر یہ تو ان کی چھٹیوں کا حال تھا مگر وہ طالب علمی زمانہ میں بھی اپنی جہادی تربیت سے سست نہ ہوئے۔ ایک مرتبہ وفاق کے امتحان تھے، طلحہ پیپر سے فارغ ہوا تو پلاٹ پہ گھڑسواری کے لئے گیا۔ وفاق کا عملہ ہمارے جامعہ کا پلاٹ دیکھنے گیا ہوا تھا کہ سامنے سے اٹھتے گردوغبار کو دیکھ کر رک گیا، وہ گردوغبار طلحہ کے گھوڑے کا تھا جس پر وہ سواری کر رہا تھا۔ کافی دیر تک وفاق کے علماء طلحہ کی گھڑسواری دیکھتے رہے اور پھر پلاٹ کے باقی شعبہ جات کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھ گئے۔ گھڑسواری کے بعد طلحہ تیراکی کے لئے تالاب پر آ گئے اور تیراکی میں مصروف ہو گئے۔ وفاق کا عملہ شعبہ جات دیکھتے ہوئے جب تالاب کے قریب پہنچا تو اس بچے کی الٹی تیراکی نے انہیں حیران کر دیا۔ تیراکی دیکھنے کے بعد حضرات واپسی جامعہ تشریف لے گئے۔ اگلے دن انہیں بے فکر بیٹھے، پیپر حل کرتے اسی بچے نے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ نگران اعلیٰ نے بلاساختہ طلحہ کا پیپر لے کر پورا چیک کیا تو یہاں بھی انہیں طلحہ اوّل نظر آیا اور وہ پورے پیپر میں کوئی کمی تلاش نہ کر سکے۔

جہادی گھوڑوں کی خدمت

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو جہادی گھوڑوں کی تربیت اور خدمت کا ایسا جذبہ تھا کہ میں نے انہیں اپنے سفید رومال سے گھوڑے کا پسینہ صاف کرتے دیکھا، اور اپنے ہاتھوں سے گھوڑے کی لید صاف کرتے دیکھا۔ گھوڑے کی ٹانگیں اتنے شوق سے دباتے کہ محبت کا یہ منظر عجیب ہوتا۔

طلحہ اپنے آخری سفر کی تیاریوں میں ایک مقام پر موجود تھے۔ بندہ انہیں ملنے وہاں گیا تو ایک دن عصر کے بعد پہاڑ کی طرف سیر کے لئے لے گئے۔ راستے میں منت بھرے انداز میں بات کی، ایسی تمہید باندھی کہ مجھے شرم آنے لگی۔ میں نے جھنجھلا کر کہا کہ صاف بات کرو۔ کہنے لگے

جہادی تربیت مکمل ہے مگر ایک چیز کی مشق کا موقع نہ ملا اور وہ یہ کہ شہید کو اٹھا کر پہاڑوں پہ چلنے کی مشق نہیں کی۔ اگر تم ہمت کرو تو بسم اللہ کرتے ہیں جو ہوگا اکٹھے ہوگا۔ یہ موقع خود میرے لیے بہترین اور سنہری تھا کہ کشمیر کے محاذ میں شاید کسی طرح یہ بھی شرکت کی شکل بن جائے۔ اور اجر وثواب میں حصہ مل جائے۔ چنانچہ میں فوراً لیٹ گیا اور مولانا مجھے شہید کی طرح اٹھا کر دیر تک چڑھنے اور چڑھائی سے اترنے کی مشق کرتے رہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کی برکت سے مجھے بھی شہادت نصیب فرمائے۔

نوافل کا اہتمام

تہجد، اشراق کے علاوہ بھی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نوافل کا اہتمام فرماتے تھے، انہیں مرکز میں شہداء کرام کے نوافل وتسبیحات اداء کرنے کی جگہیں یاد ہوتی تھیں اور اکثر ان جگہوں پر اہتمام سے نوافل اداء کرتے اور تلاوت کرتے۔ ایک مرتبہ مجھے اپنے ساتھ سبحان اللہ مسجد لے گئے اور ایک جگہ پہنچ کر فرمانے لگے کہ یہاں دو رکعت نفل پڑھ لو، وجہ بعد میں بتاؤں گا۔ نفل پڑھنے کے بعد فرمانے لگے: خاص اسی جگہ خان بابا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے نوافل پڑھے تھے۔ حالانکہ خان بابا کی شہادت کے وقت مسجد کا منصوبہ تو تھا مگر کام شروع نہ ہوا تھا۔ طلحہ کہنے لگے: خان بابا مجھے ساتھ لائے اور فرمایا: جب مسجد بنے گی تب پتہ نہیں ہم کہاں ہوں گے چلو یہیں نماز پڑھتے ہیں، مسجد بن جائے گی تو ہمارے سجدے بھی اس میں شامل ہو جائیں گے۔

شہداء سے خاص تعلق

مولانا کو حضرات شہداء کرام سے ایسا خاص تعلق تھا کہ اکثر انہیں شہداء کرام کی نشست وبرخاست تک کی جگہیں یاد ہوتی تھیں۔ اکثر خان بابا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ایک جگہ پر بیٹھ کر ہم گپ

شپ لگاتے کہ یہاں خان بابا بیٹھتے تھے۔ وقاص شہید کی تلاوت کی جگہ، خان بابا کی تہجد کی جگہ، تہجد کے وقت کی دعا کی جگہ سب انہیں یاد تھا۔

دعائیں یاد کرنا

طلحہ کو مسنون دعائیں یاد کرنے کا بہت شوق تھا وہ اکثر کوئی نئی دعا یاد کرتے تو مجھے ایسے ڈھونڈتے جیسے کوئی ضروری بات بتانی ہو اور سب سے الگ لے جا کر اپنی دعا سناتے تھے۔

ہمت

زمانہ طالب علمی میں مختلف جماعتی پروگراموں کے اشتہار لگانے ہم دونوں جاتے تھے، طلحہ شہید بہت زیادہ بیمار تھے۔ انہیں ہڈیاں بڑھنے کا مرض تھا اور عموماً وہ سردیاں سخت تکلیف میں گزارتے تھے۔ مگر سخت سردی کے موسم میں جامعہ کے ساتھیوں میں سے سب سے زیادہ اشتہار ہم لگاتے تھے۔ اور اکثر سخت ترین سردیوں میں رات کے دو، دو تین تین بج جاتے تھے مگر کبھی انہوں نے اپنی کسی تکلیف کا عذر نہیں کیا۔ اور جامعہ کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ خطرناک علاقوں میں بھی وہی اشتہار لگاتے تھے۔

دو راتوں کا خوف اور طلحہ شہید کی ہمت

آج سے چھ سات سال قبل بہاولپور کا ذخیرہ دن میں بھی ڈر کا ایک خوفناک تصور سمجھا جاتا تھا۔ ذخیرے کے آس پاس کے علاقوں میں اشتہار طلحہ شہید لگاتے تھے۔ ایک رات کافی وقت گزر گیا اور یقیناً دو سے تین کے قریب ہم ذخیرہ کے باہر اشتہار لگانے گئے۔ خوف کا ایسا عالم تھا کہ اپنے قدموں کی آواز سے بھی ڈر لگتا تھا۔ ترتیب کے مطابق طلحہ شہید موٹر سائیکل پر تیار

پوزیشن میں بیٹھتے تھے اور میں اشتہار لگا کر فوراً طلحہ کے ساتھ بیٹھ جاتا اور آگے روانہ ہو جاتے۔ یہاں جب میں اشتہار لگانے لگا تو ذخیرہ کے ساتھ گند کا ایک ڈھیر تھا، وہاں سے ایک سفید ریش بزرگ مکمل سفید لباس میں نکل کر کھڑا ہو گیا۔ طلحہ نے اسے دیکھ لیا اور مجھے کہا کہ جلدی کرو۔ میں جیسے ہی اشتہار لگا کر مڑا تو مجھے بھی وہ سفید پوش نظر آ گیا۔ ڈر کی وجہ سے میرے اوسان خطاء ہو گئے اور طلحہ کے ساتھ لپٹ کر بیٹھ گیا، طلحہ مجھے تسلی دینے لگا کہ کوئی بات نہیں۔ اتنے میں وہ ہیولا ہماری طرف بڑھنے لگا اور زور سے ہمیں اپنی طرف آواز دی...... ہم دونوں پر کپکپی طاری تھی۔ طلحہ کا موٹر سائیکل تیار تھا ہم وہاں سے نکلے اور سیدھا سبزی منڈی آ کر بریک لگائی۔ وہاں کچھ لوگ جمع تھے، ہم نے آگ سینکی، حواس بحال کئے اور اگلے علاقے میں اشتہار لگانے چل پڑے۔

اسی طرح ایک رات ریل کی پٹڑی کے پاس واقع جھونپڑیوں والے علاقے سے ہم گزرے تو ایک انتہائی بدبودار دھواں جس کا جسم بھی محسوس ہوا ہم سے ٹکرا گیا اور پھر وہ بدبودار دھواں ہمارا تعاقب کرنے لگا...... ہم آیۃ الکرسی پڑھتے پڑھتے وہاں سے نکل گئے۔ یہ دو واقعات ایسے ہیں کہ بعد میں بھی جب ہم ان واقعات کو یاد کرتے تو ہم پر ایک خوف سا طاری ہو جاتا اور یقیناً ان مواقع پر میرا تو برا حال تھا لیکن طلحہ مجھے بھی سنبھالتا، تسلی بھی دیتا اور نکل بھی جاتا۔ یقیناً یہ ان کی بہادری ہے۔

مجھے تو کیا..... میرے نقشِ قدم مٹا نہ سکے

سیّد فیضان احمد

کیا پتا تھا کہ پہاڑوں کی بلندیوں پر چڑھنے والا یہ مجاہد ایک دن تمام بلندیوں کو پار کر کے ایسی بلندی پر پہنچے گا جہاں تک پہنچنا ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔

جب میں پہلی مرتبہ تربیت کرنے معسکر گیا تو ایک ایسی شخصیت سے تعارف ہوا جو ایک زبردست خطیب تھے، جسم بھاری مگر گھٹا گھٹا سا، جس سے ان کی جسامت کی مضبوطی چھلکتی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب لوگ جہاد کو افسانہ سمجھ کر بھلا بیٹھے تھے۔ کلاس میں ساتھی کافی تھے، رات کو مغرب کی نماز کے بعد بزم میں ان کا بیان ہوا، ان کے بیان کا یہ لمحہ ذہن میں ابھی تک چل رہا ہے کہ ان کی کڑک ٹوپی بار بار گر جاتی تھی، وہ اس کو سنبھال لیتے تھے، یہ ٹوپی ان کے جوش خطابت کے سامنے ٹِک نہیں سکتی تھی، ان کے لمبے لمبے، گھنے بال اس کی لڑکھڑاہٹ میں مزید اضطراب پیدا کر دیتے تھے۔ کسی ساتھی سے پوچھا ''یہ کون ہے؟'' وہ حضرت امیر محترم حفظہ اللہ کے خاندان کے لوگوں کی طرح دِکھ رہے تھے، اندازہ یہی تھا کہ اُن ہی میں سے ہوں گے۔ پتا چلا کہ حضرت امیر محترم حفظہ اللہ کے بھانجے ہیں اور طلحہ رشید کے نام نامی سے موسوم ہیں۔

پھر ان کا ساتھ کافی وقت تک رہا۔ پہلی مرتبہ تربیت کرنے کے بعد جب بندہ اگلے سال دوبارہ تربیت کرنے کیلئے گیا تو ان کو وہاں موجود پایا، ان کا شوق جہاد اس قدر زیادہ اور سچا تھا کہ وہ کسی بھی تعطیلات میں اس کام سے الگ نہیں ہونا چاہتے تھے۔

ایک اور واقعہ بار بار ذہن کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ ہوا یوں کہ بڑی تربیت کے دوران نائٹ مارچ کا سلسلہ زیادہ ہو گیا تھا، پہلی رات جب ہم مارچ کیلئے جا رہے تھے تو روشنیاں

بجھانے کا حکم ملا، گھپ اندھیرے میں نہ تو کچھ نظر آ رہا تھا اور نہ ہی اندازے سے راستہ معلوم ہو رہا تھا، اس وقت طلحہ بھائی اللہ تعالیٰ کی رحمت ثابت ہوئے، میں ان کو دیکھ دیکھ کر راستہ متعین کرنے لگا، اس طرح کچھ دیر بعد ہم منزل مطلوبہ پر پہنچ گئے، اس وقت ان کے ساتھ قلبی تعلق مزید بڑھ گیا۔

ایک اور واقعہ یاد آ رہا ہے۔ دوسری مرتبہ تربیت کے دوران جب ہمیں دن کو ''مارچ'' کیلئے پو پھٹنے سے پہلے ہی نکلنا پڑا تو اس میں بھی طلحہ بھائی کا ساتھ نصیب ہوا۔ کیا پتا تھا کہ پہاڑوں کی بلندیوں پر چڑھنے والا یہ مجاہد ایک دن تمام بلندیوں کو پار کر کے ایسی بلندی پر پہنچے گا جہاں تک پہنچنا ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس وقت زبانیں تو کجا ذہنوں پر بھی قدغن لگا دی جائے گی کہ خبردار......! ان کو مردہ گمان بھی نہ کرنا۔ وہ تو زندہ جاوید اپنے رب کریم سے رزق پا رہے ہیں، مارچ کے دوران وہ ہمارے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے، قارئین کو معلوم ہوگا کہ نقل و حمل میں سب سے آگے اور سب سے پیچھے آنے والوں کی سب سے زیادہ اہمیت ہوتی ہے، کیونکہ اگلا ساتھی راستہ صاف کرتا جاتا ہے، جب کہ آخری ساتھی دوسرے ساتھیوں کی نگرانی کرتا رہتا ہے کہ کسی کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ اسی طرح طلحہ بھائی بھی ہمارے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ کسے معلوم تھا کہ وہ ہم سب سے آگے نکل جائیں گے بہت آگے...... دور افق کے اس پار۔ خیر!...... صبح صادق سے بلکہ رات سے ہم نے ظہر تک کچھ نہ کھایا تھا، مسلسل پہاڑوں پر چلتے رہے تھے، دن کے تقریباً تین بجے کے قریب جب بندہ تھکان سے چور چور تھا، منزل بھی قریب تھی تو بندہ ڈھلوان پر لڑکھڑا گیا اور اپنی چھڑی سمیت نیچے آ رہا۔ طلحہ بھائی قریب ہی آ رہے تھے، ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بندہ اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا مگر ان کو پتا چل گیا، وہ ہنسے اور میں وہاں بیٹھ کر سستانے لگا پھر ہم دونوں اکٹھے ہی نیچے اترے۔

ان واقعات کو کافی عرصہ بیت چکا ہے مگر پھر بھی ذہن کے اندر تر و تازہ ہیں، یہ ان کے اخلاص

اور حسن اخلاق کی برکت ہے۔ پچھلے دنوں ایک ساتھی نے دورانِ ملاقات پوچھا: ''کچھ پتا ہے؟'' میں نے حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا: ''کس بات کا......؟'' فرمانے لگے: ''طلحہ شہید ہو گیا ہے۔'' میں نے ذہن پر زور ڈال کر دوبارہ سوال کیا: ''کون طلحہ......؟'' جواب انتہائی سنسنی خیز تھا۔ یہ واقعات ابھر ابھر کر سامنے آنے لگے اور پھر......انہی کا تذکرہ چل نکلا، باتیں ہوتی رہیں، یادیں چلتی رہیں۔

ان کی قربانیوں کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ وہ ایک مخلص مسلمان، جانباز مجاہد، اور مستند عالم دین تھے، خطابت تو ان کے گھر کی لونڈی تھی، جبکہ الفاظ کا جادو گھٹی میں پڑا ہوا تھا، ان کا خطابت میں حضرت امیر محترم کا انداز ودیعت تھا، ان کی فانی زندگی اور ابدی زندگی پر نظر کرتے ہوئے جگر مرحوم کے یہ اشعار یاد آجاتے ہیں ۔

زہے خلوصِ محبت کہ حادثات جہاں
مجھے تو کیا، میرے نقش مٹا نہ سکے
کریں گے مر کے بقائے دوام کیا حاصل؟
جو زندہ رہ کے مقامِ حیات پا نہ سکے
نہ جانے آہ ! کہ اُن آنسوؤں پر کیا گزری
جو دِل سے آنکھ تک آئے، مِژہ تک آنہ سکے

اسی طرح کا ایک اور شعر بھی ہے کہ......

جان کر جملۂ خاصانِ مئے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے

ان کی جرأتمندانہ شہادت ہمارے لئے یہ پیغام لائی ہے کہ ہمیں بھی ان کے راستے پر چلتے ہوئے لیلائے شہادت کی تلاش کرنی چاہیئے۔ وہ طالبعلمی ہی سے جہاد وشہادت کے سچے شوقین

تھے تب ان کا سچا شوق بالآخر ان کو منزل تک پہنچا گیا، یہ سب کچھ اس بات کا غماز ہے کہ ہم بھی ان کی طرح طالب علمی میں ہی جہاد اور نظریۂ جہاد سے جڑے رہیں، اور انہی کی طرح قافلۂ دعوت وعزیمت کے راہی بنیں تب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے، انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے کامل مغفرت، مقبول شہادت اور رفع درجات کی دعا ہے۔ اللّٰھم آمین یارب العالمین۔

پاک دل و پاک باز

محمد حق نواز، خیر پوری، دارالبیان

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے درمیان ایک عرصہ گزارا ہے......ان کو دیکھ کر ہم اس وقت بھی کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں......کوئی اسے مبالغہ کہتا ہے تو سو بار کہے کہ مولانا شہید قائدانہ صلاحیتوں کے حامل باصفا نوجوان تھے......حقیقت یہ ہے کہ مولانا جیسے جامع الصفات نوجوان بہت کم دیکھے بلکہ شاید میری آنکھوں نے ان جیسا نوجوان کبھی نہیں دیکھا......

’’اُمت کی زندگی علماء کے قلم کی روشنائی اور شہیدوں کے خون سے عبارت ہے، مگر جب خون اور روشنائی یکجا و یک رنگ ہو جائیں، قلم میں روشنائی بھرنے والا ہاتھ ہی امت کو جگانے اور اپنا خون پیش کرنے کے لیے آگے بڑھنے لگے تو پھر اُمت بلندیوں کا سفر طے کرنے لگتی ہے، اس میں زندگی کی حرارت رواں دواں ہو جاتی ہے‘‘۔

ہمارے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت سے جہادِ کشمیر نے جو زبردست اٹھان لی ایک نئی یلغار اور نئی قطار کو جس طرح راستہ ملا، اپنوں کے لئے سعادت اور دشمنوں کے لئے ماتم کا جو سامان ہوا اس پر درج بالا حکیمانہ قول حرف بحرف صادق آتا ہے۔

بے شک مولانا نے اپنا خون دے کر جہاد کو دور دور تک پہنچا دیا، پھر ان کے پاکیزہ خون کے انتقام کی آگ اتنی دور دور تک برسی کہ اپنے پرائے، دوست و دشمن سب نے تسلیم کیا ہے اور آئندہ

کریں گے کہ مولانا بڑا کام کر گئے، مولانا کامیاب ہو گئے۔

ہم سے بزمِ شہادت کو رونق ملی
جانے کتنی تمناؤں کو مار کر

کہا جاتا ہے کہ ہر نام والے کو اپنے نام میں سے کچھ حصہ ضرور ملتا ہے۔ مولانا طلحہ شہید پر یہ بات بالکل صحیح صادق آتی ہے۔ انہیں جلیل القدر صحابی سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی سیرت سے عمدہ صفات کا وافر حصہ ملا تھا۔ سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی میدانِ جہاد میں شجاعت، حوصلہ اور جوانمردی ضرب المثل ہے تو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر، افغانستان کے اسفار بالخصوص آخری سفر عزیمتوں اور حوصلوں کی داستان ہے۔ سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو زبانِ رسالت سے جن القابات سے نوازا گیا ان کا پورا پورا عکس مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ملتا ہے۔ سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو ''طلحۃ الخیر'' فرمایا گیا تو مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھی خیر سے پُر ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو ''طلحۃ الفیاض'' اور ''طلحۃ الجواد'' کے لقب سے یاد فرمایا تو مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بھی بے پناہ خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی ''سخاوت'' کی فراوانی تھی۔ بھلا وہ جو سر ہتھیلی پر لیے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنے کو بے تاب رہتا ہو، وہ کسی دوسری چیز کے لیے کیا بخل کرے گا۔

مولانا ہر امتحان میں اوّل نمبر پر آتے تھے۔ خود میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ امتحان میں پوزیشن پر ملنے والی انعامی کتابیں ''نتیجہ گاہ'' سے نکلنے سے پہلے کسی طالب علم کو ہدیہ کر دیتے تھے۔ کئی طلبہ کی ماہانہ طور پر نقد مدد کرتے تھے، بیماروں کے لیے گھر سے پرہیزی کھانے بنوا کر لانا، اپنے ساتھیوں کی ہفتہ واری یا ماہانہ پر تکلف دعوت کرنا مولانا کا عام معمول تھا۔ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ساری خدمات صلے اور ستائش کی تمنا سے بے پرواہ ہو کر ہوتی تھیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کسی پر احسان جتلایا ہو۔

زندگی میری فقط تیری رضا کے واسطے
اور پھر تیری رضا بھی اے خدا تیرے لیے

انسان کی عادات، خصائل اور صلاحیتیں اپنے دوستوں سے ڈھکی چھپی نہیں رہتیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے درمیان ایک عرصہ گزارا ہے، ان کو دیکھ کر ہم اس وقت بھی کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں، کوئی اسے مبالغہ کہتا ہے تو سو بار کہے کہ مولانا شہید قائدانہ صلاحیتوں کے حامل باصفا نوجوان تھے۔ ایک قائد کو جن صفات سے متصف ہونا چاہیے وہ سب ان میں بجا طور پر موجود تھیں۔ اگر وہ اپنی جماعت اور تنظیم بناتے تو وہ عروج کی منزلوں پہ منزلیں طے کرتی چلی جاتی۔

کہنے کو باتیں بہت ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا جیسے جامع الصفات نوجوان بہت کم دیکھے بلکہ شاید میری آنکھوں نے ان جیسا نوجوان کبھی نہیں دیکھا۔

رزم ہو یا بزم ہو پاک دل وپاک باز

پیارے بھائی

محمد اُسامہ رفیق (شہید محترم کے چچازاد بھائی)

مولانا کہنے لگے: ’’آج کل کے نوجوانوں کو دیکھو فضول کاموں میں لگے ہوئے ہیں، بس تھوڑا سا وقت ملتے ہی موبائل اور فیس بک وغیرہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔‘‘ پھر کہا: ’’اے نوجوانو! آج ہماری مسلمان ماؤں، بہنوں کی عزت پامال کی جا رہی ہے، تم کیسے کاموں میں لگ چکے ہو؟‘‘

اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں جو خود فانی دنیا سے چلے جاتے ہیں لیکن اپنے پیچھے ایسی ایسی یادیں چھوڑ جاتے ہیں جن کو اگر یاد کیا جائے تو آنکھیں آنسوؤں سے بھر آتی ہیں اور دل رو اُٹھتا ہے، ان پیارے لوگوں میں سے ایک وہ شخصیت بھی ہیں جن کو مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرے دو رشتے تھے اور انہیں مجھ سے بہت محبت تھی۔ وہ رشتہ میں ایک تو میرے چچازاد بھائی تھے اور دوسرا وہ میرے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اس لئے میرا دل بھی کر رہا تھا کہ ان کی زندگی کے کچھ احوال لکھوں۔

مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی عمدہ شہسوار اور بہترین تیر انداز تھے اور سب سے بڑی

سعادت کی بات یہ ہے کہ وہ ہمارے خاندان کے سب سے پہلے حافظ اور عالم تھے اور خاندان میں سب سے پہلے شہادت کا بلند مقام بھی انہوں نے ہی پایا۔

ایک بار میں بالاکوٹ تربیت حاصل کرنے کے لئے گیا ہوا تھا، ایک دن مجھے کافی زیادہ چوٹ لگ گئی تو میں پریشان ہو کر مرہم پٹی کروانے گیا، اتفاقاً مولانا بھی اسی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ میں نے ان کو بتایا تو انہوں نے مرہم پٹی بھی کی اور ساتھ ساتھ مجھے تسلیاں دینے لگے کہ جہاد ایک ایسا راستہ ہے کہ اس میں زخم بھی لگتے ہیں اور بھوک پیاس کو بھی سہنا پڑتا ہے، کیونکہ جہاد اللہ تعالیٰ کا محبوب راستہ ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں آنے والے محبوب بندوں کو ان آزمائشوں کے ذریعے آزماتے ہیں اور پھر اپنا واقعہ بتایا کہ جب میں تربیت کے لئے آیا تھا تو مجھے بھی چوٹ لگی تھی تو اب آپ پریشان نہ ہوں۔ الحمد للہ میں اپنے بھائی کی ان باتوں کو سن کر خوش ہو گیا تھا اور میری ساری پریشانی ختم ہو گئی تھی۔

ایک مرتبہ ہماری مسجد ''جامع مسجد فیض اللہ'' میں جمعۃ المبارک کے دن خطاب فرما رہے تھے، دورانِ خطاب جب جہادِ فی سبیل اللہ کی بات آئی تو مولانا کہنے لگے: ''آج کل کے نوجوانوں کو دیکھو فضول کاموں میں لگے ہوئے ہیں، بس تھوڑا سا وقت ملتے ہی موبائل اور فیس بک وغیرہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔'' پھر کہا: ''اے نوجوانو! آج ہماری مسلمان ماؤں، بہنوں کی عزت پامال کی جا رہی ہے، تم کیسے کاموں میں لگ چکے ہو؟'' آج اگر کسی کو کہا جائے کہ آجاؤ جہاد کے لئے تو وہ کہتے ہیں ہمارے گھر کا مسئلہ ہے۔ فرمایا: ''کیا ہمارے گھر نہیں ہیں؟ کیا ہماری مائیں بہنیں نہیں ہیں؟ ہماری بھی تو جوانیاں ہیں۔''

مولانا فرماتے تھے: ''اپنے بچوں کو کارٹون اور ویڈیوز نہ دیکھایا کریں کیونکہ دشمنانِ اسلام مسلمان بچوں کے دل و دماغ کو انہی ویڈیوز اور کارٹون کے ذریعے بدل دینا چاہتے ہیں، کافروں کا مقصد ہی یہی ہے کہ اسلام کو ختم کیا جائے، جب ہمارے بچے یہ چیزیں دیکھیں گے تو بڑے ہو کر اور بھی

بہت کچھ دیکھیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کو قبول فرمائیں، ان کے درجات کو بلند فرمائیں۔ ہمیں بھی ان جیسا مجاہد بنائیں اور ہمیں بھی اپنے راستے جہادِ فی سبیل اللہ میں مقبول شہادت عطا فرمائیں۔ آمین

طلحہ شہید..... ایک مثال، ایک آئیڈیل

احمد عبدالرحمن (شہید محترم کے خالہ زاد بھائی)

دیکھا جائے اور سمجھا جائے تو طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ میرے جیسے تمام نوجوانوں کیلئے ایک عظیم مثال اور مشعل راہ ہیں۔

آج کل اگر دیکھا جائے تو ہر فرد کوئی مثال قائم کرنا چاہتا ہے یا پھر دوسروں کیلئے آئیڈیل بننا چاہتا ہے، لیکن دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو دل میں ایسی حرص یا ایسے جذبات نہیں رکھتے، لیکن قدرت کی شان ہے کہ وہ لوگ دوسروں کے دلوں میں اپنی جگہ بنالیتے ہیں اور اپنے عمل سے ایسی مثال قائم کر جاتے ہیں کہ لوگ اُن کو اپنا آئیڈیل کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ میری مراد کوئی اور نہیں بلکہ میرا اپنا ہی بھائی اگرچہ وہ سگا بھائی نہ تھا لیکن میں اس کی شان دیکھ کر یہ کہنے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ وہ میرا بھائی ہے۔ جی ہاں! طلحہ رشید...... وہ ایک ایسی زندگی پا گیا کہ جس کو پانے کیلئے اولیاء اور اتقیاء تمام کے تمام ہی ہمیشہ خواہشمند رہے ہیں۔

دیکھا جائے اور سمجھا جائے تو طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ میرے جیسے تمام نوجوانوں کیلئے ایک عظیم مثال اور مشعل راہ ہیں۔ کیونکہ آج کل کے ہم جیسے نوجوان اور ہم جیسا ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ ہم زندگی میں زیادہ سے زیادہ دنیا پالیں اور دل میں یہ ہوتا ہے کہ زندگی تو دنیا کی زندگی ہے، لیکن طلحہ رشید نے اپنی زندگی سے اور اپنے کردار سے یہ بتلا دیا کہ اصل زندگی تو دین کی زندگی ہے، اصل زندگی تو جہاد فی سبیل اللہ کی زندگی ہے، اصل زندگی تو اللہ کیلئے وقف کی ہوئی زندگی ہے۔

اگر کوئی بندہ اپنی زندگی کا سودا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع کبھی نہیں کرتے اور نہ ہی اسے پوشیدہ رکھتے ہیں بلکہ اس سے ایسا کام لیتے ہیں یا اس کو ایسا کمال عطا کرتے ہیں کہ جس کو پانے کیلئے دنیا ترستی ہے۔ بلاشبہ طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ بھی شہادت کے بعد ایسے ہی مقام پر فائز ہو چکے ہیں۔ طلحہ رشید کی خلوت اور جلوت دونوں ہی اللہ والوں کی طرح تھیں۔ ہمیشہ نماز کی پابندی کرتے اور نیکی کے کاموں میں دوسروں سے سبقت لے جاتے۔

مجھے یاد ہے جب میں بہاولپور جاتا اور وہ وہاں ہوتے تو نماز میں صف اول میں ہوتے اور عصر کے بعد جب وہ فضائل جہاد کی تعلیم کرتے تو رب کعبہ کی قسم! اتنا سرور والا لہجہ ہوتا کہ اس لمحہ کے سرور کو قلمبند کرنا میرے لیے ناممکن ہے، کیونکہ وہ صرف پڑھنے والے عالم نہیں تھے بلکہ عملی آدمی تھے۔ انہوں نے فضائل جہاد کو صرف بطور کتاب نہیں پڑھا بلکہ اس کو اپنی زندگی بنانے کیلئے پڑھا اور اس کو اپنی رگوں کے اندر پیوست کیا۔ تبھی تو انہیں یہ مقام حاصل ہوا کہ اب دنیا ان پر فخر کرتی ہے۔

میں آخر میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ پیارے طلحہ بھائی! آپ حیات جاوداں پا گئے اور نوجوانوں کو یہ سبق دے گئے کہ دنیا کو چھوڑ کر دین کی سچی راہ جہاد فی سبیل اللہ کو تھام لو اور اصل کامیابی کو پالو۔ آپ اپنی زندگی میں بھی یہی پیغام ہر جگہ دیتے رہے۔

ہمارے پیارے طلحہ شہید کو جو بھی دیکھتا تھا، وہ یہ محسوس کرتا تھا کہ یہ کسی جلدی میں ہے۔ انہیں کسی پل قرار تھا نہ آرام۔ پہلی دفعہ اُن سے ملنے والا اُنہیں جلد باز سمجھتا تھا لیکن کسے معلوم تھا کہ یہی عادت، اُن کی خوبی بن جائے گی اور اسی کی بدولت وہ بے مثال اعزاز و اکرام کے مستحق بن جائیں گے۔ میں بڑے فخر سے کہوں گا کہ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ ہی آج کل کے دور کے اصل آئیڈیل ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بھی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے راستے کا شہسوار اور طلبگار بنا دے۔ آمین

شہادت کا طلبگار

محمد ولی احمد بالاکوٹی (شہید محترم کے خالہ زاد بھائی)

وہ ہر وقت اپنے شہید ساتھیوں کو یاد کرتے اور ان کے تذکرے کرتے رہتے تھے۔ بچوں کو چیزیں دلوا کر اپنے لیے شہادت کی دعائیں کرواتے۔ وہ عالم باعمل تھے، اور مجاہد فی سبیل اللہ۔

ابن غوری بہت بے چین اور پریشان تھا۔ اُسے ایک ایسی ہستی کے بارے میں لکھنے کا حکم تھا جو رب کا سچا عاشق اور لیلائے شہادت کا طلبگار تھا۔ کئی مرتبہ اس نے لرزتے ہاتھوں کے ساتھ قلم سنبھالا، لیکن اس عظیم ہستی کے ساتھ بیتے ہوئے لمحات زندگی کو الفاظ کے سانچوں میں ڈھال کر حوالۂ قرطاس کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ جب وہ ہاتھ کی گرفت قلم پر مضبوط کرتا، اسی لمحے اس دلربا کا ہنستا، مسکراتا چہرہ سامنے آجاتا اور پھر قلم چلنے سے انکار کر دیتا اور پھر ابن غوری قلم و قرطاس سے رشتہ منقطع کر دیتا لیکن کب تک......؟

وہ کیسے نہ لکھتا اس استاد کے بارے میں جس نے اسے کئی مرتبہ فن تقریر میں مہارت کے گر سکھائے اور بڑوں سے ادب اور چھوٹوں پر شفقت کا سلیقہ سکھایا۔ آخر وہ پیارے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو ہی گیا۔

تو تمنا دل کی اپنی کر کے پوری چل دیا
راز وہ مجھ کو بتا میں کیا کروں تیرے لیے

روز محشر کو مجھے تو یاد رکھنا اے شہید!
ساز ہستی بج رہا ہے سانس تک تیرے لیے
چھپ گیا ماہتاب میرا وادی کشمیر میں
وہ جگہ مطلوب تھی، مقصود تھی تیرے لیے

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ جہاد کے سچے داعی اور میدان جہاد کے سربکف مجاہد تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے فن خطابت اور دردِدل سے بھی خوب نوازا تھا۔ وہ مجاہدین سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک ساتھی نے بتایا کہ ایک جگہ طلحہ بھائی ہمارے ذمہ دار مقرر ہوئے۔ ذمہ داری کے دوران وہ ہر ساتھی کے ساتھ خوشدلی سے پیش آتے، روٹیاں خود پکاتے اور سبزی وغیرہ تک کسی ساتھی کو نہ کاٹنے دیتے بلکہ خود کاٹتے تھے۔ جب ان کی تشکیل تبدیل ہوگئی تو میں نے اکثر ساتھیوں کو روتے ہوئے دیکھا۔ وہ ہر وقت اپنے شہید ساتھیوں کو یاد کرتے اور ان کے تذکرے کرتے رہتے تھے۔ بچوں کو چیزیں دلوا کر اپنے لیے شہادت کی دعائیں کرواتے۔ وہ عالم باعمل تھے، اور مجاہد فی سبیل اللہ۔ ایک مرتبہ کسی شہید کے گھر جانا ہوا اس سفر میں طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ساتھ تھے۔ واپسی پر آہستہ آہستہ گنگنانے کی آواز محسوس ہوئی تو غور کرنے پر معلوم ہوا، طلحہ بھیا کوئی نظم پڑھ رہے تھے، آنکھیں پُرنم تھیں اور آواز میں سوز تھا۔ لیجیئے! آپ بھی وہ نظم پڑھیں اور اپنے جذبات کو جِلا بخشیں۔

راہ وفا میں ہر سو کانٹے
دھوپ زیادہ سائے کم
لیکن اس پر چلنے والے
خوش ہی رہے پچھتائے کم
آہ یہ ظالم تلخ حقیقت

جتنے بھی سفینے غرق ہوئے
اکثر اپنی موج میں ڈوبے
طوفان سے ٹکرائے کم

وہ مختصر سی زندگی گزار گئے لیکن ماشاء اللہ پوری زندگی محنت، مشقت، جہاد اور شہادت کی سچی تڑپ میں گزاری۔ اور آخر کار لیلائے شہادت کو گلے لگا کر رب کی ابدالآباد جنتوں میں گم ہو گئے، ان شاء اللہ۔

ہاں طلحہ بھیا! آپ تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے، لیکن ہمیں اس سیاہ رات کے کٹنے کے بعد حوضِ کوثر پر آپ سے ملاقات کا انتظار ہے۔

یہ نجانے کٹے گی سیاہ رات کب
حوضِ کوثر پہ ہوگی ملاقات اب

(ان شاء اللہ)

آپ کو رب العالمین کی طرف سے جو روزِ قیامت ستر آدمیوں کی سفارش کا اختیار ملے گا اس میں ایک نام اس بندہ کا بھی یاد رکھئے گا۔

ابن غوری غزوۂ ہند کے شہداء کی فضیلت پڑھتے ہوئے طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قسمت پر رشک کرتا رہا......کرتا رہا......اور کرتا رہ گیا......!

عصمت، علی اور اب ”طلحہ“

محمد آصف، قصور

> اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ عالم باعمل تھے۔اور اپنے علم پر عمل ایسا تھا کہ جو چیز بھی پڑھی بس پھر اُس پر عمل کئے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔حتیٰ کہ جہاد کے متعلق پڑھا تو ساری زندگی اپنی ساری صلاحیتوں کو جہاد کے لئے وقف کر دیا، تربیت جہاد کے متعلق پڑھا تو سخت سے سخت تربیت حاصل کرنے میں خود کو کھپا دیا۔اور شہادت کے متعلق پڑھا تو طلب شہادت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی تڑپ پیدا کر لی اور پھر جب تک شہادت کو گلے سے لگا نہ لیا اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ گلشن صابر کے ان تینوں پھولوں کی شہادت کو قبول فرمائیں۔اللہ اللہ کر کے آج بھائی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر لکھنے کے لئے قلم اٹھایا ہی تھا کہ بھائی عصمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور بھائی محمد علی شہید رحمۃ اللہ علیہ دل ودماغ پر چھا گئے اور پھر چھاتے ہی چلے گئے۔اس لئے ضروری سمجھا کہ بھائی طلحہ کے ساتھ ساتھ بھائی عصمت اللہ اور بھائی محمد علی کا بھی مختصراً کچھ تذکرہ ہو جائے۔

یہ ۲۰۱۲ کی بات ہے جب میں نے درجہ خامسہ کے لئے جامعۃ الصابر میں داخلہ لیا۔میری خوش نصیبی کہ اس سال بھائی عصمت اللہ اور بھائی محمد علی بھی درجہ خامسہ میں تھے اور بھائی طلحہ ہم سے ایک سال آگے یعنی درجہ سادسہ میں تھے۔لیکن اُس سال بھائی طلحہ اپنی کلاس والوں کے

ساتھ درجہ سادسہ کا سالانہ امتحان نہ دے سکے تھے، اس لئے آئندہ سال بھائی طلحہ نے ہمارے ساتھ درجہ سادسہ کا امتحان دیا۔ یوں ہمیں بھائی عصمت اللہ اور بھائی محمد علی کے ساتھ بھائی طلحہ کی بھی رفاقت میسر آ گئی۔ اور یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہماری کلاس کے الحمدللہ تین شہداء ہیں۔ رہی یہ بات کہ بھائی طلحہ اپنی کلاس والوں کے ساتھ درجہ سادسہ کا سالانہ امتحان کیوں نہ دے سکے؟ یہ بڑی ایمان افروز داستان ہے۔ اس کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا۔ ابھی مختصر طور پر بھائی عصمت اللہ اور بھائی محمد علی شہید رحمۃ اللہ علیہما کا تذکرہ کرتے ہیں۔

بھائی عصمت اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

بھائی عصمت اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ صرف درجہ خامسہ والا سال ہی پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شہادت کے متلاشی اور سرفروش مجاہد تھے۔ ہر وقت زبان پر جہاد اور شہادت کا ہی تذکرہ رہتا۔ یہی وجہ تھی کہ درجہ خامسہ تک آپ تربیت بھی مکمل کر چکے تھے اور میدانِ عمل کے غازی بھی بن چکے تھے۔ ایک مرتبہ ازراہِ مذاق بڑی عجیب بات کہہ ڈالی کہ ”جب میں شہید ہو جاؤں گا تو ہر کوئی کہے گا کہ عصمت اللہ میرا یار تھا، پھر میں کسی کا یار نہیں بنوں گا۔“ اسی درجہ خامسہ والے سال آپ کو ایک خواب آیا۔ جس کی تعبیر یہ ملی کہ آپ کو شہادت ملے گی۔ اس کے بعد تو ان کی شہادت کی تڑپ اور بھی زیادہ بڑھتی چلی گئی۔ سالانہ چھٹیوں میں آپ نے اپنی تشکیل کشمیر بارڈر پر کروالی۔ ایک دن اچانک دشمن سے مڈبھیڑ ہو گئی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی دلیری سے مقابلہ کیا اور بالآخر جام شہادت نوش فرما گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

بھائی محمد علی شہید رحمۃ اللہ علیہ

درجہ خامسہ مکمل اور درجہ سادسہ کا نصف سال بھائی محمد علی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پڑھنے کا اتفاق

ہوا، لیکن تعلق تو شہادت تک ہی رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر و بیشتر اساتذہ کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ انتہائی ذہین تھے۔ سبق سنتے ہی ازبر یاد کرلیتے اور پھر خود اسی سبق کا تکرار کرواتے تھے۔

آپ اعلیٰ درجے کے خطیب بھی تھے، تقریری مقابلوں میں بھی حصہ لیتے اور اپنے گاؤں میں مستقل جمعہ بھی پڑھاتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات آپ کی خطابت کا اساتذہ کی زبان پر بھی تذکرہ رہتا۔

جہاد آپ کا شوق اور شہادت آپ کی تمنا تھی۔ مظلوم مسلمانوں کے انتقام کے لئے ہر وقت بے چین رہتے تھے۔ بھائی افضل گورو رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد تو آپ کی بے چینی ایسی بڑھی کہ پھر آپ پڑھائی بھی جاری نہ رکھ سکے اور درجہ سادسہ کے درمیان ہی آپ مستقل جماعت کی تشکیل میں آگئے اور کئی مہینوں تک محاذ پر داد شجاعت دیتے رہے۔

اس کے بعد مختلف تشکیلات اور مراحل سے گزر کر بالآخر ہمارے دورے والے سال کے بالکل ابتدائی دنوں میں اپنے مظلوم مسلمانوں کے انتقام کے لئے ٹکڑوں کی صورت میں اپنے رب کی رضا پر فدا ہوگئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ

بھائی طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ

بھائی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ ہم سے ایک سال آگے درجہ سادسہ میں تھے۔ اسی سال یہ اندوہ ناک سانحہ پیش آیا کہ بزدل ہندو بنیے نے بھائی افضل گورو شہید رحمۃ اللہ علیہ کو خفیہ طور پر پھانسی دے کر شہید کر دیا۔

خبر آتے ہی جماعتی سطح پر بھائی محمد افضل گورو شہید رحمۃ اللہ علیہ کے انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ ابتدائی طور پر مظفر آباد میں ایک تاریخ ساز اجتماع منعقد کیا گیا۔ جس میں مجاہدین اور

فدائین نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور واضح طور پر یہ اعلان کیا گیا کہ بھائی محمد افضل گورو شہید رحمۃ اللہ علیہ کا بھرپور انتقام لیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

بھائی طلحہ تو پہلے ہی مظلوم مسلمانوں کے انتقام کے لئے بے تاب رہتے تھے۔ اس واقعے نے انہیں اور جذباتی کر دیا اور وہ پڑھائی چھوڑ کر محاذوں کی طرف نکل پڑے۔ اور اس دوران طلحہ کے ساتھیوں کا درجہ سادسہ کا سالانہ امتحان ہوگیا۔ لیکن بعد میں بڑوں کے کہنے پر بھائی طلحہ کو پڑھائی پر واپس آنا پڑا اور چونکہ ان کا سادسہ کا امتحان باقی تھا تو اگلے سال بھائی طلحہ نے درجہ سادسہ کا سالانہ امتحان دیا۔ امتحان کے بعد بھائی طلحہ پھر تشکیل میں چلے گئے اور درجہ سابعہ المعروف مشکوٰۃ شریف کے ششماہی امتحانات تک کبھی معسکر میں تو کبھی محاذوں پر مختلف تشکیلوں میں رہے۔

آخری سہ ماہی میں جب بھائی طلحہ واپس آئے تو امتحان بالکل سر پر تھے بھائی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے امتحان کے لئے سرتوڑ محنت شروع کر دی اور درجہ سابعہ کا امتحان بھی ہمارے ساتھ دیا اور ممتاز نمبروں میں کامیابی حاصل کی۔ اور پھر دورہ حدیث شریف کا مکمل سال ابتداء سے انتہا تک ہمیں اپنی رفاقت کا اعزاز بخشتے رہے۔

بھائی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے۔ انہیں ایک ہی مرتبہ سبق سن کر ایسا یاد ہو جاتا تھا کہ پھر دوبارہ یاد کرنے کی نوبت نہ آتی۔ ہمیشہ ممتاز نمبروں میں کامیابی حاصل کرتے اور اپنی کلاس میں اول آتے تھے۔ آپ نے اپنی ذہانت کو یا تو علوم نبوت حاصل کرنے میں لگایا اور یا پھر عسکری تربیت میں کھپا دیا۔ آپ انتہائی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آنے والے انسان تھے۔ طبیعت پر حیا ایسی غالب تھی کہ کوئی غیر اخلاقی بات بھی زبان پر نہ لاتے تھے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے خطیب بھی تھے، تقریری مقابلوں میں حصہ لیتے تو آپ کے مقابلہ کا کوئی خطیب نہ ہوتا۔ اس طرح آپ نے کئی تقریری مقابلے جیتے۔ آپ داعی جہاد بھی تھے۔ دن رات کا فرق کئے بغیر آپ مسلمانوں کو دعوت جہاد دیتے رہے۔ ایک مرتبہ ہمارے دورے والے سال رات کو

جب چھٹی ہوئی تقریباً ساڑھے نو یا دس کا وقت تھا۔ آپ نے مجھے کہا کہ احمد پور میں صبح فجر کا بیان ہے، چلو جلدی چلیں پھر صبح اسباق شروع ہونے سے پہلے پہنچنا بھی ہے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی خاصہ تھا کہ جب بھی جس وقت بھی آپ کی جو خدمت لگائی جاتی آپ بغیر کسی تردد کے فوراً تیار ہوجاتے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ عالم باعمل تھے۔ اور اپنے علم پر عمل ایسا تھا کہ جو چیز بھی پڑھی بس پھر اُس پر عمل کئے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ حتیٰ کہ جہاد کے متعلق پڑھا تو ساری زندگی اپنی ساری صلاحیتوں کو جہاد کے لئے وقف کر دیا، تربیت جہاد کے متعلق پڑھا تو سخت سے سخت تربیت حاصل کرنے میں خود کو کھپا دیا۔ اور شہادت کے متعلق پڑھا تو طلب شہادت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی تڑپ پیدا کرلی اور پھر جب تک شہادت کو گلے سے لگا نہ لیا اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ {أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ} کی حقیقی تفسیر تھے، {قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ} کا عملی نمونہ تھے اور {لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَّعْضاً} کا عملی مصداق تھے۔ آپ مظلوم مسلمانوں کے انتقام کے لئے ہر وقت بے تاب رہتے، خصوصاً کشمیری مسلمانوں کا انتقام تو آپ کے دل میں جگہ پکڑ چکا تھا۔ چنانچہ بھائی افضل گورو شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد تو انتقام کی یہ آگ اور بھی زیادہ زور پکڑتی چلی گئی یہی وجہ تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیر کے مشکل ترین محاذ کا انتخاب کیا۔ اور زمانہ طالب علمی سے مستقل بنیاد پر کشمیر جانے کی کوشش شروع کر دی۔ اور اس مقصد کے لئے اپنے آپ کو ہر حوالے سے تیار بھی کرلیا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا کہ جب ہر طرف سے مجاہدین پر سختی ہو اور پھر انتہائی خطرناک باڑ، اوپر سے جگہ جگہ گھات لگائے بیٹھے ہندو فوجیوں کا کڑا پہرہ، ان سخت حالات میں کشمیر کا باڈر کراس کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود آپ کی شجاعت و بہادری، مستقل مزاجی اور نظریات کی پختگی، غیر معمولی استقامت اور پختہ عزائم کے سامنے یہ سب چیزیں ہوا ہوتی نظر آئیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ

شیر ہندوستان کی طاقت کا غرور خاک میں ملاتا ہوا اور بلند و بالا کوہساروں کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا وادی کشمیر میں جا پہنچا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بیس یا بائیس دن کا مختصر عرصہ کشمیر کے سخت ترین محاذ پر دشمن سے برسر پیکار رہے اور بالآخر ۶ نومبر کو اپنے ساتھیوں سمیت وادئ کشمیر کے ضلع پلوامہ میں موجود تھے کہ دشمن سے آمنا سامنا ہو گیا۔ دشمن نے سخت محاصرہ کر لیا۔ اس سخت محاصرے میں آپ اپنے ساتھیوں سمیت پانچ گھنٹے مردانہ وار لڑتے رہے۔ اس طویل جھڑپ میں کئی مرتبہ دشمن کو پسپا کیا اور کئی فوجی جہنم واصل کرنے کے بعد جام شہادت نوش فرما کر قافلۂ شہداء میں شامل ہو گئے۔ **رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ**

اللہ ہمیں بھی شہداء کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور شہداء کی پر کیف زندگیوں سے سبق حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

میرے دوست، بھائی اور مُربیؒ

مظہر حسین سعدی

> یہ تو ان کی معاشرت کا ہلکا سا پہلو ہے...... ورنہ رات کو تہجد میں ان کی آہ وزاری سن کر دل میں (واللہ بلا مبالغہ کہہ رہا ہوں) کبھی یہ داعیہ پیدا ہو جاتا کہ کاش! یہ بیعت کرتے ہوتے تو میں ان کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں...... گرمیوں، سردیوں میں اکثر ان کو روزہ رکھتے ہوئے پایا......

بعض اوقات انسان کی زندگی میں ایسے افراد آتے ہیں، جنہیں انسان بھلانا چاہے تو بھی نہیں بھلا سکتا۔ ان کے ساتھ گزرے ہوئے شب و روز کے مناظر انسان کے ذہن میں فلم کی طرح چلتے رہتے ہیں۔ راقم الحروف کی زندگی میں ایسے افراد میں سے ایک بھائی طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ شخصیت ہے۔ ان سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب بندہ نے بہاولپور مرکز عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے متصل مدرسہ جامعۃ الصابر میں درس نظامی کے درجہ ثالثہ میں داخلہ لیا۔ ان کو پہلی نظر دیکھ کر ہی اپنا دل ان کو دے بیٹھا۔ ان کا ہنستا مسکراتا چہرہ دیکھ کر دل چاہتا کہ ان کے ساتھ گھنٹوں باتیں کروں۔ لیکن کچھ حالات کی وجہ سے ابتدائی تقریباً دو ماہ ان سے بات کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ آخر کار دو مہینوں کے بعد سونے کی جگہ ہی ان کے کمرے میں بن گئی پھر تو ان سے وہ والہانہ تعلق قائم ہوا کہ جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ میرے دوست بھی تھے، بھائی بھی تھے اور میرے مربی بھی تھے۔ چند مواقع پر انہوں نے کچھ ایسی نصیحتیں کیں کہ جن میں وہ اخلاص،

خیر خواہی، چاشنی اور حلاوت تھی جو صرف ایک بھائی ہی اپنے بھائی کے لئے چاہتا ہے۔

درجہ رابعہ کے سال ایک مرتبہ رات تقریباً دو بجے کے قریب وہ ہماری درس گاہ کے سامنے سے گزرے اور مجھے مطالعہ کرتے ہوئے پایا تو کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو کر مجھے دیکھنے لگے۔ اچانک میں نے کھڑکی کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر چل دیے۔ اگلے دن ایک لفافہ میرے ہاتھ میں پکڑا دیا، جسے بعد میں کھول کر دیکھا تو اس میں کچھ نقدی اور ایک رقعہ تھا، جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

''پیارے بھائی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزشتہ رات آپ کو دیر تک پڑھتے دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید محنت کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ ایک چھوٹا سا ہدیہ قبول کرلیں۔ آئندہ کسی بھی قسم کی ضرورت ہو تو اپنے اس بھائی کو ضرور یاد کیجئے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو جائیں۔''

یہ تو ان کی معاشرت کا ہلکا سا پہلو ہے، ورنہ رات کو تہجد میں ان کی آہ وزاری سن کر دل میں (واللہ! بلا مبالغہ کہہ رہا ہوں) کبھی یہ داعیہ پیدا ہو جاتا کہ کاش! یہ بیعت کرتے ہوتے تو میں ان کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں۔ گرمیوں، سردیوں میں اکثر ان کو روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ میں بھی اصرار کرتا کہ میں نے بھی روزہ رکھنا ہے تو وہ مسکراتے اور یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ آپ کی پڑھائی متاثر ہوگی، آپ صرف سردیوں میں روزہ رکھا کریں۔

جب ان کی تشکیل ہوئی اور انہوں نے پڑھائی چھوڑ کر بالاکوٹ جانا تھا تو آخری ملاقات میں ان کو الوداع کرتے ہوئے آنسو جاری ہو گئے اور ان سے لپٹ کر خوب جی بھر کے رویا۔ انہوں نے تسلی دی، جاتے ہوئے ان کے پاس جو سفید عمامہ تھا مجھے دیا اور کہا کہ اس کا خوب خیال کرنا، اس لئے کہ یہ عمامہ کئی سالوں تک حضرت مفتی صاحب کے سر پر سجا رہا ہے۔

لکھنے کو تو بہت دل چاہتا ہے لیکن پتہ نہیں کیوں قلم ساتھ نہیں دے رہا؟ شاید یہی وجہ ہو کہ جس

طرح وہ اپنی زندگی میں دکھلاوے سے دور بھاگتے تھے، ایسے ہی اب اللہ تعالیٰ ان کی خواہش کو پورا کرنا چاہتے ہوں کہ جس چیز کو وہ لوگوں کے سامنے نہیں لانا چاہتے تھے، اللہ تعالیٰ اب بھی اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہوں۔ واللہ اعلم

حسین یادیں

عطاء الرحمن ضیاء، صادق آباد

اگر وہ تدریس کے میدان میں آتے تو ان کا ثانی کوئی نہ ہوتا۔ مشکل سے مشکل بات چٹکیوں میں سمجھاتے تھے۔ عربی ادب سے بہت زیادہ لگاؤ تھا۔

پہلی ہی ملاقات میں، میں ان کا گرویدہ ہو گیا۔ خوبصورت مسکراتا چہرہ، آنکھوں پر چھوٹے شیشوں والی نفیس عینک، چھوٹی عمر کے باوجود بارُعب شخصیت، سادہ مسنون لباس، اجنبی ہونے کے باوجود جو بھی پہلی مرتبہ ان سے ملتا ایسا لگتا جیسے پرانا دوست ہے۔ وہ بھائیوں جیسا پیار کرتے۔ بھائی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ بندہ سے ایک درجہ آگے پڑھتے تھے مگر دوستی ایسی جیسے ہم کلاس ہوں۔

بندہ کا درجہ اولیٰ کا سال تھا جب مرکز عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے متصل جامعۃ الصابر میں داخلہ لیا۔ تب سے تعلق شروع ہوا اور الحمدللہ آخری وقت تک رہا۔ شہادت سے چند دن پہلے ہماری آخری ملاقات ہوئی۔ کسے پتہ تھا کہ ہم پھر نہ مل سکیں گے۔ آہ!...... اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائیں۔ آمین

مولانا کمال کے ذہین تھے، جو چیز ایک مرتبہ غور سے سن یا پڑھ لیتے وہ حافظے میں محفوظ ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ سالانہ امتحان کی تیاری چل رہی تھی تو باتوں باتوں میں ''اصول الشاشی'' کا نام آ گیا۔ فرمانے لگے میں نے الحمدللہ حضرت مولانا مامون اقبال صاحب کے پاس ''اصول

الشاشی ‘‘ پڑھی ہے اور پھر سنانا شروع کر دی۔ہم حیران رہ گئے، جیسے استاد جی نے پڑھائی تھی بالکل من وعن اسی طرح سنا دی۔اگر وہ تدریس کے میدان میں آتے تو ان کا ثانی کوئی نہ ہوتا۔ مشکل سے مشکل بات چٹکیوں میں سمجھاتے تھے۔عربی ادب سے بہت زیادہ لگاؤ تھا، ایک مرتبہ بتایا کہ ’’میں نے اپنے ماموں سے ’’کلیلہ ودمنہ‘‘ (عربی ادب کی مشہور کتاب) پڑھی ہے‘‘۔

بہت متقی اور پرہیزگار تھے۔راتوں کے اندھیرے میں اٹھ اٹھ کر عبادت کرتے تھے۔جس طالب علم کی اُن سے دوستی ہوجاتی دوسرے ساتھی اس پر رشک کرتے تھے۔ان کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو قابلیت کے ساتھ قبولیت سے بھی نوازا تھا۔

وہ نظریاتی مجاہد تھے۔ان میں جذبۂ جہاد اور شوق شہادت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔مجاہدین سے حد درجہ محبت تھی۔جس ساتھی کی شہادت کا پتہ چلتا، گھنٹوں اسی کا تذکرہ کرتے رہتے اور پھر اپنی شہادت مانگنے رات کے اندھیرے میں رب تعالیٰ کے دربار میں سجدہ ریز ہوجاتے اور خوب روتے، گڑگڑاتے، مظلوم مسلمانوں کے حق میں رو رو کر دعا کرتے اور کہتے:

’’دل کرتا ہے اڑ کر محاذ جنگ میں چلا جاؤں اور چن چن کر کافروں کو ماروں‘‘۔

ایک مرتبہ مرکز میں جمعہ کی نماز پڑھائی اور دعاء میں مظلوم مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ آہ وزاری کی اور شہداء کی قبولیت کے ساتھ اپنی شہادت کے لئے بھی دعاء کی۔تقریباً ۲۰ منٹ کی دعا تھی۔ایک مرتبہ کہنے لگے:

’’دل کرتا ہے کہ فدائی میں نام لکھواؤں اور وقت آنے پر فدائی کاروائی کروں، مگر جو لذت کافروں کو چُن چُن کر مارنے میں ہے وہ فدائی میں نہیں ہے۔فدائی میں تو بٹن دبایا اور اگلے جہان پہنچ گئے۔مگر میدان میں جا کر ایک ایک کافر کو مارو اور آخر میں خود شہید ہوجاؤ۔‘‘

وہ سب دوستوں سے کہتے تھے کہ مولویو! خود تو محاذ پر نہیں جاتے، میرے لئے ہی دعا کر دیا کرو۔جو علماء جہاد اور مجاہدین کی مخالفت کرتے ہیں ان پر کڑھتے تھے کہ ان کو کیا ہو گیا ہے؟ ایسی

واضح آیات واحادیث کے باوجود جہاد کی مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ بے شک ان کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے۔

مجھے بہت دکھ ہے کہ ان کی زیادہ باتیں یاد نہیں ہیں...... کہتے ہیں نا کہ نعمت کی قدر اس کے چھن جانے کے بعد ہوتی ہے، ہمارے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلائے، اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائیں اور ہمیں بھی اپنی راہ میں قبول فرمائے۔ آمین

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

پیکرِ تواضع

ذیشان جاوید، بہاولپور

ایک دوست نے پوچھا: طلحہ بھائی! کیا حال ہے کب وقت ہے جانے کا؟ تو طلحہ بھائی نے کہا: محلات بن چکے ہیں صرف آباد کرنے والے رہ گئے ہیں...... پھر کچھ دنوں بعد یہ خبر بندہ ناچیز کے کانوں تک پہنچی کہ طلحہ بھائی اپنے ساتھیوں سمیت انڈین آرمی کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ہیں......

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت اور قربانی قبول فرمائیں۔ آمین

حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک باوقار، بااخلاق اور باصلاحیت نوجوان تھے۔ خدمت میں سب سے آگے، تعلیم میں بھی سب سے آگے۔ بندہ ناچیز نے جب مدرسہ میں داخلہ لیا تو اس وقت حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ پڑھائی چھوڑ کر میدان جہاد کی طرف جا چکے تھے، اس لیے کہ وہ جہاد اور شہادت کے سچے شیدائی تھے۔ حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کی یہ خواہش تھی کہ طلحہ پہلے عالم بنے پھر جہاد کے میدان میں اُترے۔

بندہ ناچیز کا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعلق تقریباً ڈیڑھ سال تک رہا۔ حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ جب مشکوٰۃ والے سال دوبارہ پڑھائی کے لئے تشریف لائے تو اس وقت کلاس میں تقریباً تیرہ ساتھی تھے۔ اور دورہ حدیث تک ہم تیرہ ہی ساتھی رہے، حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کلاس والوں کے ساتھ بہت محبت تھی۔ اگر کوئی ساتھی بیمار ہوتا اور طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

کو اطلاع ملتی تو حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ اس ساتھی کی خدمت میں لگ جاتے، اس کا علاج کرواتے اور گھر سے کھانا پکوا کر لاتے اور ساتھی کو کھلاتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو غضب کا حافظہ دیا ہوا تھا۔ پڑھائی میں سب ساتھیوں سے آگے رہتے اور امتحانات میں اول پوزیشن لیتے تھے۔ بعض اوقات کلاس میں اگر کوئی معاملہ پیش آجاتا تو کلاس والے ساتھی مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے فیصلہ کرواتے کہ طلحہ جو بھی فیصلہ کرے گا ہمیں منظور ہے۔ اس لئے کہ مولانا طلحہ شہید کو کلاس والوں سے محبت ہی اتنی تھی کہ ہر کوئی ان کی بات مانتا تھا۔

ایک مرتبہ ہم کچھ ساتھیوں کا وفد باب العلوم کہروڑ پکا گیا، مولانا طلحہ بھی ساتھ تھے۔ جب وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ آج مدرسہ میں طلباء کی بزم ہے، ساتھیوں کی خواہش تھی کہ مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ بیان ہو جائے۔ لیکن طلحہ نے ہمیں روک دیا کیونکہ وہ خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ عاجزی اور انکساری بہت تھی۔

ایک اور واقعہ نقل کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ ایک دفعہ بندہ ناچیز نے تمام کلاس والوں کی دعوت کی۔ ان میں طلحہ کو میں نے کہا کہ طلحہ بھائی آپ کی دعوت ہے آپ بھی ہمارے ساتھ یزمان دعوت پر چلیں گے۔ طلحہ بھائی نے کہا ان شاء اللہ ضرور چلوں گا۔ اگر مفتی صاحب اجازت دے دیں۔ خیر اجازت مل گئی اور ہمارا وفد یزمان کی طرف چل پڑا۔ جب ہم یزمان پہنچے تو بندہ ناچیز کے عزیز و اقارب سے ملاقاتیں ہوئیں۔ بندہ ناچیز کے پھوپھا جی کو پتہ چلا کہ طلحہ مولانا مسعود ازہر صاحب کے بھانجے ہیں تو پھوپھا جی نے پنجابی میں کہا: ''مولوی ازہر مسعود نے انڈیا نوں ٹُن کے رکھیا ہویا وا۔'' (مولانا مسعود ازہر نے انڈیا کی ایسی تیسی کر رکھی ہے)

اس بات پر طلحہ بھائی بہت ہنسے، بعد میں مدرسے میں آکر کہتے: ذیشان بھائی آپ کے پھوپھا جی کی اس بات پر بہت ہنسی آتی ہے کہ مولوی ازہر مسعود نے انڈیا نوں ٹُن کے رکھیا ہویا وا۔

حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ کب پڑھائی مکمل ہو اور میں میدان جہاد کی طرف نکل پڑوں۔ اس لئے کہ طلحہ شہید شہادت کے بہت شوقین تھے۔ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ جب میرا دورہ حدیث کا سالانہ آخری پرچہ ہوگا تو میں بہت زور زور سے چیخیں ماروں گا۔ ہوا بھی اسی طرح کہ جب ہمارا دورہ حدیث کا آخری پرچہ ہوا تو حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ غالباً دوسرے نمبر پر امتحان حال سے اُٹھ کر آئے۔ بندہ ناچیز بھی طلحہ کے بعد فوراً کلاس میں آیا تو طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ زور زور سے خوشی کے مارے چلانے لگے اور کہنے لگے: ''ذیشان بھائی! آج مجھے بہت خوشی ہے کہ ہمارا تعلیم کا سلسلہ مکمل ہوا۔ آج سے مجھے کوئی بھی میدان جہاد میں جانے سے نہیں روک سکتا۔''

پھر دو تین ماہ بعد پتہ چلا کہ طلحہ بھائی لانچ ہو گئے ہیں، لیکن ہفتہ بعد مرکز میں ان سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے کہا طلحہ بھائی! سنا تھا کہ آپ لانچ ہو گئے ہیں؟ طلحہ بھائی نے کہا گھٹنے کی تکلیف کی وجہ سے نہیں جاسکا۔ آپ دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ گھٹنے کو جلد از جلد ٹھیک فرمادیں۔

اس کے بعد سالانہ اجتماع پر ملاقات ہوئی تو بندہ ناچیز کے ایک دوست نے پوچھا: طلحہ بھائی! کیا حال ہے کب وقت ہے جانے کا؟ تو طلحہ بھائی نے کہا: محلات بن چکے ہیں صرف آباد کرنے والے رہ گئے ہیں۔ پھر کچھ دنوں بعد یہ خبر بندہ ناچیز کے کانوں تک پہنچی کہ طلحہ بھائی اپنے ساتھیوں سمیت انڈین آرمی کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

پیارے دوست طلحہ

اختر سیّد باجوڑی

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جب دنیا میں رہے تو بھی ان صفات میں نمایاں ترقی کے ساتھ اور جب چلے گئے تو بھی بہتوں کے دلوں کی ترقی کا سامان بن کر گئے......

اللہ رب العزت حضرت مولانا طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کو اپنے دربار اعلیٰ میں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین

ہمارے دوست طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ پہ اللہ تعالیٰ نے شہادت کی جو حقیقت آشکارا فرمائی تھی، میں اس کا اپنے الفاظ میں احاطہ نہیں کرسکتا، اور یہ بات تقریباً جماعت کے اکثر ساتھیوں کو پتہ ہے کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ البتہ چھ سات سال کے عمومی تعلق اور دورۂ حدیث والے سال کے خصوصی تعلق سے اور ایک سفر سے ان کی جن خاص باتوں اور کیفیات کا پتہ چلا، ان میں سے چند ایک آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

قربانی

قربانی تو ہمارے پیارے بھائی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد فی سبیل اللہ میں ایسی دی کہ جو کہا اس کو عملی جامہ پہنا کے ثابت بھی کر دیا اور آخری لمحہ تک اس پر ثابت قدم رہے۔ پھر قربانی کے اس سفر میں ہمارے پیارے طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر جدوجہد شامل ہیں، خواہ

کچھ معذوریوں کے باوجود ٹریننگ کے حوالے سے ہوں، گھوڑ دوڑ، تیراکی، تیراندازی یہ سب شامل ہیں اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دربار اعلیٰ میں قبول فرمائے۔ آمین

مضمون کے آخر میں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنا ایک سچا خواب حوالۂ قرطاس کروں گا۔

عبادت وریاضت

اس حوالے سے بھی مولانا صاحب اپنی مثال آپ تھے، حتی الوسع حضرت کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ بس کسی کو پتہ نہ چلے، اور اگر کوئی کچھ کہے یا کسی کو پتہ چل جائے تو بات کو اس انداز سے ختم کردیتے کہ پوچھنے والے کو اگلی بار جرأت ہی نہیں ہوتی تھی۔ مجھے خود اس کا مشاہدہ ایک دفعہ دورۂ حدیث والے سال ہوا، پھر دوسری مرتبہ مشاہدات پر پوچھنے کی زحمت ہی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ اس کا بھی پورا پورا بدلہ اپنی شایان شان عطا فرمائے۔

خدمت

خدمت میں حضرت کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے، اگر کوئی ساتھی ویسے کبھی گپ شپ میں شکایت بھی کرتے تو بڑے ہنس مکھ اور ایک خاص انداز میں کوئی دل لگی والی بات کرتے یا بس اس کو ویسے دبانے لگ جاتے، ساتھیوں کی چھوٹی موٹی خدمت کبھی کبھار ہوا کرتی تھی، باقی رہی بڑی خدمت تو اس میں حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ سب سے اول نمبر پر آنے کی کوشش میں لگے ہوتے تھے۔

روزہ داری

اس حوالے سے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اکثر معمول پیر والے دن اور جمعرات کا رہا، اس کے علاوہ بھی روزہ رکھتے رہے، لیکن کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ بس کبھی کسی چیز کی دعوت دی

تو پتہ چلا کہ روزہ ہے یا پوچھنے پر آخر بتا ہی دیتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے خلوص کی بدولت کشمیر اور کشمیر کے مجاہدین، اور باقی سب مظلوم مسلمانوں کی اعانت و مدد فرمائے۔ آمین

ذہانت

ذہانت کے اعتبار سے بھی کئی دفعہ مشاہدہ ہوا مشکل مقامات اور سوالات کے سمجھنے اور سمجھانے میں۔ اللہ تعالیٰ نے غضب کا حافظہ دیا تھا۔ بعض دفعہ ہمیں رشک آجاتا تھا اور کبھی اپنی حالت پر دل ہی دل میں افسوس بھی ہوتا تھا کہ کاش! ہماری یہ محنت اور ان کا اس طرح کا حافظہ...... اگر ذہانت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہو تو آدمی کو اور کیا چاہئے دنیا میں۔

خطابت

اس نعمت سے بھی مالا مال تھے ہمارے مولانا، جس کو بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے نمایاں ترقی حاصل کی تھی۔ تقریباً ڈویژن اور آل پاکستان تمام تقریری مقابلوں میں پہلی پوزیشن اور یا پھر کبھی کبھار دوسری تیسری بھی آئی۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بیٹھے ہوں اور تقریر کو رٹہ لگا رہے ہوں۔ لیکن اس کے باوجود تقریر میں موزوں الفاظ کا استعمال، روانگی اور سلاست، فصاحت، موقع محل کے مطابق اشارات وغیرہ دیکھنے والے کو حد درجہ محظوظ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی قبولیت دی تھی کہ اساتذہ اور طلبہ سب ساتھی ان کے رقم الجلوس کے باقاعدہ انتظار میں ہوتے تھے۔ اور پھر جب آپ اپنی شان سے آتے تو طلبہ کو اوپر چھتوں سے اور اساتذہ کو اپنے کمروں سے باقاعدہ طور پر توجہ سے سنتے دیکھا گیا۔

بس ان کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں، جو مجھے اپنے پیارے شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گستاخی معلوم ہوتے ہیں، بس فقط حکم کی بجا آوری ہے اور کچھ نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ

حضرت جب دنیا میں رہے تو بھی ان صفات میں نمایاں ترقی کے ساتھ اور جب چلے گئے تو بھی بہتوں کے دلوں کی ترقی کا سامان بن کر گئے۔

اس حوالے سے میرا ایک خواب ان کی رب سے ملاقات کے متعلق پیش خدمت ہے۔

فراغت کے بعد کافی عرصہ تک رابطہ مولانا سے منقطع رہا۔ ایک دن اچانک ان کا فون آیا، بات ہوئی اور ان کی ایک چھوٹی سی ضرورت پوری کرنے کی بھی توفیق ہوئی۔ لیکن اس کے بعد رابطہ پھر پانچ چھ مہینے منقطع رہا اور بس منقطع ہی رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان سے ان کی شہادت والی رات خواب میں ہی اس انقطاع کو ختم فرمایا۔ وہ اس طرح کہ خواب میں میں نے ایک وحشت ناک گھر کی طرح ایک جگہ دیکھی جس میں انسانی گوشت کے کافی سارے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں، پھر اسی جگہ سائڈ پر ایک چارپائی بھی رکھی ہے جس پر چادر بچھی ہوئی ہے، اس پر بھی اسی قسم کے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں، ان کے اوپر سفید کفن بھی پڑا ہوا ہے۔ میں نے خواب میں اس کفن کو ہٹانے کی کوشش کی، تو اچانک اس میں سے خوبصورت شکل میں طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوتے نظر آئے، اب مجھے تھوڑا سا ڈر تو لگا لیکن اچانک میرے منہ سے ان کے لئے یہ الفاظ نکلے:

''واہ کیا بات ہے! آپ نے تو حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ رقم کی''۔

پھر صبح تک اس خواب کو یاد بھی کرتا رہا اور وحشت سی بھی طاری تھی کہ اچانک جامعۃ الصابر کے ایک طالب علم کی طرف سے مجھے میسج آیا کہ طلحہ بھائی رضی اللہ عنہ آج رات شہید ہو گئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو والدین، رشتہ دار، خاندان اور سب اُمت مسلمہ کے لئے شفاعت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

ہر معاملے میں اوّل

محمد عطاء اللہ سیال، مظفر گڑھ

سال کے درمیان اکثر ساتھیوں کی خدمت کرتے رہتے تھے، جب کوئی ساتھی بیمار ہوتا تو اس کے لئے گھر سے مریضوں والا کھانا تیار کرا کے لاتے اور اگر کسی ساتھی کو کپڑوں کی ضرورت ہوتی تو کپڑے لا کر بنوا کر دیتے تھے۔

مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ بھائی طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا لکھوں؟ کہاں سے بات شروع کروں اور کہاں جا کے ختم کروں۔ اگر بھائی طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ کے سبق کے ایام کو لیا جائے تو وہ ایک مستقل موضوع رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر عبادت کو دیکھیں تو ماشاء اللہ اس میں بھی کافی آگے نظر آ رہے ہیں اور اگر جہاد فی سبیل اللہ میں دیکھیں تو اس میں بھی ہم سب ساتھیوں سے آگے ہیں۔ اور اگر فن خطابت میں دیکھا جائے تو ماشاء اللہ ہر مقابلہ میں پوزیشن لیتے نظر آتے ہیں، میں نے تو انہیں جس جس میدان میں دیکھا اس میں ہم سے اول اول نظر آتے رہے۔

سن ۲۰۰۸ میں میں نے جامعۃ الصابر مرکز عثمان وعلی رضی اللہ عنہما میں درجہ ثالثہ میں داخلہ لیا تو اس وقت بھائی طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ بھی درجہ ثالثہ کے طالبعلم تھے۔ ایک دن استاد محترم نے مجھے کہا: سبق سناؤ، تو میں نہ سنا سکا، کیونکہ پہلے والے مدرسے میں تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے سبق کبھی سناتا تھا، کبھی نہیں، اس لئے نہ سنا سکا۔ استاد محترم نے مجھے کافی تنبیہ کی کہ آپ کو سبق یاد نہیں ہوتا تو یہاں کیا کرنے آئے ہو جب گھنٹہ ختم ہوا تو میں بہت غمگین تھا، جی چاہتا تھا پڑھائی چھوڑ دوں۔ جب بھائی

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دیکھا تو میرے پاس آئے اور مجھے کافی تسلیاں دیں اور کہا میں آپ کو سبق یاد کراؤں گا، آپ بے فکر رہو۔ اس کے بعد رات گئے تک وہ مجھے سبق یاد کراتے اور الحمد للہ میں سبق سنانے والوں میں سے ہو گیا۔ اسی دوران مجھے جہاد کے واقعات سناتے یوں میرا دل لگا رہا اور لگ ہی گیا۔ گپ شپ کرتے کراتے پتہ چلا کہ حضرت امیر جیش مولانا مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ کے بھانجا ہیں۔ دل اور خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا تکراری دیا ہے کہ اس طرح کا تو کسی مدرسے میں نہیں۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد بتایا کہ میں حضرت مولانا مفتی رفیق احمد صاحب کا بھتیجا ہوں پھر تو اور خوشی ہوئی کیونکہ حضرت مفتی صاحب تو پہلے سے میرے رشتہ دار تھے۔ پھر ہم دونوں ایک دوسرے کو ''سگّا'' کے نام سے بلانے لگے اس طرح رشتہ اور زیادہ مضبوط ہوتا چلا گیا۔ مدرسے میں ہر جمعرات کو پانچ سے دس منٹ تقریر کرنے کا نظام بھی تھا، شروع شروع میں میں نے اساتذہ سے کہا کہ میں تقریر نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر بھائی طلحہ شہید نے میرا ساتھ دے کر کچھ عرصہ کے اندر مجھے بھی تقریر کرنے والوں میں شامل کر دیا۔ یہ زمانہ طالب علمی کا کم سے کم چھ سے سات سال تک چلتا رہا۔ اور ماشاء اللہ بھائی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سادات خاندان میں سے تھے۔ سال کے درمیان اکثر ساتھیوں کی خدمت کرتے رہتے تھے، جب کوئی ساتھی بیمار ہوتا تو اس کے لئے گھر سے مریضوں والا کھانا تیار کرا کے لاتے اور اگر کسی ساتھی کو کپڑوں کی ضرورت ہوتی تو کپڑے لا کر بنوا کر دیتے تھے جب بھی کسی کو کوئی ضرورت ہوتی تو اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ دوران سال ساتھیوں کی دعوت کرتے۔ جب سالانہ چھٹیاں ہوتی تھیں تو سب ساتھیوں کی اور ساتھ اساتذہ کی بھی الوداعی دعوت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ! اس شہید بھائی کی سب کی سب خدمات اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔

ساتھیوں کو ترغیب دے کر کہتے کہ جن ساتھیوں نے ابھی تک کلاس نہیں کی وہ ضرور جا کر کلاس کریں، اگر کسی ساتھی کے پاس کلاس کرنے کے لئے سفر خرچ نہیں ہوتا تھا تو بعض دفعہ وہ بھی

دینے کو تیار ہوتے تھے اور جن ساتھیوں نے کلاس کر رکھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد فی سبیل اللہ میں جا کر اپنے باقی ایام گزاریں۔ آخر میں میں اپنے بھائی شہید کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بھائی طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس بھائی کی شہادت کے طفیل پوری جماعت کے ہر ہر فرد کے گناہ معاف فرمائے۔ اور ہم سب ساتھیوں کو بھی مقبول ترین شہادت عطاء فرمائے۔

وہ تو شہید ہو گیا

محمد سلیم، جلال پور پیروالہ

اس سال ختم بخاری پر وہ ساتھی پھر آئے، مجھ سے پوچھا کہ آپ کا ساتھی طلحہ کہاں ہے؟ میں نے جواب دیا اب زبانیں بند کرو وہ تو شہید ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی مولانا طلحہ رشید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کو قبول فرمائے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

میرا ایک سال کا عرصہ طلحہ بھائی کے ساتھ گزرا، میں نے اخلاق کے اعتبار سے دیکھا تو اس مرد قلندر میں کوئی کمی مجھے نظر نہیں آئی۔ میری عادت تھی کہ میں کلاس میں اکثر خاموش رہتا، مجھے طلحہ بھائی دوسرے ساتھیوں سے الگ کر کے بار بار یہ بات کرتے کہ آپ معذور ہو مجھے اپنی دعاؤں میں خصوصی طور یاد رکھا کرو اور میرے لئے دعا کیا کرو کہ اللہ مجھے شہادت نصیب فرمائے۔ ایک مرتبہ ایک دوسرے مدرسے سے طلباء ساتھی تشریف لائے تو طلحہ بھائی بھی موجود تھے۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ جیش والے دوسروں کو محاذوں پر بھیجتے ہیں لیکن خود نہیں جاتے۔ طلحہ بھائی نے ان کو بڑے احسن انداز میں سمجھایا کہ بھائی ہم سب جاتے ہیں، اگر آپ کو یقین نہ آئے تو شعبان میں آپ بھی ہمارے ساتھ آجانا اور دیکھ لینا، کہ ہم میں سے کون یہاں مرکز میں ہے؟ اس سال ختم بخاری پر وہ ساتھی پھر آئے، مجھ سے پوچھا کہ آپ کا ساتھی طلحہ کہاں ہے؟ میں نے جواب دیا اب زبانیں بند کرو وہ تو شہید ہو چکا ہے۔ فراغت کے بعد میری تشکیل مرکز

الجمیل میں قرآن کریم پڑھانے کی ہوگئی، طلحہ بھائی بالا کوٹ سے واپس بہاولپور آرہے تھے۔ کہ اجازت لے کر کلاس میں آئے اور کہنے لگے آپ بڑے خوش نصیب لوگ ہو سارا دن قرآن کی خدمت کرتے ہوتو ہمارے حق میں دعاء کیا کرو۔ میں نے کہا: آپ بڑے خوش نصیب ہو محاذوں پر جاتے ہو۔ کہنے لگے آپ ان معصوم بچوں سے میرے لئے خصوصی دعاء کی درخواست کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ جلد مجھے اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔ میں نے مذاق میں کہا کہ کونسا مقصد؟ کہنے لگے ہمارا ایک ہی مقصد ہے جو آپ کو بتایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقصد کو پورا کیا اور اس شخص کی دلی تمنا بھی یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمائے۔

شہادت کا مجنون

محمد شاہ جہان، رحیم یار خان

حضرت طلحہ شہید صاحب کے ساتھ خواب میں ملاقات ہوئی، ان کے پاس ایک تحریر تھی وہ مجھے دی اور کہا کہ اس کو پڑھو۔ میں نے اس کو مکمل پڑھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اب بھی میرے بارے میں لکھنا مشکل ہے۔

حضرت مولانا طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعلق زمانہ طالب علمی سے رہا ہے۔ وہ میرے دوست بھی تھے اور بھائی بھی...... پہلے تو میری کلاس سے وہ ایک دو درجہ آگے تھے لیکن ان کو جنون تھا جہاد کا اور شہادت کا۔ وہ ایک دو سال محاذ پر رہے، پھر گھر والوں کے اصرار پر واپس آئے تو ہم مشکوٰۃ والے سال میں تھے...... یہ سال کے آخر میں آئے اور تقریباً ایک دو ماہ امتحان کی تیاری کی اور وفاق میں بہت عمدہ نمبر حاصل کئے۔ اگلا سال دورۂ حدیث شریف کا تھا اس میں وہ شریک رہے تھے۔ دورانِ سال جب چھٹی کا وقت ہوتا یا کوئی گھنٹہ خالی ہوتا تو محاذ کی باتیں سناتے اور بہت زیادہ خوش ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ جب ہم باڈر پر پہنچتے اور انڈین فوجی دیکھتے کہ مجاہدین جیش محمد آگئے ہیں تو وہ کئی کئی پوسٹیں خالی چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔

حضرت طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ بہت قابل آدمی تھے، بہت صلاحیتوں والے تھے، اساتذہ کرام کی خدمت کرتے تھے اور ساتھیوں کی بھی خدمت کرتے تھے۔ ان کی علمی صلاحیت کا اندازہ اس

سے لگایا جا سکتا ہے کہ دوران سبق وہ اساتذہ کرام سے ایسے ایسے سوال کرتے تھے کہ استاد بھی سوچنے پر مجبور ہو جاتے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا تو استاد جی نے جواب کے لئے ٹائم مانگا کہ کل اس کا جواب دوں گا۔

دورہ حدیث کا سال مکمل ہوا ہماری تشکیل ہوگئی اور انہوں نے اپنی تشکیل محاذ پر کروالی۔ پھر اس کے بعد اجلاس میں تشریف لائے اور ملاقات ہوئی تو بہت زیادہ خوش تھے اور شہادت کا جنون سوار تھا اور بار بار یہی دعا کرواتے تھے کہ مولانا آپ دعاء کریں میں اپنے مقصد کو پالوں۔ پھر اللہ پاک کا احسان ہوا اور ان کو شہادت مل گئی۔

کچھ عرصہ بعد میری ان سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ تو وہ قرآن پاک کی کلاس میں قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔

کچھ دنوں بعد بھائی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ پر لکھنے کی دعوت ملی تو میں نے کہا: مجھے تو لکھنا نہیں آتا، میں کیسے لکھوں؟ یہ کہہ کر میں نے لکھنے سے انکار کر دیا اسی رات تقریباً تہجد کا وقت تھا کہ حضرت طلحہ شہید صاحب کے ساتھ خواب میں ملاقات ہوئی، ان کے پاس ایک تحریر تھی وہ مجھے دی اور کہا کہ اس کو پڑھو۔ میں نے اس کو مکمل پڑھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اب بھی میرے بارے میں لکھنا مشکل ہے۔ میں نے کہا یار اب تو کوئی مشکل نہیں ہے میں ضرور لکھوں گا۔ پھر انہوں نے اچھی طرح مجھے وہ تحریر سمجھائی کہ یہ آخر والی بات پہلے لکھ دینا اور پہلے والی بات آخر میں لکھ دینا۔ جب میں صبح کو اٹھا تو خواب مجھے اچھی طرح یاد تھا لیکن تحریر جو حضرت طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھوائی تھی وہ میں بھول گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین

مہربان بھائی

محمد عمر، بہاولنگر

اے طلحہ بھائی! آپ تو عالم تھے، قرآن کی تفسیر وتشریح پڑھی، احادیث کو سیکھا جو
رب نے حکم جہاد بھیجا تھا اسے دل میں بسایا شوق شہادت دل میں اجاگر کیا۔

حمد اس ذات کی جو خالق مخلوقات ہے، درود اس نبی پر جو محبوب خدا ہے۔

میں اس قابل بالکل نہیں تھا کہ کچھ لکھ سکوں لیکن اپنے ساتھی، دوست، اور مہربان بھائی طلحہ رشید کی عنایات نے مجھے مجبور کر دیا کہ ان کے بارے میں کچھ لکھوں۔

ایک دوست نے طلحہ بھائی کی شہادت کی تصاویر دکھائیں تو دل غمزدہ ہو گیا کہ ایک پیارے ساتھی سے جدائی ہوئی لیکن اس پہ رشک بھی تھا کہ وہ منزل مراد پا گیا۔ پھر اس دوست نے ان کا ایک جملہ مجھے سنایا جو مرتے دم تک میرے کانوں میں گونجتا رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ بھائی طلحہ کہا کرتے تھے:

"دنیا ہمارے قابل نہیں یا اس دنیا میں رہنے کے ہم قابل نہیں۔"

بظاہر تو یہ کچھ الفاظ پر مشتمل جملہ ہے لیکن حقیقت میں دنیا کی بے ثباتی، بے وقعتی اس جملے کے مفہوم میں پنہاں ہے۔ یہ دنیا بھی تو ایسی ہی ہے کہ ہر وقت جدھر دیکھو گناہ کی دعوت، نہ چاہتے ہوئے بھی گناہ ہو رہے ہیں، بدنظری عام، بے پردگی عام، سودخوری عام، زنا عام، ڈاکہ زنی عام، جھوٹ عام، وعدہ کی خلاف ورزی عام اور کیا کیا رذائل بیان کروں اس دنیا کے۔

اے طلحہ بھائی! آپ تو عالم تھے، قرآن کی تفسیر وتشریح پڑھی، احادیث کو سیکھا جو رب نے حکم جہاد بھیجا تھا اسے دل میں بسایا شوق شہادت دل میں اجاگر کیا اور بالآخر اس شوق کو آپ نے عملی جامہ پہنایا اور رب کے حضور سرخرو ہو گئے۔

۞......۞......۞

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

ابو عمر

ہمارا یقین ہے کہ ہمارے طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہے جن کے لئے آسمان وزمین میں محبت رکھ دی گئی ہے۔

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

یہ مضمون جس ہستی سے متعلق ہے وہ واقعتاً اسی شعر کا مصداق ہے۔ لفظ ''تھا'' کا استعمال اس لیے نہیں کیا کہ قرآن وحدیث اور اُمت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ شہید زندہ ہے۔ اس کو مردہ گمان بھی مت کرو، اور ہمارا تجربہ اور مشاہدہ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ شہید واقعی زندہ ہے۔ کیونکہ کبھی کبھار وہ اس دنیا کے معاملات میں اپنے مجاہد ساتھیوں کی ہی نہیں بلکہ اپنے دوست احباب کی بھی مدد کرتا ہے اور دنیا کے کاموں میں بھی ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور جن شہداء کے ساتھ قلبی تعلق کچھ زیادہ ہو تو ایسا محسوس ہی نہیں ہوتا کہ اب وہ ہماری اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ شاید کسی سفر پر گیا ہے اور کچھ دنوں میں واپس آجائے گا۔

ان لوگوں میں سے ایک طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی ہے، وہ ہمارے درمیان نہ ہوتے ہوئے بھی موجود ہے۔ کیا چھوٹے کیا بڑے سب ہی اسے ایسے یاد کرتے ہیں کہ اب کچھ ہی دنوں میں وہ واپس آجائے گا۔ بقول شاعر ۔

وہ آئے اور آ کر چلے بھی گئے نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ آ رہے ہیں وہ آ رہے یہ جا رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

سورۃ یوسف کی تفسیر میں حضرات مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم لکھتے ہیں:

"جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بازار میں ایک غلام کی حیثیت سے بیچے جا رہے تھے تو لوگوں نے ایک بڑھیا کو دیکھا کہ وہ بھی خریدارانِ یوسف میں شامل ہے۔ لوگوں نے پوچھا، اماں کیا آپ اتنی کم قیمت پر یہ غلام خریدنے آئی ہیں؟ تو بڑھیا نے جواب دیا: اگر اس کو نہ خرید سکی تو کیا ہوا اس کے خریدنے والوں میں میرا نام تو آ جائے گا۔"

ہمارا حال بھی کچھ اس بڑھیا سا ہے کہ ہمارے اپنے اعمال تو ایسے نہیں کہ بخشش کا ذریعہ بن سکیں لیکن شاید جس ہستی کے بارے میں یہ مضمون زیب قرطاس ہے اس سے کچھ عرصہ کی شناسائی اور قلبی محبت کا تعلق ہی ہمارے لئے نجات کا ذریعہ بن جائے۔

انسان اس دنیا میں اکیلا آیا تو ہے لیکن تنہا رہ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کنبہ اور قبیلہ بنایا، رشتہ دار اور دوست احباب بنائے تا کہ دنیا میں اس کو وحشت نہ ہو۔ ان سب کے علاوہ اس دنیا میں انسان کو کچھ ایسے رشتے بھی میسر آتے ہیں جن کی قدر و قیمت خونی رشتوں، کنبوں، قبیلوں سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے اور وہ رشتے ہیں دین کے، اسلام کے، احساس و محبت کے۔

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمارا تعلق خون، قبیلہ اور کنبہ سے نہیں بلکہ دینی اخوت، اسلام اور محبت کا ہے اور دعا ہے کہ اللہ عزوجل قیامت والے دن اس تعلق کی لاج رکھ لیں اور ہمیں ہمارے اپنے طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کی شفاعت نصیب فرما دیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب دنیا میں کسی سے محبت کا ارادہ فرماتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام کو بلایا جاتا ہے وہ حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں، لبیک یا اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے جبرائیل! مجھے فلاں سے محبت ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ جبرائیل علیہ السلام عرض

کرتے ہیں، لبیک یا اللہ! پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آسمان والوں میں یہ اعلان کرو کہ وہ بھی اس سے محبت کریں۔ آسمان والوں میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے تو وہ بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر فرماتے ہیں اے جبرائیل! زمین والوں میں اعلان کر دو کہ وہ بھی اس سے محبت کریں۔ پھر زمین والوں میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے اور زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

ہمارا یقین ہے کہ ہمارے طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہے جن کے لئے آسمان وزمین میں محبت رکھ دی گئی ہے۔ طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ عمر میں تو ہم سے بہت چھوٹا ہے لیکن اعمال میں وہ ہم سے بہت آگے بڑھ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اتنے قلیل عرصے میں ترقی کی وہ منازل طے کر گیا کہ جن کو طے کرنے کی حسرت بڑے بڑوں کے دلوں میں رہ جاتی ہے۔

طلحہ رحمۃ اللہ علیہ سے شناسائی تقریباً دس بارہ سال پہلے کی ہے، جب اس کی عمر تقریباً بارہ یا چودہ سال ہوگی۔ معصوم سے چہرے والے طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر اس وقت یہ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ کبھی یہ انڈیا کے لئے دہشت کا نشان بن جائے گا اور وہ اس کا نام لے کر اور اس کی گن کو دکھا دکھا کر بریکنگ نیوز چلائیں گے۔ کبھی دل میں یہ خیال ہی نہیں گزرا اور نہ ذہن نے یہ سوچ پکڑی کہ وہ ہمیں اتنی جلدی چھوڑ کر چلا جائے گا، بلکہ جب سے وہ اپنی پوری توجہ سے میدان جہاد کی طرف متوجہ ہوا اور اپنا سارا وقت معسکر یا محاذ پر گزارنے لگا تو بھی کبھی یہ نہ سوچا تھا۔

الحمدللہ! مجاہدین اسلام کے لئے دعائیں کرنے کا معمول تو کافی عرصہ سے ہے، لیکن ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے نام ہر وقت وردِ زبان رہتے ہیں، ان میں ایک نام طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ جب بھی اس کا نام زبان پر آتا اس کی صحت وعافیت اور لمبی زندگی کی دعا بھی زبان پر جاری ہو جاتی۔ اب بھی جب کہ وہ شہادت کے اعلیٰ درجات پا چکا اس کا نام زبان پر آئے تو بے اختیار اس کی حفاظت وزندگی کی دعا زبان پر آ جاتی ہے۔ اس کی شہادت کا

یقین ہونے کے باوجود بھی کبھی کبھی ایسا لگتا ہے ابھی گھر کی بیل پر ہاتھ رکھے گا اور ہٹائے گا نہیں جب تک دروازہ نہیں کھلے گا۔ جب دروازہ کھلے گا تو ''امی! امی!'' کی آوازیں گونجنا شروع ہوجائیں گی اور بہن بھائیوں کے ساتھ ہنسی مذاق کی آوازیں گونجنے لگیں گی۔

طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے واقعات میں سے دو واقعے زیر تحریر ہیں جو اس کے بچپن سے تعلق رکھتے ہیں جن میں مسلمان بچوں کے لئے بہت سے اسباق ہیں۔

طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن زیادہ تر اپنے ننھیال میں گزرا۔ اس لیے اس کے مزاج کے رنگوں میں زیادہ رنگ ننھیال کا ہی نظر آتا ہے۔ ان رنگوں میں ایک رنگ تقویٰ اور پرہیز گاری کا بھی ہے۔ انسان سے اس کے بچپن میں تقویٰ اور پرہیز گاری کی توقع کم ہی ہوتی ہے، لیکن جیسا کہ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' تو طلحہ کے ساتھ بھی ایسا ہی تھا۔ اس کے ننھیال کی طرف سے کچھ رشتہ دار کچھ عرصہ سعودی عرب میں گزار کر آئے، ان کے مالی حالات کچھ ٹھیک نہ تھے۔ طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کی نانی اماں محترمہ ضروریات زندگی سے متعلق کچھ اشیاء لے کر صلہ رحمی کی نیت سے ان کے گھر گئیں، طلحہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اماں جی گھر میں داخل ہوکر خود صحن میں کھڑی ہوگئیں اور طلحہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: جاؤ اندر کمرے میں یہ تھیلا دے کر آؤ۔ کیونکہ کمرے سے کچھ مردانہ آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں اور چونکہ گھر کے مردوں سے ان کا پردہ تھا تو خود صحن میں کھڑی رہ گئیں۔ طلحہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تھیلا نانی اماں سے لیا اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی وہ پورا اندر داخل نہیں ہوا تھا کہ تھیلا وہیں پھینک کر الٹے پاؤں دوڑتا ہوا اپنی نانی اماں کے پاس آیا اور ان سے لپٹ گیا اور زور زور سے رونے لگا اور روتے روتے یہ کہے جا رہا تھا: اللہ کی قسم! نانی اماں میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ نانی اماں! میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ ادھر نانی اماں حیران پریشان کہ اس کو کیا ہو۔ پوچھنے لگیں طلحہ رحمۃ اللہ علیہ بیٹا! کیا ہوا؟ کیا بات ہے تم نے کیا نہیں دیکھا؟ ادھر طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہی رٹ ''نانی اماں! میں نے کچھ نہیں دیکھا۔'' نانی نواسہ کی آوازیں سن کر گھر کی خواتین

بھی کمرے سے باہر آ گئیں اور حیران پریشان دونوں کو دیکھے جا رہی ہیں۔ ادھر طلحہ صاحب روئے جا رہے ہیں اور ایک ہی فقرہ کی گردان کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ بالآخر کچھ دیر کے بعد یہ ماجرا کھلا کہ جیسے ہی طلحہ رحمۃ اللہ علیہ نے کمرے میں قدم رکھا اندر سامنے ٹی وی چل رہا تھا اور گھر والے ٹی وی دیکھنے میں مشغول تھے اور اندر داخل ہوتے ہوئے طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر غیر اختیاری طور پر ٹی وی پر پڑ گئی تھی جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور واپس الٹے پاؤں صحن کی طرف دوڑ لگا دی۔ طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرز عمل کو دیکھ کر گھر کی خواتین حیران پریشان کھڑی رہ گئیں اور طلحہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی نانی اماں کے ساتھ گھر روانہ ہو گیا۔

طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا دوسرا قصہ کچھ اس طرح ہے کہ اس کے بچپن کا کچھ حصہ محاذ افغانستان پر بھی گزرا۔ طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کے ننھیالی رشتہ داروں میں سے ایک صاحب جو کہ ایک دنیادار انسان تھے وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ افغانستان گئے۔ طلحہ رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے کے لئے آیا اور آ کر بیٹھ گیا۔ ان صاحب کو سگریٹ نوشی کی عادت تھی، اپنی عادت کے مطابق کچھ دیر بعد ان صاحب نے سگریٹ سلگائی اور آرام سے پینے لگے۔ طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے یہ منظر برداشت کرنا شاید ممکن نہیں تھا۔ وہ بے قراری سے وہاں سے اٹھ گیا اور کبھی اندر کبھی باہر کے چکر لگانے لگا۔ بالآخر جب برداشت نہ کر سکا تو ان صاحب کی پشت کی جانب آ کھڑا ہوا اور آہستہ سے ان سے کہا: آپ سگریٹ پی رہے ہیں میں...... ماموں کو بتاؤں گا۔ وہ صاحب کہتے تھے میرے اوپر طلحہ کی دھمکی کا اتنا اثر ہوا کہ بے اختیار سگریٹ میرے ہاتھ سے گر گئی اور جتنی دیر میں وہاں بیٹھا رہا دوبارہ سگریٹ سلگانے کی جرأت نہ کر سکا۔

طلحہ رحمۃ اللہ علیہ ایسا نوجوان تھا کہ اس کی صرف جوانی ہی نہیں بلکہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ کاش! مسلمان طلحہ رحمۃ اللہ علیہ بھائی سے سبق حاصل کریں اور اپنے آپ کو اور دوسروں کو برائیوں سے روکیں تو ان کی زندگیاں بھی طلحہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کامیاب و کامران

ہو جائیں گی۔

طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوئی خونی تعلق نہ ہونے کے باوجود اس کی کمی دل کو تڑپاتی ہے۔ جب اس کی شہادت کی خبر سنی تو یقین ہی نہیں آیا کہ وہ ہمیں اتنی جلدی چھوڑ کر چلا جائے گا۔ جب اس کے بارے میں پتہ چلا کہ باڈر کراس کر گیا ہے تو اس کی حفاظت اور کامیابی کی دعائیں کرتے رہے اور دشمن کے ناکام ہونے کی۔ اور واقعتاً طلحہ تو کامیاب ہو گیا اور دشمن ناکام۔ اس کی شہادت کے بعد جب اس کے شہر جانا ہوا تو شاعر۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

کا منظر نظر آیا۔

طلحہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے نوجوان ہر ماں نہیں جنتی، مبارک باد کے مستحق ہیں طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کے والدین جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی پرورش کی کہ وہ دنیا میں ان کا نام روشن کر گیا اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی کرے گا۔ طلحہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی اولاد کسی کسی کے نصیب میں آتی ہے۔

ڈھونڈو گے ہم کو ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

عمل کا شیدائی

محمد اویس، بہاولپور

> جو بندہ علمی اور عملی ہوتا ہے وہ بے خوف اور زندہ دل ہوتا ہے، وہ دنیا کے غموں سے آزاد ہوتا ہے۔

محترم طلحہ رشید شہید رحمۃ اللہ علیہ اور بھائی محمد سفیان شہید رحمۃ اللہ علیہ دونوں گہرے دوست تھے۔ ایک مرتبہ ان دونوں خوش قسمت روحوں کے ساتھ کچھ اور دوست بھی سفیان شہید کے گھر آئے اور خوب ایک دوسرے کے ساتھ گپ شپ اور مذاق کرتے رہے۔ بندہ بڑا حیران تھا کہ ادھر یہ حضرات مجاہد کہلاتے ہیں اور ادھر اتنے بے خوف ہیں اور یوں مزاح میں مصروف ہیں۔

لیکن بعد میں یہ حقیقت سمجھ آئی کہ جو بندہ علمی اور عملی ہوتا ہے وہ بے خوف اور زندہ دل ہوتا ہے، وہ دنیا کے غموں سے آزاد ہوتا ہے مگر اسے ایک ہی غم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے اور مسلمان کافروں ظالموں سے بے خوف ہو جائیں۔

یہی چیز ان دونوں خوش بخت شہیدوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ گویا ان میں فطری شوق تھا کہ جو کتابوں میں پڑھا ہے اس پر عمل ہونا چاہیے۔ واقعی ہر شہید کی طرح یہ دونوں حضرات بھی اس آیت کا مصداق ہیں۔

”فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا“

اللہ تعالیٰ خالق، مالک، مہربان ان کی محنت اور شہادت کو قبول و منظور فرمائے اور ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین یا ارحم الراحمین

پرنور چہرہ

اُمّ الشہیدین، نور پور

پُرنور چہرے والا وہ جوان، جو دُنیا کی آسائشوں سے بے نیاز، اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبا ہوا، سب سے محبت کرنے والا، سب سے محبت لینے والا۔ لیکن اللہ پاک کی محبت سب پہ بھاری ہے۔

سب تعریف میرے اللہ کے لئے جس نے یہ دنیا اپنے بندوں کے لئے بنائی اور بندوں کو اپنے لئے بنایا۔

اجلا اجلا نکھرا نکھرا چہرہ، جب وہ معصوم بچہ تھا تب سے اُن کے گھر میرا جانا تھا۔ وہ بہت پیارا بچہ تھا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ گلاب کا پھول بن کر کھل اُٹھا۔ جھکی جھکی نظریں، پُرنور چہرے والا وہ جوان، جو دُنیا کی آسائشوں سے بے نیاز، اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبا ہوا، سب سے محبت کرنے والا، سب سے محبت لینے والا۔ لیکن اللہ پاک کی محبت سب پہ بھاری ہے، جب وہ مجھے ماں کہتا میں سرشار ہو جاتی۔ جب اُس کے چہرے پر نظر ڈالتی، اُس کے پُرنور چہرے پر نظر پڑتی نظریں جھکا لیتی، کہیں، اس کو نظر نہ لگ جائے۔ بس اُس کی میٹھی باتیں سنتی اور دل سے اُس کو دعائیں دیتی رہتی۔ ایک دفعہ اُس کے سامنے کہہ دیا: طلحہ! تیری عمر دراز ہو۔ جلدی سے بولا: اماں! مجھے بد دعا نہ دو، میرے لئے شہادت مانگو۔ میرے دل نے گواہی دی کہ اس کی پرواز اونچی ہے۔ اُس کے پرنور چہرے پر حسن دائم کی وہ شعائیں پھوٹتی دیکھائی دیتیں جس کی جھلک برسوں پہلے اپنے

پیاروں میں دیکھی تھی۔اے پاک نیت روحو! اللہ پاک تم پہ راضی، ہم مائیں اللہ پاک کی رضا پر راضی، اللہ پاک اپنے حبیب کے صدقے آپ سب کو ہمیں جنت میں ملائے، آمین۔

طلحہ رشید پیارا طلحہ رشید ہے تُو
اب تو شہید ہے تُو، اب تو شہید ہے تُو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبشرات منامیہ

یعنی شہید محترم کے بارے میں دیکھے گئے خواب



ایک خاتون کا خواب

اُمّ طلحہ شہید کی زبانی

محمد طلحہ کی شہادت کے بعد گھر میں آنے والوں کا ایسا ہجوم تھا کہ جگہ کم پڑ جاتی تھی، سمجھ نہیں آتا تھا کہ کہاں کہاں سے لوگ آئے اور کون کون آئے۔ اُنہی دنوں میری بیٹی نے مجھے بتایا کہ امی جان! ایک خاتون کافی مرتبہ رابطہ کی کوشش کر چکی ہیں مگر آپ مصروف ہوتی ہیں۔ آج انہوں نے کہا: اپنی والدہ سے کہو میرے پاس آپ کے لئے ''خوشخبری'' ہے لہٰذا میرا فون سنیں، لیکن میں اس دن بھی فون نہ سُن سکی۔ اگلے دن مجھے خیال آیا کہ نجانے وہ خوشخبری کیا ہوگی؟ مجھے فون کر کے اس خاتون سے بات کرنی چاہئے۔ غالباً یہ شہادت کے پندھوریں دن کی بات ہے، چنانچہ میں نے اس نمبر پر فون کیا جس سے فون آتا تھا۔ خاتون نے فون اٹھالیا اور تصدیق مانگی کہ آپ اُم طلحہ ہیں۔ میں نے بتایا، جی میں اُم طلحہ ہوں۔ کہنے لگیں:

''میں کئی دن آپ کا نمبر ڈھونڈتی رہی، مختلف لوگوں سے رابطہ کیا کہ مجھے بہاولپور کی اُم طلحہ کا نمبر چاہئے، جن کا طلحہ کشمیر میں شہید ہو گیا ہے۔''

میں نے ان سے پوچھا: ''آپ مجھ سے کیوں رابطہ کرنا چاہتی تھیں؟''

انہوں نے مجھے جو بات بتائی اسے لکھتے ہوئے میرا قلم تھرا رہا ہے، کہنے لگیں:

''میں نہ آپ کو جانتی ہوں اور نہ آپ کے بیٹے کو۔ مجھے خواب میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اُمّ طلحہ کو پیغام دو، (غالباً انہوں نے سلام کا لفظ بھی بولا) اور اس کو کہہ دو: آپ کا بیٹا ہمارے پاس ہے اور بہت خوش ہے۔''

یہ سن کر میری عجیب کیفیت ہوگئی، ان سے دوبارہ پوچھا، پھر ان سے درخواست کی کہ آپ یہ پیغام ''واٹس ایپ'' کردیں۔ مجھے یہ ڈر تھا کہ مجھ سے سننے اور سمجھنے میں غلطی نہ ہوجائے۔ پھر میں نے ان کا تعارف چاہا جو یہاں پر نہیں لکھوں گی۔ بہرحال وہ ایک نیک خاتون ہیں اور تحریک ختمِ نبوت سے تعلق رکھتی ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی شکرگزار ہوں کہ اس نے میری تسلی کے لئے مجھے کیسی خوشخبری سنائی۔

شہید کے والد گرامی کا خواب

شہید کے والد گرامی نے خواب دیکھا کہ طلحہ شہید آئے اور آ کر ان کے سینے سے چمٹ گئے، وہ اتنے خوش ہوئے کہ زور زور سے آوازیں دینے لگے۔ خواب ہی میں ان کو شہید کے ماموں مولانا عمار صاحب نظر آئے تو ان کو کہنے لگے: دیکھیں عمار بھائی! ''آپ سب کو طلحہ خواب میں آ کر ملا اور مجھے حقیقت میں ملنے آگیا۔'' ان کو ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے یہ خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے اور جب ان کی آنکھ کھلی تو تب بھی ایسے محسوس ہوا جیسے طلحہ شہید ابھی یہیں تھا۔ سینے پر اس کا لمس واضح محسوس ہورہا تھا۔

شہید کی والدہ محترمہ کا خواب

میں نے خواب دیکھا، محمد طلحہ شہید نے بہت ہی خوبصورت لباس پہنا ہوا ہے، چہرے پر بہت نورانی چمک ہے اور سر پر دولہا والی پگڑی رکھی ہوئی ہے۔ وہ مجھے دیکھتا رہا اور میں اسے۔ بعد میں میں نے یہ خواب اپنے بھائی مفتی عبدالرؤف صاحب کو سنایا تو وہ کہنے لگے:

''بی بی! آپ مجھے میرا خواب بتا رہی ہیں یا اپنا؟''

میں نے کہا:

''اپنا۔''

انہوں نے کہا:

''میں نے بھی انہی کپڑوں میں شہید کو دیکھا ہے مگر سر پر دستار نہیں تھی، میں اس کو دیکھ کر رونے لگا، اور اس سے لپٹنے لگا۔''

شہید کے ماموں کا خواب

شہید کے ماموں ابو عمر نے شہید کو خواب میں دیکھا۔ ان کے بقول ''طلحہ شہید کا چہرہ اتنا خوبصورت تھا کہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔'' فرماتے ہیں: ''اگر میں شاعر ہوتا تو قصیدہ لکھ ڈالتا۔ شہید کے چہرے پر داڑھی نہیں تھی، میں نے غور سے دیکھا کہ کٹی ہوئی ہے یا ہے ہی نہیں؟ تو وہ سرے سے تھی ہی نہیں۔ (واضح رہے کہ جنت میں مردوں کی داڑھی نہیں ہوگی) ہنس رہا ہے بہت پیاری ہنسی، بچوں جیسی معصومیت ہے، میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ یہ بڑا ہے یا بچہ؟

ہاتھ میں کوئی کھلونا ہے گن یا کچھ اور، میں اسے پکڑنے لگتا ہوں تو بھاگ کر دروازے کے پیچھے چھپ جاتا ہے، آدھا چہرہ دروازے کے پیچھے ہے اور آدھا سامنے اور وہ مسلسل ہنستا جا رہا ہے۔ اور پھر اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی۔''

والدہ محترمہ کا دوسرا خواب

ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ لوگ کہہ رہے ہیں: ''کسی لڑکی کی شادی ہے۔'' پھر کیا دیکھتی ہوں کہ طلحہ ایک بہت ہی پیاری گاڑی میں بیٹھا ہے۔ میں خواب ہی میں کہتی ہوں یہ پالکی ہے یا بگھی، اس کو پالکی کہتے ہیں یا بگھی۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

ایک عزیز کا خواب

شہید کے ایک عزیز نے خواب دیکھا کہ شہید مسجد میں بیٹھ کر قلم تقسیم کر رہے ہیں۔

ایک دوست کا خواب

شہید محترم کے ایک گہرے دوست جو مدرسہ تعلیم القرآن جابہ کے طالب علم ہیں...... انہوں

نے بتایا کہ اس سال جب مدرسہ کا سالانہ پروگرام قریب آیا تو پروگرام سے چند دن قبل...... انہوں نے خواب میں دیکھا کہ مولانا مدرسہ میں آئے ہوئے ہیں...... پوچھنے پر بتایا کہ میں پروگرام میں شرکت کے لئے آیا ہوا ہوں۔

ایک اور دوست کا خواب

مولانا کے ایک اور ساتھی نے بتایا کہ انہوں نے معسکر کے پروگرام کے بعد...... ایک روز خواب میں شہید محترم سے معسکر کے گیٹ کے پاس ملاقات کی...... مولانا موٹر سائیکل پر سوار تھے...... اور واپس جا رہے تھے...... دورانِ گفتگو عرض کیا کہ آپ تو شہید ہو گئے تھے، یہاں کیسے؟...... فرمانے لگے: ''مدرسہ کے سالانہ پروگرام میں شرکت کے لئے آیا تھا، اب واپس کشمیر جا رہا ہوں۔''

ایک اور دوست کا خواب

ایک ساتھی نے اپنا خواب سنایا کہ:

'''میں جامع مسجد عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے صحن میں بیٹھا تھا کہ اچانک مولانا تشریف لے آئے...... اور پرتپاک انداز میں مجھ سے ملے...... مجھے ان کا شہید ہونا خواب میں اچھی طرح یاد تھا...... چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ مولانا آپ تو شہید ہو گئے تھے، یہاں کیسے؟ فرمانے لگے: شہید زندہ ہوتا ہے...... میری شہادت کے بعد گھر والے کچھ پریشان اور غمگین ہیں...... میں ان کا دل

لبھانے کے لئے آج کل گھر آیا ہوا ہوں......پھر اس کے بعد شہید محترم نے پوری تفصیل سے میرے سامنے شہادت سے پہلے والی اور شہادت کے بعد والی زندگی کا موازنہ فرمایا......اور ایک ایک چیز کے بارے میں بتایا کہ پچھلی زندگی میں مجھے فلاں فلاں تکلیفیں اور پریشانیاں تھیں اور اب نئی زندگی میں فلاں فلاں راحتیں اور سہولتیں ہیں۔ واللہ اعلم

اس کے علاوہ بھی مرکز کے بہت ساتھیوں نے شہید کو خواب میں دیکھا اور جس کسی نے بھی دیکھا خوش وخرم، ہنستا مسکراتا ہوا دیکھا۔

میرا شاگردِ رشید

مفتی عبدالرحمٰن شاہ صاحب
سابق استاد الحدیث جامعۃ الصابر، بہاولپور

رشید کا وہ سعید طلحہ
جہاد ہند کا شہید طلحہ
پابند سنت رہا وہ ہر دم
تھا معصیت سے بعید طلحہ
رسوخ تھا اس کے علم و فن میں
تھا اقران میں وہ فرید طلحہ
حیاء وشرم و ادب میں یکتا
نگاہ نیچی عزم تھا بالا
تھا دیں کی غیرت کا استعارہ
شاگرد میرا رشید طلحہ
لگا کے بازی وہ جاں کی اپنی
بتا گیا وہ وفا کا رستہ
کیا ادا اس نے حق بیعت

کہ تھا وہ مخلص مرید طلحہ
علم و فن میں کمال طلحہ
بہادری کی مثال طلحہ
علم میں پختہ عمل کا شیدا
معصوم سا خوش خصال طلحہ
سعادت اس کی جبیں سے ظاہر
خطیب تھا وہ عجیب ماہر
عمل سے دیں کا بنا وہ ناصر
ہے صوفیوں پر سوال طلحہ
نہا گیا وہ لہو میں اپنے
ہوئے مکمل سب اس کے سپنے
جوانی اپنی لٹا کے دیں پر
تو ہو گیا لازوال طلحہ
ادائیں تیری رلا رہی ہیں
وفائیں تیری جگا رہی ہیں
تو خوش ہے اپنے ہدف کو پاکر
میں فراق میں ہوں نڈھال طلحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تتمہ

۱ فضائل شہداء

۲ فضیلت غزوۃ الہند

۳ واقعات شہداء

فضائلِ شہداء

قرآن کریم کی روشنی میں

قران کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرات شہداء کرام کے فضائل بہت وضاحت سے ارشاد فرمائے ہیں......ان کی حیات پر نص فرمائی ہے......ان سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے......ان کو درجۂ نبوت سے دوسرے نمبر پر قرب عطاء فرمایا ہے......ان کی خوشی، عیش اور سرمستی کو بیان فرمایا ہے اور ان کے تمام احوال سنوارنے کا واضح اعلان فرمایا ہے۔ ذیل میں چند ارشادات باری تعالیٰ ہلکی پھلکی تشریح کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

’’وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ‘‘

’’اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔‘‘ (البقرۃ:۱۵۴)

آیتِ مبارکہ کی تشریح میں امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

① حق کے راستہ میں موت، موت نہیں بلکہ تکلیف اور غم سے پاک ایک اعلیٰ زندگی ہے۔ پس اے مسلمانو! موت کے خوف سے اپنے دلوں کو پاک کرلو۔

② اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کئے جانے والے ’’شہداء‘‘ بلاشبہ زندہ ہیں، مگر تم ان کی زندگی کا

شعور نہیں رکھتے ہو۔ ان کی زندگی بہت طاقتور اور اونچی ہے، تمہارا ناقص شعور اس تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے بتادیا کہ {بَلْ اَحْیَآءٌ} وہ زندہ ہیں۔

(فتح الجواد)

سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے:

”وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ لا اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○“

”اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا ہے اس پر خوش ہونے والے ہیں اور ان کی طرف سے بھی خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک ان کے پیچھے سے ان کے پاس نہیں پہنچے اس لئے کہ نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے خوش ہوتے ہیں اور اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی مزدوری کو ضائع نہیں کرتا۔“ (آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱)

ان آیاتِ مبارکہ کے بارے میں حضرات مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے چند تفسیری اقوال ملاحظہ ہوں۔

۳ ...... ”اور (اے مخاطب) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی دین کے واسطے) قتل کئے گئے ان کو (دوسرے مردوں کی طرح) مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ لوگ (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں (اور) اپنے پروردگار کے مقرب (یعنی مقبول ہیں) ان کو رزق بھی ملتا ہے“۔ (بیان القرآن)

۴...... ''یہ آیت شہداء بدر اور شہداء اُحد کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ آیت کے نزول کے وقت انہی دو مشہور دنوں میں قتل ہونے والوں کے علاوہ مسلمانوں میں کوئی شہید نہیں تھا۔ اور منافقین مجاہدین کو یہی بتا کر جہاد سے دور کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ تم بھی ان دو دنوں کے مقتولین کی طرح مارے جاؤ گے (اگر تم ہماری بات مان کر جہاد سے باز نہ آئے)۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں میں قتل ہونے والوں کے فضائل (اس آیت میں) بیان فرما دیئے تا کہ مسلمانوں کو اس بات کی دعوت دی جائے کہ وہ بھی بدر و اُحد کے جہاد میں شہید ہونے والوں جیسے بنیں۔

اور مطلب اس کلام کا یہ ہے کہ جو شخص جہاد چھوڑتا ہے وہ کبھی دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور کبھی نہیں، اور اگر فائدہ اٹھا بھی لے تو دنیا کی نعمتیں تھوڑی اور حقیر ہیں۔ اور جو شخص جہاد میں جاتا ہے تو وہ یقیناً آخرت کی نعمتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور آخرت کی نعمتیں عظیم ہونے کے ساتھ ساتھ دائمی اور پائیدار بھی ہیں۔ تو جب معاملہ اس طرح ہے تو پھر جہاد میں نکلنا جہاد چھوڑنے سے بہتر ہی ہوا۔'' (التفسیر الکبیر)

۵...... علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے شان نزول میں مسند احمد اور ترمذی کی دو مرفوع احادیث ذکر فرمائی ہیں، ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب تمہارے بھائی احد میں قتل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح سبز پرندوں کے جسموں میں داخل کر دیں، وہ جنت کی نہروں پر اترتے ہیں، جنت کے پھل کھاتے ہیں، اور عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں رہتے ہیں۔ جب انہوں نے اپنے لئے اتنا عمدہ اور بہترین کھانا، پینا اور رہنا دیکھا تو کہنے لگے: کون ہمارے بھائیوں تک خبر پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور ہمیں رزق ملتا ہے تا کہ (ہمارے بھائی) جہاد نہ چھوڑیں اور جنگ میں

کمزوری نہ دکھائیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے ان تک یہ بات پہنچادوں گا، پھر یہ آیات نازل ہوئیں۔''

(اخرجہ الامام احمد و جماعۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے تو ارشاد فرمایا:

''اے جابر! کیا ہوا؟ میں تمہیں پریشان دیکھتا ہوں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور پیچھے قرضہ اور عیال چھوڑ گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد سے کس طرح ملاقات فرمائی؟ میں نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس سے بھی کلام فرماتے ہیں پردے کے پیچھے سے کلام فرماتے ہیں مگر تمہارے والد کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرما کر بلاحجاب کلام فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے میرے بندے مجھ سے جو چاہو مانگو میں عطاء فرماؤں گا۔ انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے زندہ فرمادیجئے (یعنی دنیا میں بھیج دیجئے) تاکہ میں دوبارہ آپ کی خاطر شہید کیا جاؤں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: میری طرف سے پہلے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ (دنیا میں) واپسی نہیں ہوگی۔ انہوں نے عرض کیا: ٹھیک ہے میرے رب پھر میرے پیچھے والوں کو (میری خبر) پہنچادیجئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔''

(اخرجہ الترمذی و حسنہ و الحاکم و صححہ و غیرھما عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ)(روح المعانی)

(۶)...... ''شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک طرح کی زندگی (حاصل) ہے کہ اور مردوں کو (حاصل) نہیں (ہے) کھانا، پینا اور عیش اور خوشی ان (شہیدوں) کو پوری (طرح حاصل) ہے (ان کے علاوہ) اوروں کو قیامت کے بعد ہوگی۔'' (موضح القرآن)

(۷)...... ''ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں یہ نہ سمجھو کہ وہ مر گئے بلکہ وہ اپنے خدا کے پاس زندہ ہیں اور یہ زندگی کچھ فرضی نہیں جیسا کہ نیک نام کو لوگ مجازاً زندہ کہہ دیا

کرتے ہیں اس معنیٰ سے کہ لوگوں میں اس کا نام زندہ ہے، بلکہ ان کو حیات جاودانی اور حقیقی زندگی (حاصل) ہے وہ ''یُرْزَقُوْنَ'' روزی دیئے جاتے ہیں۔ شہیدوں کے زندہ ہونے سے ابوالقاسم وغیرہ معتزلہ نے یہ مراد لی ہے کہ وہ قیامت کو زندہ کئے جاویں گے۔ اہلسنت کے نزدیک یہ قول غلط ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ ان کو احیاء (یعنی بالفعل زندہ ہیں) فرما رہا ہے۔ وہ احادیث جو شہیدوں کے بالفعل زندہ ہونے پر دلالت کر رہی ہیں حدتو اتر کو پہنچ گئی ہیں۔ صحاح اور دیگر کتب حدیث ان سے مالا مال ہیں۔ بعض حمقاء نے اس سے مجازی معنٰی مراد لئے ہیں کہ ان کا نام زندہ رہتا ہے کیونکہ (وہ) قوم اور ملت پر قربان ہوئے ہیں مگر یہ بھی لغو (یعنی فضول بات) ہے کیونکہ سیاق اور سباق کلام (اللہ) اور احادیث اور اجماع اُمت کے برخلاف اور تاویل باطل ہے۔'' (تفسیر عثمانی)

⑧...... ''جو لوگ شہید ہوگئے وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے نفع اٹھا رہے ہیں جس طرح زندگی میں انسان نعمتوں سے متمتع ہوتا ہے۔'' (حاشیہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ)

⑨...... ''مقربون عندہ ذوزلفی'' (کشاف) یعنی شہداء کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت قرب حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی مقرب ہیں۔ ''یُرْزَقُوْنَ'' انہیں رزق دیا جاتا ہے ''مثل ما یرزق سائر الاحیاء یاکلون ویشربون'' یعنی جس طرح تمام زندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ کھاتے پیتے ہیں۔ (کشاف)...... اور رزق ملنے کی کیفیت احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ ان کی ارواح قنادیل عرش میں رہتی ہیں اور جنت کی انہار سے پانی پیتی ہیں اور اس کے اثمار (یعنی پھلوں) سے کھاتی ہیں۔

رواہ احمد و ابو داؤد و الحاکم عن ابن عباس مرفوعاً، کذافی لباب النقول۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حصہ انہار وثمار کا کسی ایسے مقام سے مل جاتا ہوگا جو جنت کے متعلق ہوگا پس یہ اشکال لازم نہیں آتا کہ جنت میں جا کر پھر حشر کے وقت کیسے

نکالے جاویں گے۔ (بیان القرآن)

(۱۰)...... ’’(اور) وہ (شہداء کرام) خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل (اور کرم) سے عطاء فرمائی (مثلاً درجات قرب وغیرہ یعنی رزق حسّی (کھانا پینا وغیرہ) بھی ملتا ہے اور رزق معنوی یعنی مسرت (اور خوشی بھی) اور (جس طرح وہ اپنے حال پر خوش ہیں اس طرح) جو لوگ (ابھی دنیا میں زندہ ہیں اور اس وجہ سے) ان کے پاس نہیں پہنچے (بلکہ) ان سے پیچھے (دنیا میں) رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ (شہداء) خوش ہوتے ہیں کہ (اگر وہ بھی شہید ہو جاویں تو ہماری طرح) ان پر بھی کسی طرح کا خوف (ناک سانحہ) واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ (کسی طرح) مغموم ہونگے (غرض ان کو دو خوشیاں (حاصل ہیں اپنی بھی اور اپنے تعلق والوں کی بھی۔ آگے ان دونوں خوشیوں کا سبب بتلاتے ہیں) وہ (اپنی حالت پر تو) خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت وفضل خداوندی کے (جو ان کے ساتھ مبذول ہے (یعنی ان کی طرف متوجہ ہے) اور (دوسروں کی حالت پر خوش ہوتے ہیں) بوجہ اس کے کہ (وہاں جا کر آنکھوں سے دیکھ لیا کہ) اللہ تعالیٰ اہل ایمان (کے اعمال) کا اجر ضائع نہیں فرماتے (بلکہ جس درجہ کا عمل ہوتا ہے اسی درجہ کا اجر دیتے ہیں۔ پس شہادت کہ ’’افضل الاعمال‘‘ ہے اس پر ’’افضل اجور‘‘ (یعنی افضل ترین اجر) ملے گا جس کے لوازم میں سے ہے کہ اصلاً (یعنی بالکل) خوف وحزن نہ ہو۔‘‘ (بیان القرآن)

(۱۱)...... ’’یعنی گھر میں بیٹھے رہنے سے موت تو رک نہیں سکتی ہاں! آدمی اس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کے بجائے حیات جاودانی کہنا چاہیے۔ شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو اور مردوں کو نہیں ملتی ان کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے۔ بڑے عالی درجات ومقامات پر فائز ہوتے ہیں، جنت کا رزق آزادی سے پہنچتا ہے، جس طرح ہم اعلیٰ درجے کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر ذرا سی دیر میں جہاں چاہیں اڑے چلے

جاتے ہیں، شہداء کی ارواح ''حواصل طیور خضر'' (یعنی سبز پرندوں کے جسموں میں) داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں۔ ان ''طیور خضر'' کی کیفیت وکلانی کو اللہ تعالیٰ ہی جانے، وہاں کی چیزیں ہمارے احاطۂ خیال میں کہاں آسکتی ہیں؟ اس وقت شہداء بے حد مسرور و مبتہج ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دولت شہادت عنایت فرمائی، اپنی عظیم نعمتوں سے نوازا اور اپنے فضل سے ہر آن مزید انعامات کا سلسلہ قائم کر دیا، جو وعدے شہیدوں کے لئے پیغمبر علیہ السلام کی زبانی کئے گئے تھے انہیں آنکھوں سے مشاہدہ کر کے بے انتہا خوش ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی محنت ضائع نہیں کرتا بلکہ خیال وگمان سے بڑھ کر بدلہ دیتا ہے۔ پھر نہ صرف یہ کہ اپنی حالت پر شاداں وفرحاں ہوتے ہیں بلکہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کا تصور کر کے بھی انہیں ایک خاص خوشی حاصل ہوتی ہے جن کو اپنے پیچھے جہاد فی سبیل اللہ اور دوسرے امور خیر میں مشغول چھوڑ آتے ہیں کہ وہ بھی اگر ہماری طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے یا کم از کم ایمان پر مرے تو اپنی حیثیت کے موافق ایسی ہی پر لطف اور بے خوف زندگی کے مزے لوٹیں گے، نہ ان کو اپنے آگے کا ڈر ہو گا نہ پیچھے کا غم، مامون و مطمئن سیدھے خدا کی رحمت میں داخل ہو جائیں گے، بعض روایات میں ہے کہ شہدائے احد یا شہدائے بیر معونہ نے خدا کے ہاں پہنچ کر تمنا کی تھی کہ کاش ہمارے اس عیش و تنعم کی خبر کوئی ہمارے بھائیوں تک پہنچا دے (تاکہ) وہ بھی اس (شہادت والی) زندگی کی طرف جھپٹیں اور جہاد سے جان نہ چرائیں، حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں (یہ خبر) پہنچاتا ہوں، اس پر یہ آیات نازل کیں اور ان کو مطلع کر دیا گیا کہ ہم نے تمہاری تمنا کے موافق خبر پہنچا دی اس پر وہ اور زیادہ خوش ہوئے۔'' (تفسیر عثمانی)

سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ○

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ○

’’اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال برباد نہیں کرے گا۔ جلدی انہیں راہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کردے گا۔ اور انہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی حقیقت انہیں بتادی ہے۔‘‘ (سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم: ۴،۵،۶)

چند تفسیری عبارتیں ملاحظہ ہوں:

① ...... ’’اور جو لوگ جہاد کے دوران اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔ اس لیے اگر کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوجائیں تو یہ نہ سمجھیں کہ ان کی جان ضائع ہوگئی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا بہترین اور اعلیٰ عوض حاصل کرلیا۔‘‘ (معارف القرآن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

② ...... ’’مجاہدین جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں (زندگی میں) گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے اچھے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ گناہوں کو ساقط کردے گا اور نیکیوں کا ثواب دے گا۔‘‘ (تفسیر مظہری)

③ ...... ’’شروع سورۃ میں ذکر تھا کہ جو لوگ کفر وشرک پر جمع ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسلام سے روکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک اعمال کو بھی اکارت اور ضائع کردیا یعنی صدقہ، خیرات اور رفاہ عام کے نیک کام جو وہ کرتے ہیں کفر وشرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت میں ان کا کوئی ثواب نہیں، اس کے بالمقابل اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں ان کے اعمال ضائع نہیں ہوتے، یعنی اگر انہوں نے کچھ گناہ بھی کیے ہوں تو ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کے نیک اعمال پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ بسا اوقات ان کے نیک اعمال ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔‘‘ (معارف القرآن)

④ ...... ’’اللہ تعالیٰ شہید کے عمل کو ضائع نہیں فرمائے گا بلکہ اس عمل کو بڑھاتا جائے گا، اس میں

اضافہ فرمائے گا اور اسے کئی گنا زیادہ کر دے گا اور شہداء میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ جن کا عمل ان کی پوری برزخی زندگی میں جاری رہے گا اور شہادت کے بعد بھی ان کو جہاد کرنے کا اجر ملتا رہے گا اور قیامت تک ان کا اجر بڑھتا رہے گا۔

”ثم لما کان من شأن القتال ان یقتل کثیر من المؤمنین قال والذین قتلوا فی سبیل اللہ فلن یضل اعمالھم ای لن یذھبھا بل یکثرھا وینمیھا ویضاعفھا ومنھم من یجری علیہ عملہ فی طول برزخہ کما ورد بذلك الحدیث الخ۔“ (تفسیر ابن کثیر)

⑤ ...... حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”اور جہاد میں جیسے قاتل ہونا کامیابی ہے اسی طرح مقتول ہونا بھی ناکامی نہیں ہے، چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی جہاد میں مارے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو جن میں وہ عمل بھی آ گیا جس کی بدولت وہ مارے گئے ہرگز ضائع نہ کرے گا جیسا کہ ظاہراً متوہّم ہوسکتا ہے کہ جب مارا گیا تو اس کے قتال پر کوئی نتیجہ مطلوبہ مرتب نہیں ہوا اور وہ ضائع گیا سو واقع میں ضائع نہیں ہوا کیونکہ اس پر دوسرا نتیجہ جو ظاہری نتیجہ سے بدرجہا فائق (کئی درجے بلند) ہے مرتب ہوا (اس نتیجے کا ذکر آگے آتا ہے، سیھدیھم ویصلح بالھم الخ)۔“ (بیان القرآن)

⑥ ...... ”سیھدیھم ویصلح بالھم“ اس میں شہید فی سبیل اللہ کے لیے دو نعمتوں کا ذکر ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کر دے گا، دوسرے ان کے سب حالات درست فرما دے گا، حالات سے مراد دنیا و آخرت دونوں جہان کے حالات ہیں، دنیا میں تو یہ کہ جو شخص جہاد میں شریک ہوا اگرچہ وہ شہید نہ ہوا، سلامت رہا وہ بھی شہید کے ثواب کا مستحق ہو گیا، اور آخرت میں یہ کہ وہ قبر کے عذاب سے، محشر کی پریشانی سے نجات پائے گا اور اگر کچھ لوگوں

کرادیں گے اور شہادت کے بعد ہدایت کردینے سے مراد ان کی منزل مقصود یعنی جنت تک پہنچا دینا ہے، جیسا کہ قرآن میں اہل جنت کے متعلق آیا ہے کہ جنت میں پہنچ کر کہیں گے ”الحمد للہ الذی ھدانا لھذا۔“ (معارف القرآن)

شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے فضائل بہت زیادہ ہیں...... چند ایک آپ نے ملاحظہ فرمالئے...... آیئے! اب قرآن کریم میں مذکور فضائل شہداء کا اجمالی خلاصہ پڑھتے ہیں۔

خلاصہ فضائلِ شہداء کرام

بزبانِ قرآن

١ ......شہید زندہ ہے۔ (البقرۃ: ۱۵۴، ال عمران: ۱۶۹)

٢ ......شہید کو مردہ مت کہو۔ (البقرۃ: ۱۵۴)

٣ ......شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ملتی ہے۔ (ال عمران: ۱۶۹)

٤ ......شہید کو مردہ گمان نہ کرو۔ (ال عمران: ۱۶۹)

٥ ......شہید کے اعمال جاری رہتے ہیں، یعنی شہادت کے بعد بھی اجر ملتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ (محمد: ۴)

٦ ......شہید جنت میں داخل ہوتا ہے۔ (محمد: ۶)

٧ ......شہید کے لیے جنت مہکا دی گئی ہے۔ (محمد: ۶)

٨ ......قبر، حشر آخرت کی تمام منازل میں شہید کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ (محمد: ۵)

۹ ......شہید بہت خوش ہوتا ہے۔(ال عمران: ۱۷۰)

۱۰ ......شہید جشن مناتا ہے۔(ال عمران:۱۷۱)

۱۱ ......شہید اپنے پیچھے والوں کا خوشی کے ساتھ انتظار کرتا ہے۔(ال عمران:۱۷۰)

۱۲ ......شہید اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا ہے۔(الاحزاب:۲۳)

۱۳ ......شہید نے اپنا عہد نباہ لیا، پورا کر دیا۔(الاحزاب:۲۳)

۱۴ ......شہید کی حالت کو اللہ تعالیٰ سنوارتا ہے۔(محمد:۵)

۱۵ ......شہید کے لیے ہدایت خاصہ کی نعمت ہے۔(محمد:۵)

۱۶ ......شہید کے لیے نور ہے۔(الحدید:۱۹)

۱۷ ......شہید کے لیے مغفرت ہے۔(ال عمران:۱۵۷)

۱۸ ......شہید کے لیے رحمت ہے۔(ال عمران:۱۵۷)

۱۹ ......شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔(ال عمران: ۱۷۱)

۲۰ ......شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔(ال عمران:۱۷۱)

۲۱ ......شہید خوف اور غم سے آزاد ہے۔(ال عمران:۱۷۰)

اس اکیس نکاتی فہرست میں کوئی ''تکرار'' نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے شہید کو جو اونچے اعزازات اور فضائل عطاء فرمائے ہیں یہ اکیس عنوانات ان اعزازات کو سمجھنے کا دروازہ ہیں، اہل دل اگر ان پر غور فرمائیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے صبح بھی شہادت مانگیں اور رات بھی، خود جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بار بار شہادت مانگی اور اس کی تمنا فرمائی۔(صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شہادت کی سچی تڑپ نصیب فرمائیں۔(ماخوذ از: فتح الجواد۔ج۱، ۳)

فرامینِ نبی السیف ﷺ

حضور اکرم ﷺ نے حضرات شہدائے کرام کے فضائل بہت تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ وہ فضائل ایسے ہیں کہ انہیں سن کر انسان کی روح شہادت کو مچلنے لگتی ہے اور دنیا کی زندگی ایک بوجھ نظر آتی ہے۔ ذیل میں چند روایات اور احادیث مبارکہ سے ملخص فضائل شہداء کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب میں مختلف مقامات پر کچھ اور احادیث مبارکہ بھی متفرق طور پر آپ کے سامنے آتی رہیں گی، انشاء اللہ۔

① ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے، سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے، یہ تمنا وہ اپنی [یعنی شہید کی] تعظیم دیکھنے کی وجہ سے کریگا۔‘‘ (بخاری، مسلم)

② ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’شہید کو قتل ہوتے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی کو چونٹی کے کاٹنے سے۔‘‘

(ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی)

③ ...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب شہداء اُحد کا تذکرہ کرتے تو ارشاد فرماتے:

’’اللہ کی قسم! مجھے یہ محبوب ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں شہید

کر دیا گیا ہوتا۔“

(المستدرک وقال صحیح علی شرط مسلم)

④ ...... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”موت کا درد تلوار کی دس لاکھ ضربوں سے زیادہ سخت اور فلاں پہاڑ کو سر پر اٹھانے سے زیادہ بھاری ہے اور یہ [موت] شہید پر اور مظلوم قتل کئے جانے والے پر مچھر کے کاٹنے کے درد سے بھی زیادہ آسان ہے۔ اللہ (تعالیٰ) کا ایک فرشتہ ہر رات سحری کے وقت آواز لگاتا ہے، اے قبروں والو! تم کسی پر رشک کرتے ہو؟ وہ کہتے ہیں: شہید پر، اور شہید ہر روز دوبارا اپنے رب عزّوجل کی زیارت کرتا ہے، اسے نہ دنیا کی رغبت ہوتی ہے اور نہ اس کے چھوٹنے کا غم۔“ (ابن عساکر)

⑤ ...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک سبز محل میں رہتے ہیں اور ان کے لئے صبح وشام جنت سے رزق لایا جاتا ہے۔“ (مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک، صحیح شرط مسلم)

⑥ ...... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”جنت میں ایک محل ہے جس کا نام عدن ہے، اس میں پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار حوریں ہیں، اس محل میں صرف نبی، صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ موقوفاً رجالہ ثقات)

⑦ ...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضوا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”شہداء تین طرح کے ہیں۔

[۱] ایک وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکلا، وہ نہ لڑنا چاہتا ہے اور نہ شہید ہونا، وہ تو مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کیلئے آیا ہے، اگر وہ [دوران جہاد]

انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اسے عذاب قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہے گا اور حور عین سے اس کی شادی کرائی جائے گی اور اعزاز و اکرام کا لباس اسے پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وقار اور ہمیشگی کا تاج رکھ دیا جائے گا۔

[۲] دوسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا۔ وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے، لیکن خود قتل نہ کیا جائے یہ شخص اگر [دوران جہاد] انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کا گھٹنا اللہ (تعالیٰ) کے سامنے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا:

{فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ}

ترجمہ: ''پاک مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔'' (قمر۔۵۵)

[۳] تیسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا، وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہوا، اگر [دوران جہاد] اس کا انتقال ہو گیا یا وہ شہید ہو گیا تو وہ قیامت کے دن اپنی کھلی تلوار اپنی گردن پر رکھے ہوئے آئے گا اور لوگ اس وقت گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے، وہ کہے گا: ''ہمارے لئے راستہ کھول دو، ہم وہ ہیں جنہوں نے اپنا خون اور مال اللہ (تعالیٰ) کے لئے لٹا دیا۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر وہ یہ بات حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام یا کسی اور نبی سے کہیں گے تو وہ بھی ان کے حق کو لازم سمجھتے ہوئے ان کیلئے راستہ چھوڑ دیں گے، یہاں تک کہ وہ شہید عرش کے نیچے نور کے منبروں پر آئیں گے اور ان کے اوپر بیٹھ کر دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ فرماتے ہیں، انہیں نہ موت کا غم ہوگا اور نہ برزخ کی تنگی، انہیں نہ صور کی آواز خوفزدہ کرے گی اور نہ انہیں حساب کتاب، میزان اور پل صراط کی فکر ہوگی۔ وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح

فیصلہ کیا جاتا ہے، وہ جو کچھ مانگیں گے انہیں دیا جائے گا اور جس چیز کی سفارش کریں گے وہ قبول کی جائے گی، وہ جنت میں جو پسند کریں گے اسے پالیں گے اور جہاں رہنا چاہیں گے وہاں رہیں گے۔ (البزار، بیہقی، الترغیب والترہیب)

(۸)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شہداء کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''زمین پر شہید کا خون خشک نہیں ہوا ہوتا کہ اس کی دونوں بیویاں [یعنی حوریں] اس طرح اس کی طرف دوڑتی ہیں جس طرح دودھ پلانے والی اونٹنیاں کھلے میدان میں اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہیں، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسا جوڑا ہوتا ہے جو دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے۔'' (مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ)

(۹)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا:

{وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللهُ}

''اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے۔'' (الزمر۔ ۶۸)

کہ اس آیت کا مصداق کون لوگ ہیں جنہیں اللہ (تعالیٰ) بے ہوشی سے بچائے گا؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے (راستے کے) شہداء ہوں گے۔ (المستدرک)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: [آیت ترجمہ سمیت اوپر گزر چکی ہے]۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ شہداء ہوں گے، اللہ (تعالیٰ) انہیں اس طرح کھڑا فرمائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لئے اللہ (تعالیٰ) کے عرش کے اردگرد ہوں گے، فرشتے ان کیلئے یاقوت کے بنے ہوئے عمدہ گھوڑے لائیں گے جن کی لگام

سفید موتی اور زین سونے کی ہوگی، ان کی لگام کی رسی باریک اور موٹے ریشم کی ہوگی، ان پر ریشم سے نرم کپڑے بچھے ہوں گے، ان گھوڑوں کا قدم تا حد نظر پڑتا ہوگا، شہداء ان گھوڑوں پر جنت میں گھومیں پھریں گے، پھر لمبی تفریح کے بعد کہیں گے، چلو دیکھتے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) لوگوں کا کس طرح سے فیصلہ فرماتا ہے، [جب وہ آئیں گے تو] اللہ (تعالیٰ) ان پر [خوشی سے] ہنسے گا اور حشر کے میدان میں اللہ (تعالیٰ) جس کیلئے ہنسے گا اس سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔'' (رواہ ابن ابی الدنیا، الجامع الصغیر للسیوطی)

(۱۰)......حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''شہید کے خون کا پہلا قطرہ بہتے ہی اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

(السنن الکبریٰ للبیہقی)

خلاصہ فضائلِ شہداءِ کرام

بزبانِ نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے شہید کے لیے جن اعزازات کا اعلان فرمایا ان میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

(۱)......شہید کو شہادت پر ایسا اعزاز و اکرام ملے گا کہ وہ جنت میں جا کر بھی دنیا میں واپس آنے اور دس بار شہید ہونے کی خواہش کرے گا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

(۲)......شہادت کی موت ساری دنیا کا مالک و حکمران بن جانے سے زیادہ افضل ہے۔ (احمد، نسائی)

(۳)......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرشتے ساتھ لے گئے اور شہداء کا گھر دکھایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: میں نے اس سے بہترین اور خوبصورت گھر کبھی نہیں دیکھا۔ (بخاری)

④......شہید پر فرشتوں کا سایہ۔ (بخاری، مسلم)

⑤......شہید کے جنت میں پر اور اس کی پروازیں۔ (طبرانی)

⑥......قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

⑦......شہید کو موت اور قتل کا درد نہیں ہوتا مگر ایک چیونٹی کے کاٹنے جتنا۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

⑧......شہداء کی روحیں پرندوں میں۔ (ترمذی)

⑨......شہید اپنے خاندان کے ستر افراد کی شفاعت کرے گا۔ (ابوداؤد، صحیح ابن حبان)

⑩......شہید کے گناہ معاف۔ (ابن حبان)

⑪......شہید جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہوگا۔ (ابن حبان)

⑫......شہید عذاب قبر سے محفوظ۔ (البزاز، البیہقی)

⑬......شہید قیامت کے خوف سے محفوظ۔ (البزاز، البیہقی)

⑭......شہید کے لیے کرامت کا خاص لباس۔ (البزاز، البیہقی)

⑮......شہید کے سر پر وقار اور ہمیشگی کا تاج۔ (البزاز، البیہقی)

⑯......شہید کے لیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی رفاقت۔ (البزاز، البیہقی)

⑰......شہید کے لیے عرش کے نیچے نور کا خاص منبر۔ (البزاز، البیہقی)

⑱......شہید بلا حساب جنت میں۔ (طبرانی)

⑲......شہید سے اللہ تعالیٰ ہنسے گا اور جسے یہ نعمت نصیب ہو اس کا کوئی حساب نہیں ہوتا۔

(احمد، ابویعلیٰ)

⑳......شہید کے لیے جنت کے اونچے بالا خانے۔ (احمد)

㉑......شہید کو فرشتوں پر ترجیح دی جائے گی۔ (الاصبہانی)

۲۲ ......شہید کو اللہ تعالیٰ نے سخی قرار دیا۔ (ابویعلیٰ، البیہقی)

۲۳ ......خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید کی مغفرت۔ (مسند احمد)

۲۴ ......شہید کو زمین پر گرتے ہی جنت میں اس کا مقام دکھادیا جاتا ہے۔ (مسند احمد)

۲۵ ......بہتّر حوروں سے شہید کی شادی کرائی جاتی ہے۔ (مسند احمد)

۲۶ ......شہید کے لیے یہ فوری انعامات ہیں:

۱ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی مغفرت کردی جاتی ہے...... ۲ جنت کا ٹھکانہ اس کو دکھادیا جاتا ہے...... ۳ عذاب قبر سے بچالیا جاتا ہے...... ۴ ’’الفزع الاکبر‘‘ یعنی قیامت کے دن کے بڑے خوف سے اس کو امن دے دیا جاتا ہے...... ۵ اس کے سر پر وقار کا ایسا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے...... ۶ بہتّر حورعین سے اس کا نکاح کرادیا جاتا ہے...... ۷ اپنے اقارب میں ستّر افراد کی شفاعت کا اختیار دے دیا جاتا ہے...... (الترمذی وقال حدیث صحیح غریب)

۲۷ ......شہید کے خون کا قطرہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ (الترمذی)

۲۸ ......شہید کے استقبال کے لیے حورعین زمین پر اترتی ہے۔ (الطبرانی)

۲۹ ...... شہید کو اوپر لے جاتے وقت سو جنتی حُلّے (یعنی خاص جوڑے) پہنائے جاتے ہیں۔ (الطبرانی)

۳۰ ......شہید کا خون ابھی خشک نہیں ہوتا کہ اس کی دو بیویاں (حوریں) ایسا لباس لیکر پہنچ جاتی ہیں جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

۳۱ ......شہید کے اونچے مقام کو قیامت کے دن دوسرے لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے۔ (الترمذی)

۳۲ ......شہداء کے لیے جنت کے دروازے کے پاس نہر کے کنارے ایک قبہ خضراء ہے جہاں

صبح شام ان کے لیے خصوصی رزق آتا ہے۔ (احمد، ابن حبان)

۳۳...... شہید کے لیے جنت میں فردوس اعلیٰ کا مقام ہے۔ (بخاری)

۳۴...... شہید کے سر پر تلواروں کی چمک اس کے لیے قبر کے فتنے کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔ (نسائی)

۳۵...... شہید کا چہرہ سفید، جسم خوشبودار اور روزی وافر۔ (مستدرک حاکم)

۳۶...... شہید اللہ تعالیٰ کا محبوب۔ (الطبرانی)

۳۷...... شہداء اتنے خوش ہوتے ہیں کہ تمنا کرتے ہیں یا اللہ! ہماری حالت کی خبر ہمارے پیچھے والوں تک پہنچا دیجئے۔ (ابوداؤد)

۳۸...... اللہ تعالیٰ شہداء سے راضی، اور شہداء اللہ تعالیٰ سے راضی۔ (بخاری)

۳۹...... جب صور پھونکا جائے گا تو شہداء بے ہوش نہیں ہوں گے۔ (مستدرک حاکم)

۴۰...... شہداء قیامت کے دن تلواریں اٹھائے اللہ تعالیٰ کے عرش کے اردگرد ہوں گے۔ (ابن ابی الدنیا)

احادیث مبارکہ میں حضرات شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اور بھی بہت سے فضائل اور مناقب بیان ہوئے ہیں ان سب کا خلاصہ سمجھنے کے لیے یہ دو روایتیں ملاحظہ فرمایئے:

۱...... حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نماز کے لیے تشریف لائے، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے، وہ صاحب جب صف میں پہنچے تو انہوں نے دعاء مانگی:

اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ اَفْضَلَ مَا تُؤْتِیْ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ۔

”اے میرے پروردگار مجھے وہ سب سے افضل چیز عطاء فرما جو آپ اپنے صالح بندوں کو عطاء فرماتے ہیں۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل فرما کر دریافت فرمایا ابھی وہ دعاء کس نے مانگی تھی؟ ان صاحب نے عرض کیا: میں نے یا رسول اللہ!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تب تو تمہارے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹی جائیں گی اور تم شہید ہو گے۔''

(ابن حبان، مستدرک حاکم، قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم)

معلوم ہوا کہ ایمان والوں کو جو سب سے اونچی اور افضل نعمت اللہ تعالیٰ عطاء فرماتا ہے وہ شہادت ہے۔

۲ ...... امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ مرسل روایت اپنی تفسیر میں بیان کی ہے:

روی الحسن قال قال رسول اللہ ﷺ:

''اِنَّ فَوْقَ كُلِّ بِرٍّ بِرٌّ حَتّٰى يَبْذُلَ الْعَبْدُ دَمَهٗ فَاِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فَلَا بِرٌّ فَوْقَ ذٰلِكَ۔''

''یعنی ہر نیکی سے بڑھ کر دوسری نیکی موجود ہے یہاں تک کہ بندہ اپنی جان قربان کردے، پس جب وہ اپنی جان قربان کردے تو اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔''

(القرطبی۔ص ۲۴۴ ج ۸)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر لکھا ہے:

الجود بالماء جود فیه مکرمة

والجود بالنفس اقصیٰ غایة الجود

''پانی کی سخاوت کرنا بہت اعزاز والی سخاوت ہے جبکہ جان کی سخاوت کرنا (یعنی جان قربان کردینا) سخاوت کا سب سے آخری اور اونچا مقام ہے۔'' (القرطبی)

اہمیت وفضیلت غزوۂ ہند

از

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: "وَعَدَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَزْوَةَ الْهِنْدِ، فَاِنْ أَدْرَكْتُهَا أُنْفِقْ فِيْهَا نَفْسِیْ وَ مَالِیْ، وَ اِنْ قُتِلْتُ كُنْتُ أَفْضَلَ الشُّهَدَآءِ، وَ اِنْ رَجَعْتُ فَأَنَا أَبُوْهُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ." (نسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے ہندوستان کے جہاد کا وعدہ فرمایا ہے، اگر میں نے اپنی زندگی میں اس کو پالیا تو اپنا سارا زور اور اپنی جان اس میں خرچ کرونگا۔ پھر اگر میں قتل کر دیا گیا تو افضل الشہداء ہو جاؤں گا اور اگر زندہ لوٹا تو میں جہنم سے آزاد ابو ہریرہ ہوں گا۔

فائدہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہندوستان کے جہاد میں شریک ہونے والے کے لئے یہ عظیم خوشخبری دی ہے کہ جو شخص اس جہاد میں شہید ہو جائے گا وہ افضل الشہداء ہوگا اور جو زندہ واپس آجائے گا، وہ عذابِ الٰہی سے آزاد قرار دیا جائے گا۔

ہندوستان کے جہاد کی خاص فضیلت کا بیان جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے اس طرح ایک دوسری حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس کا متن یہ ہے:

وَ عَنْ ثَوْبَانَ رَفَعَهُ: "عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُوْنُ مَعَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔" (اوسط، طبرانی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو جماعتیں میری اُمت میں ایسی ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہنم سے نجات لکھ دی ہے، ایک وہ جماعت جو ہندوستان پر جہاد کرے گی، دوسری وہ جماعت جو (آخر زمانہ میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (نازل ہونے کے بعد ان کے) ساتھ ہوگی۔

ہندوستان کے جہاد سے کونسا جہاد مراد ہے؟

ان دونوں حدیثوں میں جو فضائل غزوہ ہند کے ارشاد فرمائے گئے ہیں اس میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان پر جہاد تو پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک مختلف زمانوں میں ہوتے رہے ہیں اور سب سے پہلا سندھ کی طرف سے محمد بن قاسم کا جہاد ہے جس میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور اکثر تابعین کی شرکت نقل کی جاتی ہے، تو کیا اس سے مراد صرف پہلا جہاد ہے یا جتنے جہاد ہو چکے ہیں یا آئندہ ہوں گے وہ سب اس میں شامل ہیں؟

الفاظ حدیث میں غور کرنے سے حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ حدیث کے عام ہیں، اس کو کسی خاص جہاد کے ساتھ مخصوص ومقید کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لیے جتنے جہاد ہندوستان میں مختلف زمانوں میں ہوتے رہے ہیں وہ بھی اور پاکستان کا حالیہ جہاد بھی اور آئندہ جو بھی جہاد ہندوستان کے کفار کے خلاف ہوگا وہ سب اس عظیم الشان بشارت میں شامل ہیں۔

واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم

(از: جواہر الفقہ۔ ج ٦)

واقعاتِ شہداء

حضرت عبداللہ بن جحش شہید رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُحد کے دن حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: ’’آؤ ہم دونوں اللہ (تعالیٰ) سے دعاء مانگیں۔‘‘ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں کسی گوشہ میں سب سے علیحدہ ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے، پہلے میں نے دعاء مانگی کہ ’’یا اللہ! آج میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو نہایت شجاع اور دلیر اور نہایت غضبناک ہو، کچھ دیر میں اس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرے، پھر اس کے بعد یا اللہ! مجھے اس پر فتح نصیب فرما، یہاں تک کہ میں اسے قتل کر دوں۔‘‘ (حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہی) اور پھر انہوں نے یہ دعاء مانگی۔ ’’یا اللہ! آج میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو بڑا ہی سخت، زور آور اور غضب ناک ہو، میں محض تیرے لئے اس سے قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے بالآخر وہ مجھے قتل کر دے اور میری ناک اور کان کاٹ ڈالے اور اے پروردگار! جب میں تجھ سے ملوں اور تو دریافت فرمائے، اے عبداللہ! یہ تیرے ناک اور کان کہاں کٹے؟ تو میں عرض کروں یا اللہ! تیری اور تیرے پیغمبر کی راہ میں اور تو اس وقت یہ فرمائے: تو نے سچ کہا۔‘‘ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی دعاء میری دعاء سے بہتر تھی، میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک دھاگے میں لٹکے ہوئے ہیں۔

(زرقانی، المستدرک)

حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید رضی اللہ عنہ کا واقعہ

غزوۂ موتہ کا واقعہ ہے کہ جب مسلمان اس لشکر کے امراء اور مجاہدین کو رخصت کرنے لگے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ لوگوں نے کہا: ''اے ابن رواحہ! کس چیز نے آپ کو رلایا ہے؟'' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! مجھے نہ دنیا سے محبت ہے اور نہ تم سے شیفتگی، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے: [ترجمہ] تم میں سے ہر شخص نے جہنم پر سے گزرنا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک یہ بات مقدر ہو چکی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ جہنم پر گزرنے کے بعد میرے لئے واپسی کیسے ہوگی؟ [پس یہی چیز مجھے رلا رہی ہے]۔'' مسلمانوں نے [لشکر کو رخصت کرتے ہوئے] کہا: ''اللہ (تعالیٰ) کا ساتھ تمہیں نصیب ہو اور اللہ (تعالیٰ) تمہاری حفاظت فرمائے اور آپ کو صحیح سالم واپس لائے۔'' یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے]:

''میں واپسی نہیں چاہتا، بلکہ اللہ (تعالیٰ) کی مغفرت اور اس کی راہ میں ایسے زخم کا سوال کرتا ہوں جو کہ جھاگ پھینکتا ہو، یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیز ہو اور ایسے نیزے سے لگے جو میری آنتوں اور جگر سے پار ہو جائے، یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر پر سے گزریں تو یہ کہا جائے کہ ماشاء اللہ کیا غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔'' (پھر اسی غزوہ میں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے۔)

(سیرۃ ابن ہشام)

ایک نوجوان کا ایمان افروز واقعہ

مدینہ منورہ میں ایک مجاہد اور بزرگ ابوقدامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کا شوق اور ولولہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ ایک بار وہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے، ان کے ساتھیوں نے کہا:

''اے ابوقدامہ! آج آپ اپنے جہاد کا کوئی عجیب وغریب واقعہ سنائیے۔''

ابوقدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ایک بار میں رقہ نامی شہر میں اونٹ خریدنے گیا تا کہ اس پر اسلحہ لاد سکوں، ایک دن میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی:

''اے ابوقدامہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں کو جہاد کی دعوت اور ترغیب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے بال عطاء فرمائے ہیں جو میرے علاوہ کسی عورت کو عطاء نہیں فرمائے، میں نے ان بالوں کو کاٹ کر رسی بنالی ہے اور اس پر اچھی طرح مٹی مل دی ہے تا کہ ان بالوں کو کوئی دیکھ نہ سکے، میری تمنا ہے کہ آپ میرے بالوں کی اس رسی کو اپنے ساتھ لے جائیں، دشمنوں کے ساتھ جہاد کے وقت آپ یا کوئی اور ضرورت مند مجاہد اس رسی کو گھوڑے کی لگام وغیرہ میں استعمال کر لے، تا کہ میرے بالوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار نصیب ہو جائے۔ میں ایک بیوہ عورت ہوں، میرا خاوند اور خاندان سب اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں، اگر مجھے جہاد کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بھی شریک ہوتی۔''

پھر اس نے وہ رسی مجھے دے دی اور کہنے لگی:

''اے ابوقدامہ! میرے شہید خاوند نے اپنے پیچھے ایک لڑکا بھی چھوڑا ہے، جو قرآن کا عالم، گھڑسواری اور تیراندازی کا مشاق، ماہر، خوبصورت نوجوان ہے، وہ راتوں کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے، اس کی عمر پندرہ سال ہے، ابھی وہ اپنے والد کی چھوڑی ہوئی زمین پر گیا ہوا ہے، ممکن ہے کہ وہ آپ کی روانگی سے پہلے آجائے تو میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور بطور ہدیہ آپ کے ساتھ میدان جہاد میں بھیج دوں گی، میں آپ کو اسلام کی حرمت کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری اجر وثواب حاصل کرنے کی تمنا ضرور پوری کریں۔''

میں [ابوقدامہ] نے وہ رسی لے لی اور اسے اپنے سامان میں رکھ لیا۔ اس کے بعد میں اپنے رفقاء سمیت رقہ سے روانہ ہوگیا۔ ابھی ہم مسلمہ بن عبدالملک کے قلعہ کے پاس پہنچے تھے کہ ایک گھڑسوار نے مجھے پیچھے سے آواز دی، ہم رک گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم چلتے رہو، میں اس گھڑسوار کو دیکھتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں وہ گھڑسوار آپہنچا اور اس نے ملاقات کے بعد کہا:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے آپ کی ہمراہی سے محروم نہیں فرمایا اور مجھے ناکام نہیں لوٹایا۔''

میں نے کہا: ''اے عزیز! اپنے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ، تاکہ میں تمہیں دیکھ کر فیصلہ کرسکوں کہ تم پر جہاد لازم ہوتا ہے یا نہیں، اگر لازم ہوگا تو ساتھ لے جاؤں گا ورنہ واپس لوٹا دوں گا۔''

اس نے چہرہ کھولا تو وہ چودھویں کے چاند کی طرح ایک خوبصورت لڑکا تھا اور اس کے چہرے پر ناز ونعمت کے آثار چمک رہے تھے۔ میں نے کہا:

''بیٹا! تمہارے والد زندہ ہیں؟

اس نے کہا:

''میں آپ کے ساتھ اپنے والد کا انتقام لینے کے لئے نکلا ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوچکے ہیں، امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کی طرح قبول فرمالے۔''

میں نے پوچھا:

''اے بیٹے! کیا تمہاری والدہ ہیں؟''

اس نے کہا:

''جی ہاں۔''

میں نے کہا:

''جاؤ! ان سے اجازت لے کر آؤ، اگر اجازت دیں تو آجاؤ ورنہ ان کی خدمت کرو، کیونکہ جنت تلواروں کے سائے اور ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔''

نوجوان نے کہا:

''اے ابوقدامہ! آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں اس خاتون کا بیٹا ہوں جس نے آپ کو اپنے بالوں کی رسی دی ہے۔ میں انشاء اللہ شہید ابن شہید ہوں، آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے جہاد سے محروم نہ رکھیں۔ میں نے قرآن حفظ کرلیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا علم بھی حاصل کرلیا ہے، گھڑسواری اور تیراندازی بھی سیکھ چکا ہوں، بلکہ میں نے اپنے علاقے میں اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی گھڑسوار نہیں چھوڑا، آپ میری عمر کو نہ دیکھیں، میری والدہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں واپس لوٹ کر ان کے پاس نہ جاؤں اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ ''اے پیارے بیٹے! کافروں سے ڈٹ کر ثابت قدمی کے ساتھ لڑنا اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کو پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی جستجو کرنا اور اپنے شہید والد اور ماموں صاحبان کے ساتھ جنت میں ملنے کی کوشش کرنا، اگر اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی نعمت نصیب فرمادے تو پھر قیامت کے دن میری شفاعت کرنا، کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے ستر اہل خانہ اور ستر پڑوسیوں کی شفاعت کرے گا۔'' پھر میری ماں نے مجھے سینے سے لگا کر بھینچا اور اپنا رخ آسمان کی طرف کرکے کہا: ''اے میرے اللہ! اے میرے آقا! اے میرے مولا! یہ میرا بچہ ہے، میرے

دل کا پھول اور کلیجے کا ٹکڑا ہے، میں اسے تیرے سپرد کررہی ہوں، اسے اپنے والد کے قریب کردے۔''

ابوقدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ باتیں سنیں تو میں رونے لگا۔ لڑکے نے کہا:

''اے چچاجان! آپ کیوں رورہے ہیں؟ اگر آپ کو میرا بچپن دیکھ کر رونا آرہا ہے تو اگر مجھ سے بھی چھوٹی عمر والا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی عذاب دے گا۔''

میں نے کہا: ''میں تمہاری چھوٹی عمر پر نہیں رورہا، لیکن میں تمہاری والدہ کے دل کا سوچ کر رورہاہوں اور اس بات پر بھی کہ تمہاری شہادت کے بعد اس پر کیا گزرے گی۔''

بہرحال ہمارالشکر روانہ ہوگیا، میں نے اس لڑکے کے معمولات کو غور سے دیکھا، وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بالکل غافل نہیں ہوتا تھا، جب ہمارالشکر چلتا تو وہ ہم میں بہترین گھڑسوار تھا اور جب ہم کسی منزل پر رکتے تو وہ ہمارا خدمت گار بن جاتا تھا، وہ مسلسل اپنے عزم کو مضبوط اور اپنی چستی کو دوبالا اور اپنے دل کو صاف ستھرا کرنے میں لگا رہتا تھا اور خوشی کے آثار اس کے چہرے سے پھوٹتے نظر آتے تھے۔ ایک دن غروب آفتاب کے وقت ہم نے دشمن کے علاقے کے بالکل قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا، چونکہ ہم روزے دار تھے اس لئے وہ نوجوان ہمارے افطار کے لئے کھانا بنانے لگا، اچانک اسے اونگھ آگئی اور وہ سوگیا، نیند کے دوران وہ مسکرانے لگا، جب وہ بیدار ہوا تو میں نے کہا:

''بیٹے! آپ نیند میں ہنس رہے تھے؟''

اس نے کہا:

''میں نے ایک ایسا عجیب خواب دیکھا جس نے مجھے خوشی سے ہنسادیا۔

میں نے پوچھا:

''تم نے خواب میں کیا دیکھا؟''

کہنے لگا:

''میں نے دیکھا کہ میں عجیب وغریب سبز باغ میں ہوں، میں اس میں گھوم پھر رہا تھا کہ میں نے چاندی کا ایک محل دیکھا جس پر موتی جواہرات جڑے ہوئے تھے، اس کے سونے کے دروازے پر پردے لٹکے ہوئے تھے، اچانک میں نے دیکھا کہ نوجوان لڑکیوں نے پردے ہٹائے، ان لڑکیوں کے چہرے چاند کی طرح خوبصورت تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو خوش آمدید کہنے لگیں۔ میں نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، تو اس نے کہا: جلدی نہ کرو، ابھی اس کا وقت نہیں آیا، پھر میں نے سنا کہ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہی تھیں کہ یہ ''مرضیہ'' کا خاوند ہے۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگیں: تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آگے بڑھو۔ میں آگے بڑھا تو محل کے اوپر والے حصے پر سرخ سونے کا کمرہ تھا، جس میں سبز زمرد کی ایک مسہری تھی، جس کے پائے چاندی کے تھے، اس پر ایک لڑکی بیٹھی تھی، جس کا چہرہ سورج کی طرح تابناک تھا، اگر اللہ تعالیٰ میری نظروں کو مضبوط نہ فرماتے تو کمرے کا حسن اور لڑکی کی خوبصورتی دیکھ کر میری عقل زائل ہو جاتی اور میری آنکھیں دیکھنے کے قابل نہ رہتیں۔ جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی: ''خوش آمدید، خوش آمدید، اے اللہ کے ولی اور اس کے محبوب! تم میرے ہو اور میں تمہاری ہوں۔ میں نے چاہا کہ اسے سینے سے لگا لوں۔ تو کہنے لگی: ابھی رکو، جلدی نہ کرو، میری اور تمہاری ملاقات کل ظہر کی نماز کے وقت ہوگی۔''

ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خواب سن کر میں نے کہا:

''بیٹے! تم نے بڑی خیر کی بات دیکھی، اب خیر ہی ہوگی (انشاء اللہ)۔''

صبح کے وقت اعلان جنگ ہو گیا، ہر طرف آوازیں لگنے لگیں، اے اللہ کے سپاہیو! سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت پاؤ۔ اسی اثناء میں دشمن کا ٹڈی دل لشکر سامنے آ گیا، ہم میں سب سے پہلے اسی نوجوان نے حملہ کیا اور دشمنوں کو خوب قتل کیا اور ان کے جتھے کو اس نے توڑ دیا اور ان کی

صفوں میں قلب تک گھستا چلا گیا۔ میں نے اسے اس طرح لڑتے دیکھا تو اس کے قریب آ کر میں نے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا:

''اے بیٹے! تم ابھی بچے ہو اور لڑائی کے گروں سے واقف نہیں ہو، اس لئے پیچھے واپس چلو [اور اس طرح سے دشمنوں کے درمیان نہ گھسو]۔

اس نے کہا:

''چچا جان! کیا آپ نے قرآن مجید کی آیت نہیں سنی؟

{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ}

ترجمہ: ''اے یمان والو! جب تم کافروں سے میدان جنگ میں لڑو تو پیٹھ نہ پھیرو۔''

تو کیا اے چچا جان! آپ چاہتے ہیں کہ میں پیچھے ہٹ کر جہنم والوں میں سے ہو جاؤں؟''

ابھی ہم دونوں باتیں کر رہے تھے کہ دشمن نے یکبارگی حملہ کر دیا اور وہ ہم دونوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ہر شخص اپنے طور پر لڑائی میں لگ گیا، اس دن بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، جب لڑائی تھمی تو مقتولوں کی تعداد گننے میں نہیں آ رہی تھی، میں اپنے گھوڑے پر مقتولین کے درمیان گھومنے لگا، ان کا خون زمین پر بہہ رہا تھا اور خون اور غبار کی کثرت کی وجہ سے ان کے چہرے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ ابھی میں گھوم رہا تھا کہ میں نے اسی نوجوان لڑکے کو گھوڑوں کے سموں کے درمیان مٹی اور خون میں تڑپتے دیکھا، وہ زخمی حالت میں کہہ رہا تھا:

''اے مسلمانو! میرے چچا ابو قدامہ کو میرے پاس بھیجو۔''

میں آگے بڑھا اور اس کے پاس پہنچ گیا، خون، غبار اور سموں کے نیچے روندے جانے کی وجہ سے اس کا چہرہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ میں نے کہا:

''میں ابو قدامہ ہوں۔''

اس نے کہا:

’’اے چچا جان! رب کعبہ کی قسم! میرا خواب سچا نکلا، میں اسی رسی والی خاتون کا بیٹا ہوں۔‘‘

ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے اسے گود میں لے لیا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لے کر اس کے چہرے سے خون اور غبار صاف کرنے لگا۔ میں نے کہا: پیارے بیٹے! قیامت کے دن شفاعت کے وقت اپنے چچا ابو قدامہ کو بھول نہ جانا۔‘‘

اس نے کہا:

’’آپ جیسوں کو نہیں بھلایا جا سکتا، آپ تو اپنے کپڑوں سے میرا چہرہ صاف کر رہے ہیں، حالانکہ میرے کپڑے اس خون اور خاک کے زیادہ مستحق ہیں۔ چچا جان! اسے اسی طرح چھوڑ دیجئے تاکہ میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ چچا جان! وہ حور جس کا میں نے رات کو آپ سے تذکرہ کیا تھا میرے سرہانے کھڑی ہے اور مجھے کہہ رہی ہے: جلدی کیجئے! میں بہت مشتاق ہوں۔ چچا جان! اگر آپ واپس چلے گئے تو میری غمگین اور بے چین ماں کو میرے یہ خون آلود کپڑے دے دیجئے گا، تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی وصیت کو پورا کیا ہے اور دشمنوں کے ساتھ مقابلے میں میں نے بزدلی نہیں دکھائی اور میری طرف سے اسے سلام بھی کہہ دیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا تحفہ قبول کر لیا ہے۔ اے چچا جان! میری ایک چھوٹی سی بہن ہے، وہ ابھی دس سال کی ہے، میں جب گھر آتا تھا وہ سلام کر کے میرا استقبال کرتی تھی اور جب میں گھر سے نکلتا تھا وہی سب سے آخر میں مجھ سے جدا ہوتی تھی، ابھی جب میں آ رہا تھا تو اس نے مجھے رخصت کرتے وقت کہا تھا کہ بھائی جان! اللہ تعالیٰ کے واسطے واپس آنے میں زیادہ دیر نہ کرنا۔ جب آپ کی اس سے ملاقات ہو اسے میرا سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ تمہارے بھائی نے کہا ہے: ’’اے پیاری بہن! اب قیامت تک اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔‘‘ پھر وہ مسکرایا اور اس نے کہا: ’’میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، یہ وہ وقت ہے جس کا ہم سے اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں۔'' یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کی روح پرواز کر گئی، ہم نے اسے دفن کر دیا، اللہ تعالیٰ اس سے اور ہم سے راضی ہو جائے۔

جب ہم اس لڑائی سے واپس لوٹے، تو رقہ شہر میں بھی آئے، میں فوراً اس نوجوان کے گھر روانہ ہوا، میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت بچی جو شکل و خوبصورتی میں اس نوجوان جیسی تھی، دروازے پر کھڑی ہے اور ہر گزرنے والے سے پوچھتی ہے: چچا جان! آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ وہ جواب دیتا: جہاد سے۔ تو پھر پوچھتی: کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ واپس نہیں آیا؟ وہ کہتا: میں تمہارے بھائی کو نہیں پہچانتا۔ ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ سنا، تو میں اس کے پاس پہنچا، مجھ سے بھی اس نے وہی پوچھا کہ چچا جان! آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ میں نے کہا: جہاد سے۔ کہنے لگی: کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ نہیں آیا؟ یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور کہنے لگی: کیا ہو گیا، سارے لوگ آ رہے ہیں، میرا بھائی ابھی تک نہیں آیا؟ اس کی یہ بات سن کر مجھے بہت رونا آیا، مگر میں نے اس بچی کی خاطر خود کو سنبھال لیا۔ میں نے کہا: بیٹی! اس گھر کی مالکن کو بتاؤ کہ ابو قدامہ سے بات کر لے۔ میری آواز سن کر وہ خاتون نکل آئیں۔ میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور کہنے لگیں:

''ابو قدامہ! خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے؟''

میں نے کہا: ''مجھے اپنی بات کا مطلب سمجھایئے۔''

کہنے لگیں:

''اگر میرا بیٹا واپس آ گیا ہے تو پھر تم تعزیت کرو اور اگر شہید ہو گیا ہے تو پھر تم خوشخبری سنانے والے ہو۔''

میں نے کہا:

''خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہارا تحفہ قبول فرمالیا ہے۔''

وہ رونے لگیں اور کہنے لگی:

''کیا واقعی قبول فرمالیا ہے؟''

میں نے کہا:

''ہاں۔''

وہ کہنے لگی:

''تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اسے میرے لئے آخرت میں ذخیرہ بنادیا۔''

پھر میں بچی کی طرف بڑھا اور میں نے کہا:

''بیٹی! تمہارے بھائی نے تمہیں سلام کہا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔''

یہ سن کر بچی نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئی، تھوڑی دیر بعد میں نے اسے ہلایا تو اس کی روح بھی پرواز کر چکی تھی۔ میں نے نوجوان کے کپڑے اس کی والدہ کے سپرد کئے اور میں نوجوان اور بچی کے انتقال پر صدمے اور اس عورت کے صبر واستقلال پر تعجب کے ساتھ واپس آ گیا۔

(حکاھا احمد بن الجوزی الدمشقی فی کتابہ المسمّٰی بسوق العروس وانس النفوس)

ایک سبق آموز واقعہ

ضرار بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں طویل عرصے تک جہاد کرتا رہا [اور محاذوں پر مقیم رہا]، اچانک میرے دل میں حج اور بیت اللہ میں قیام کا شوق اُبھرا، تو میں نے حج کے ارادے سے سامان وغیرہ باندھ لیا اور اپنے مجاہد ساتھیوں کے پاس الوداعی ملاقات کے لئے آیا۔ جب میں اسحاق بن ابی فروہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے لگا، تو انہوں نے پوچھا:

''اے ضرار! کہاں کا ارادہ ہے؟''

میں نے کہا: ''حج کا۔''

انہوں نے فرمایا:

''کیا جہاد کے بارے میں تمہارا جذبہ ٹھنڈا ہو گیا ہے؟''

میں نے کہا:

''ہرگز نہیں، لیکن میں طویل عرصے سے محاذ پر ہوں اور اب میرے دل میں حج کی محبت پیدا ہو گئی ہے، تو میں نے ارادہ کیا کہ میں بیت اللہ شریف کے پاس قیام کروں۔''

یہ سن کر انہوں نے کہا:

''اے ضرار! تم یہ نہ دیکھو کہ تمہیں کس عمل سے محبت ہے، بلکہ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کس چیز سے محبت فرماتا ہے۔ اے ضرار! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ کا حج صرف

ایک بار فرمایا، مگر آپ زندگی کے آخری سانس تک جہاد میں لگے رہے۔ اے ضرار بن عمرو! اگر تم نے حج کر بھی لیا تو تمہیں صرف اپنے حج اور عمرے کا اجر ملے گا، لیکن اگر تم اسلامی سرحدوں کی حفاظت اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے جہاد اور پہرے داری میں لگے رہے، تو تمہیں ان لاکھوں لوگوں کے حج اور عمرے کا اجر ملے گا، جو حج اور عمرہ اداء کریں گے اور تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد میں اجر ملے گا، کیونکہ جس نے بعد میں پیدا ہونے والے مسلمانوں کی مدد و نصرت کی اسے پہلے اور بعد والے تمام مسلمانوں کی نصرت کا اجر ملے گا اور تمہیں دنیا کے آغاز سے قیامت تک پیدا ہونے والے مشرکوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا، کیونکہ جس نے بعد والے مشرکوں سے جہاد کیا، اسے پہلے اور بعد والے تمام مشرکوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا اور تمہیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید کے ایک ایک حرف کی تعداد میں نیکیاں ملیں گی، کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے نور کے محافظ ہو اور اس لئے جہاد کرتے ہو، تاکہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے نور کو نہ بجھا سکے۔ اے ضرار بن عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ علماء اور مجاہدین سے بڑھ کر کوئی بھی درجہ نبوت کے قریب نہیں ہے؟''

ضرار بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے پوچھا:

''اے اسحق! اس کی کیا وجہ ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''علماء کرام تو اس لئے [درجہ نبوت کے زیادہ قریب ہیں] کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو جو حضرات انبیاء علیہم السلام لے کر آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اور اللہ تعالیٰ کی زمین پر نافذ کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتاتے ہیں اور مجاہدین اس لئے [درجہ نبوت کے زیادہ قریب ہیں] کہ وہ اس عقیدہ توحید کو جو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں بجھنے نہیں

دیتے اور وہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور کفر کو ذلیل وخوار کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔“

حضرت ضرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ [یہ موثر بیان سن کر] میں نے حج کا ارادہ منسوخ کر دیا اور محاذوں پر ڈٹا رہا......(اور پھر وہیں حضرت ضرار رحمۃ اللہ علیہ خالق حقیقی سے جا ملے)۔

(ماخوذ از: فضائلِ جہاد)

۞......۞......۞

ابھی نہیں ظہر کے وقت

عبدالکریم بن حارط سے روایت ہے، انہیں ایک شخص نے یہ قصہ سنایا کہ ہم لوگ ایک قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، اچانک اسلامی لشکر میں سے دو آدمی نکلے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:

''کیا تم غسل کرو گے؟ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت نصیب فرما دے۔''

اس کے ساتھی نے کہا:

''میں نے تو غسل نہیں کرنا۔''

چنانچہ خود اس نے غسل کر لیا، غسل سے فارغ ہو کر وہ قلعے کی طرف بڑھا تو اسے ایک بڑا پتھر لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس کے ساتھی اسے (زخمی حالت میں) لے کر آرہے تھے، میں ان کے پاس پہنچا تو وہ اس شک میں تھے کہ یہ شہید ہو چکا ہے یا نہیں؟ اچانک وہ نوجوان مسکرانے لگا، ہم نے کہا یہ زندہ ہے۔ پھر وہ تھوڑی دیر ساکت پڑا رہا، پھر ہنسنے لگا، پھر تھوڑی دیر پڑا رہا، پھر وہ رونے لگا، اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ہم نے کہا: ''اے فلاں! خوش ہو جاؤ تم بچ گئے ہو۔'' پھر ہم نے اس کے ہنسنے اور رونے وغیرہ کا اس سے تذکرہ کیا، تو وہ کہنے لگا: جب مجھے چوٹ لگی تو ایک آدمی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے یاقوت کے ایک محل میں لے گیا اور مجھے دروازے پر کھڑا کر دیا۔ اچانک اس محل سے ایسے چست بچے نکلے کہ ان جیسے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ انہوں نے کہا: خوش آمدید ہمارے آقا۔ میں نے کہا: تم پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہوں

،تم کون ہو؟ وہ کہنے لگے: ہم آپ لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ پھر وہ آدمی مجھے دوسرے اور تیسرے محل میں لے گیا، ہر جگہ اسی طرح بچوں نے میرا استقبال کیا، پھر وہ مجھے ایک محل کے دروازے پر لے آیا، اس میں قالین اور غالیچے بچھے ہوئے تھے اور نرم و نازک تکیے لگے ہوئے تھے، وہ مجھے لے کر کمرے میں داخل ہوا، اس کمرے کے دو دروازے تھے، میں نے خود کو دو تکیوں کے درمیان گرا دیا۔ اس نے کہا: آج کے دن تم بہت تھک گئے تھے، اس لئے تم نے خود کو تکیوں پر گرا دیا، اس کے بعد میں اٹھا اور بستر پر لیٹ گیا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی ایسے بستر پر پہلو نہیں رکھا تھا، اسی دوران میں نے ایک دروازے سے کچھ آواز سنی تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت ایسی حسین کہ اس جیسی میں نے کبھی نہیں دیکھی، مثالی کپڑے اور زیور پہنے ہوئے نمودار ہوئی، وہ ان تکیوں کے درمیان سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی اور اس نے مجھے سلام کیا، میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور کہا: اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں تیری بیوی حور عین ہوں۔ یہ سن کر میں خوشی سے ہنس پڑا، پھر وہ میرے ساتھ باتیں کرتی رہی اور مجھے دنیا کی عورتوں کی باتیں اس طرح سے بتاتی رہی، جس طرح یہ سب کچھ اس کے پاس کسی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اسی دوران میں نے دوسرے دروازے پر آہٹ سنی تو وہاں پر بھی میں نے ایک عورت دیکھی، میں نے نہ اس جیسی حسین عورت کبھی دیکھی اور نہ اس کے زیور جیسے زیور، وہ بھی پہلے والی کی طرح آ کر مجھ سے باتیں کرنے لگی اور پہلے والی خاموش ہوگئی، پھر میں نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا: ابھی نہیں، بلکہ نماز ظہر کے وقت۔ پھر مجھے پتہ نہیں چلا کہ اس نے کچھ کہا یا مجھے ایک ایسے صحرا میں ڈال دیا گیا، جہاں ان میں سے کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا، تو میں رونے لگ گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کے وقت اس کی روح پرواز کر گئی۔

(تاویل آی الجہاد، ابن عساکر)

شہداء گھروں کو چلے

ابو محمد عبداللہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’میں عبدالرحمن بن ناصر اندلسی کے زمانے میں خندق والے سال جہاد میں نکلا۔لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور بچ جانے والے مختلف اطراف میں بکھر گئے، میں بھی بچ جانے والوں میں شامل تھا، میں دن کو چھپ جاتا تھا اور رات کو چلتا تھا۔ایک رات اچانک میں ایسے لشکر میں پہنچ گیا جس نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا، ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے، آگ جل رہی تھی اور جگہ جگہ قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی تھی، میں نے شکر ادا کیا کہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا ہوں۔ چنانچہ میں ان کی طرف چل پڑا، اچانک میری ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی، اس کا گھوڑا قریب بندھا ہوا تھا اور وہ سورۃ بنی اسرائیل کی تلاوت کر رہا تھا۔ میں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب دیکر کہا: کیا آپ بچ جانے والوں میں سے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے کہا: آپ بیٹھئے اور آرام کیجئے، پھر وہ میرے پاس بے موسم کے انگور، دو روٹیاں اور پانی کا پیالہ لے آیا، میں نے ایسا لذیز کھانا کبھی نہیں کھایا تھا۔ پھر اس نے کہا: کیا آپ سونا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے اپنی ران پر میرا سر رکھا اور میں سو گیا، یہاں تک کہ سورج کی شعاعوں نے مجھے جگایا، میں نے دیکھا کہ اس میدان میں کوئی بھی نہیں ہے اور میرا سر ایک انسانی ہڈی کے اوپر پڑا ہوا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ سب شہداء کرام تھے۔ اس دن میں چھپا رہا، جب رات ہوئی تو پھر میں نے دیکھا کہ ایک لشکر وہاں سے گزر رہا ہے، وہ گزرتے ہوئے مجھے سلام کرتے تھے اور

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے، ان سب کے آخر میں ایک آدمی لنگڑے گھوڑے پر سوار تھا، اس نے مجھے سلام کیا، میں نے اس سے کہا: اے بھائی! یہ کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا: یہ شہداء ہیں اور اپنے گھر والوں سے ملنے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا: تمہارا گھوڑا لنگڑا کیوں ہے؟ اس نے کہا: اس کی قیمت میں سے میرے ذمہ دو دینار باقی ہیں۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں مسلمانوں کے ملک پہنچ گیا تو تمہارے یہ دو دینار ادا کر دوں گا۔ وہ گھڑ سوار گھوڑا چلاتا ہوا لشکر میں شامل ہو گیا، پھر وہ واپس لوٹا اور اس نے مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا، جب صبح مرغوں کی اذان سنائی دی تو ہم مدینہ سالم [نامی جگہ] پہنچ چکے تھے۔ اس شہر اور اس جگہ جہاں سے میں سوار ہوا تھا، کے درمیان دس دن کی مسافت تھی۔ اس شہید نے مجھے کہا: تم اس شہر میں چلے جاؤ، میں اسی میں رہتا تھا، وہاں جا کر تم محمد بن یحییٰ غافقی کے گھر کا پوچھنا، اس گھر میں جا کر تم میری بیوی جس کا نام فاطمہ بنت سالم ہے، کو میرا سلام کہنا اور اسے یہ پیغام دینا کہ طاقچے میں ایک تھیلی ہے جس میں پانچ سو دینار رکھے ہوئے ہیں، تم ان میں سے دو دینار فلاں آدمی کو پہنچا دو، کیونکہ میرے ذمہ گھوڑے کی قیمت میں سے یہ دو دینار باقی ہیں۔'' میں شہر میں داخل ہوا اور میں نے اس کے کہنے کے مطابق کیا۔ اس کی بیوی نے وہ تھیلی نکالی، پھر مجھے کھانا کھلایا اور دس دینار دے کر کہا: یہ سفر میں آپ کے کام آئیں گے۔

(شرح دیباجۃ الرسالہ)

شہید طلحہ بھائی

اُمّ معاویہ، توصیف احمد توصیفی

کانوں میں پڑی جو پہلی صدا، الجہاد الجہاد
کردیا خود کو اس پہ فدا، الجہاد الجہاد
باپ نے تسبیح یہی پڑھائی، الجہاد الجہاد
ماں نے لوری یہی سنائی، الجہاد الجہاد
بچپن میں جو کام ہے سیکھا، الجہاد الجہاد
میٹھی زبان سے نام ہے سیکھا، الجہاد الجہاد
سبق قرآن کا اُس نے کیا یاد، الجہاد الجہاد
جھنڈا نبی کا اُس نے اٹھایا، الجہاد الجہاد
بیت اللہ میں رو کر پایا، الجہاد الجہاد
کام نبی کا دل سے لگایا، الجہاد الجہاد
کفر کے آگے ڈٹ کے بولا، الجہاد الجہاد
کبھی نہ طوفانوں میں ڈولا، الجہاد الجہاد
بچپن سے خواہش تھی پالی، الجہاد الجہاد
اللہ نے پوری کر ڈالی، الجہاد الجہاد

پالی شہادت کرتے کرتے، الجہاد الجہاد
اُٹھے گا یہ دم بھرتے بھرتے، الجہاد الجہاد
طلحہ تو نے کر کے دکھایا، الجہاد الجہاد
جنت میں پایا گھر، کر کے الجہاد الجہاد
قلم کریں گے توصیفی اب تو، الجہاد الجہاد
کرتے کرتے مریں گے اب تو، الجہاد الجہاد